چوتھی صدی کے عظیم محدث امام ابو بکر محمد بن حسین بن عبد اللہ آجری

بغدادی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی (360ھ) کے دو اہم ترین رسائل

"اخلاق العلماء" اور "اخلاق حملۃ القرآن" کا

ترجمہ

علماء اور حفاظ کے اخلاق

اور امام بدر الدین محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ بن جماعہ کنانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی (733ھ) کے رسالے

"تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم" کا

ترجمہ

استاد شاگرد کے آداب

مترجم

ابو نعمان عمران اشرف مدنی عطاری

ناشر: **والضحی پبلی کیشنز**

03007259263

تفصیلات

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

و علی الک و اصحابک یا حبیب اللہ

نام رسائل:"اخلاق العلماء"و"اخلاق حملة القرآن"

مصنف: امام ابو بکر محمد بن حسین بن عبد اللہ آجری رحمۃ اللہ علیہ (360ھ)

ترجمہ بنام: علماء اور حفاظ کے اَخلاق

نام رسالہ:"تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم"

مصنف: امام بدر الدین محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ بن جماعہ کنانی شافعی

رحمۃ اللہ علیہ المتوفی (733ھ)

ترجمہ بنام: استاد شاگرد کے آداب

ترجمہ وتخریج: ابو نعمان عمران اشرف مدنی عطاری

سن اشاعت: 1444ھ 2022

ناشر: **والضحی پبلی کیشنز**

03007259263

عرضِ مترجم

الحمدللہ اس کتاب میں امام آجری رحمۃ اللہ علیہ کے دو رسائل "اخلاق العلماء" اور "اخلاق حملۃ القرآن" کا ترجمہ بنام "علماء اور حفاظ کے اخلاق" اور امام ابنِ جماعہ رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے "تذکرۃ السامع والمتکلم" کا ترجمہ بنام "استاد شاگرد کے آداب" کو ایک جلد میں شائع کیا جارہا ہے چونکہ تینوں رسائل کا موضوع علم، علماء اور طلبہ سے ہی متعلق ہے اور طالبِ علم کے علم سیکھنے سے لے کر حافظ، عالم، واعظ، مناظر بننے تک کے ذاتی و معاشرتی اخلاق و آداب بیان کئے گئے ہیں اس لئے ان تینوں رسائل کو ایک ہی جلد میں شائع کیا جارہا ہے اگر ایک طالبِ علم ان آداب پر عمل پیرا ہو تو معاشرے میں ایک بہترین عالمِ باعمل بن کر اُبھر سکتا ہے اور علماء کرام ان آداب و اخلاق کو اپنائیں تو معاشرے کی اصلاح میں مزید بہترین کردار ادا کرسکتے ہیں دعا ہے کہ اللہ پاک ہماری اس کوشش کو اپنے حبیبِ کریم کا صدقہ درجۂ قبولیت عطا فرمائے اور اس کی برکت سے ہمیں بھی ان آداب کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور علمِ نافع کی دولت سے مالامال فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فہرست

(علماء اور حفاظ کے اَخلاق)

حالاتِ مصنف رحمۃ اللہ علیہ 11

کچھ کتاب اخلاق العلماء (علماء کے اخلاق) کے بارے میں 14

قرآنِ پاک میں علماء کے فضائل 18

دنیا وآخرت میں علماء کرام کی فضیلت پر مبنی احادیث وآثار 21

علماء کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں 21

ضرور ایک فقیہ شیطان پر ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ سخت 22

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت کیوں ہے؟ 22

دین کی سمجھ 23

علماء زمین میں ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے 23

علم کی مثال 24

علماء کے بغیر منزل تک پہنچنا ممکن نہیں 24

میرے ماں باپ علماء پر قربان 25

علم کیسے اٹھایا جائے گا؟ 25

کوئی عالم فوت ہو گا تو! 26

دنیاو آخرت میں علم کے کثیر فوائد 27
مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں 27
فرشتوں کی علم سے محبت 28
طالبِ علم کے لئے جنت کا راستہ آسان 29
علماء شفاعت کریں گے 29
رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً سے مراد 29
عالم اور طالب علم دونوں اجر میں شریک 30
چار اشخاص کا اجر موت کے بعد بھی جاری 30
علم سیکھنا اور سکھانا صدقہ ہے 31
اُن علماء کے اوصاف کا بیان جن کو اللہ تعالی نے ان کے علم سے دنیا وآخرت میں نفع عطا فرمایا ... 32
طالبِ علم کی صفات کا بیان 33
علمائے کرام کی مجلس کی طرف جانے کے آداب 33
علماء کرام کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب .. 35
علمی شہرت کے وقت آداب 36
عاجزی وانکساری: 36
رضائے الٰہی: 36
سائل پر نرمی وشفقت 36
سائل کو جواب دینے کے آداب 37
مناظرے کے آداب 39

جھگڑا ترک کرنے کی فضیلت 40
جھگڑنے کے نقصانات 40
مناظرہ کرنے کی اچھی نیت اور اس کی پہچان 42
عالم کے مخلوق کے ساتھ معاشرتی اخلاق....... 44
عالم کا اپنے رب سے تعلق کے اخلاق 45
ایسا علم جو خوفِ خدا میں رُولاتا نہ ہو نافع نہیں 47
دو حریص سیر نہیں ہوتے 47
حکمت سے مراد 48
جہالت کی علامت 48
عالم کون؟ 48
علم کا اثر اعضاء پر دکھائی دے 49
حقیقی فقیہ 49
فقیہ کون ہوتا ہے؟ 49
اللہ کا خوف اور ہیبت 50
اہل علم سے ان کے علم پر عمل کے متعلق پوچھ گچھ کا ذکر 52
ہر ایک اللہ کی بارگاہ میں 52
سب سے زیادہ خوف والی بات 52
عالمِ بے عمل 53
علم کے سبب فتنے میں مبتلا علماء کے اخلاق 53

غیرُ اللہ کے لئے علم سیکھنے کا انجام 54
آخری زمانے میں 55
بنی اسرائیل کے علماء کو کس بات پر عتاب ہوا؟..................... 55
عالمِ دنیا اور عالمِ آخرت...................................... 56
دنیا کے لیے علم سیکھنے کا وبال.................................. 57
وہ شخص کیسے اہلِ علم ہو سکتا ہے؟ 58
غیرُ اللہ کے لئے علم سیکھنے کی علامات 59
علم سے زینت حاصل کرنا اور علم کو عمل سے زینت نہ دینا 63
وہ علماء کرام جو فتوی دینا ناپسند کرتے تھے جبکہ ان کے علاوہ کوئی فتوی دینے کا اہل موجود ہو 63
جسے یہ پسند ہو کہ اس سے مسئلہ پوچھا جائے تو۔۔ 64
میں ہر گز جواب نہ دیتا 64
اُن حضرات کا بیان کہ جب ان سے کسی بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے پوچھا کہ ایسا واقعہ ہوا ہے؟.. 64
دوسرے کی خطائیں تلاش نہ کرو..................................... 66
امت کے بدترین لوگ 67
مُعَمّے پوچھنے سے منع فرمایا گیا..................................... 67
سوال وہ پوچھو جو دنیا و آخرت میں فائدہ دے 67

عالم ہونے کی دلیل 68
"میں نہیں جانتا" کہنا بھی علم ہی ہے 70
"میں نہیں جانتا" نہ کہنے کا نقصان 71
اس شخص کے اوصاف جس کو اللہ نے اس کے علم سے نفع نہ پہنچایا 71
غیرِ نافع علم سے اللہ کی پناہ 75
کتاب (حافظِ قرآن کے اخلاق) کا تعارف 77
قرآن جلدی جلدی نہ پڑھو 86
اپنے عمل کو قرآن پر پیش کرو 86
قرآن کی اتباع کرو اسے اپنا تابع نہ بناؤ 86
تلاوت کا حق 87
حُفاظِ قرآن کے فضائل 87
اللہ والے اور اس کے خاص بندے کون؟ 87
قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات چڑھتا جا 88
جنت کے درجات کی تعداد 88
ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں 88
حافظِ قرآن کی ذمہ داری 89
حافظِ قرآن اور علمِ نبوت 89
قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے والوں کے فضائل 89

بہتر کون؟ 90

چند آیتیں سیکھنے کی فضیلت 90

مسجد میں درس قرآن کے اجتماع کی فضیلت .. 91

افضل عمل 91

اہلِ قرآن کے اوصاف کا بیان 92

والدین کی تاج پوشی 99

خوش بخت کون؟ 99

بروزِ قیامت قرآن کا ساتھ 100

قرآن تین مقاصد کے لئے پڑھا جائے گا 100

اللہ کی رضا کے بغیر قرآن پڑھنے والوں کا کردار 100

کچھ قومیں حصولِ دنیا کے لئے قرآن پڑھیں گی 106

دوزخ کا ایندھن بننے والے قاری کون؟ 107

عمل سے محروم قاری 107

حقیقی قاری کون؟ 108

حافظِ قرآن ان خوبیوں سے پہچانا جائے 109

قرآن پڑھ کر دنیا کو ترجیح دینا کیسا؟ 110

اہلِ قرآن کی اصلاح کتنی ضروری ہے؟ 110

قرآن جن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا 110

قرآن کو کھانے اور مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ 111

حفاظِ قرآن سے قیامت میں پوچھ گچھ 112

اللہ کی رضا کے لئے قرآن پڑھانے بیٹھنے والے کے آداب اور اسے کن آداب سے متصف ہونا چاہیے 112

امیر کو غریب پر ترجیح نہ دے 113

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غریب صحابہ کرام پر شفقت 113

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نابینا پر شفقت 116

قرآن کی تعلیم دینے والا طلبہ کو پہلے کیا سکھائے 117

مجھے قرآن سناؤ 117

معلمِ قرآن طلبہ پر بے جا سختی نہ کرے 118

متکبر علماء نہ بنو 119

استاد شاگرد سے اپنی حاجات پوری نہ کروائے 120

جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا................................ 121

تین قسم کے قاری 122

قرآن سیکھنے والے (شاگرد) کے آداب 123

علماء کا ادب واحترام 124

کس دور سے پناہ مانگی گئی 124

استاذ جتنا پڑھائے اس سے آگے نہ بڑھو 125

تلاوت قرآن کے وہ آداب جن سے قاریوں کو جاہل نہیں رہنا چاہیئے 127

تلاوت سے قبل مسواک کر لے 130
نیند کا غلبہ ہو تو تلاوت نہ کرے 131
قرآن ایمان والوں کے لیے شفا 132
اچھی آواز میں قرآن پڑھنا 133
اچھی آواز سے قرآن پڑھنے کی نیتیں 134
قرآن کو سوز و غم کے ساتھ پڑھو 135
ترتیل کے معانی 137
والدِ اعلیٰ حضرت رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ آدابِ تلاوت 139
مآخذ و مراجع 144

حالاتِ مصنف رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسبت:

آپ کا نام ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ آجُرّی بغدادی ہے بعض نے آپ کو حنبلی کہا لیکن صحیح یہ ہے کہ شافعی تھے۔

اساتذہ و مشائخ:

آپ نے بہت سے مشائخ سے استفادہ کیا جن میں سے چند مشہور نام یہ ہیں ابومُسْلِمِ الكَجِّي، مُحَمَّد بن يَحْيَى المَرْوَزِي، ابوشُعَيْب الحَرَّانِي، أَحْمَدَ بن يَحْيَى الحُلْوَانِي، حَسَنَ بنَ عَلِي بن عُلْوِيَّه القَطَّان، جَعْفَر بن مُحَمَّد الفِرْيَابِيّ، مُوسَى بن هَارُون، خَلَف بن عَمْرو العُكْبَرِيّ، عَبْد الله بن نَاجِيَة، مُحَمَّد بن صَالِح العُكْبَرِيّ، جَعْفَر بن أَحْمَد بن عَاصِم الدِّمَشْقِيّ، عَبْد الله بن العَبَّاس الطَّيَالِسِيّ، حَامِد بن شُعَيْب البَلْخِيّ، أَحْمَد بن سَهْل الأُشْنَانِيّ المُقْرِئ، أَحْمَد بنَ مُوسَى بن زَنْجَوَيْه القَطَّان، عِيسَى بن سُلَيْمَان، ابوعلِي الحَسَن بن الحُبَاب المُقْرِى، ابوالقَاسِم البَغَوِيّ، ابن أَبِي دَاوُد رحمۃ اللہ علیہم

شاگرد:

آپ کے شاگردوں اور استفادہ کرنے والوں کی تعداد بھی کثیر ہے جن میں عَبْد الرَّحْمَن بن عُمَر بن النَّحَاس، وَأَبُو الحُسَيْن بن بِشْرَان، اوران کے بھائی أَبُو القَاسِم بن بِشْرَان، أَبُوالحَسَن المقرى الحمَامِيّ اور مشہور محدث امام ابو نُعَیم اصفہانی "حِلیۃ الاولیاء" کے مصنف بھی شامل ہیں۔

محدثین کی نظر میں مقام: خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی: 463ھ) نے آپ کو "کان ثقة صدوقا دَیِّنًا، وله تصانیف کثیرة" **معتمد بہت سچا اور دین پر عمل کرنے والا، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ کہا۔** (تاریخ بغداد،ج3،ص35)

شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی :748ھ) نے کہا: "الإِمَامُ، المُحَدِّثُ، القُدْوَةُ، شَيْخُ الحَرَمِ الشَّرِيْفِ وَكَانَ صَدُوْقاً، خَيِّراً، عَابداً، صَاحبَ سُنَّةٍ وَاتِّبَاعٍ" **امام، محدث، پیشوا، شیخ الحرم، بہت سچے، نیک، عبادت گزار، سنت وسلف صالحین کے پیروکار تھے۔**

(سیر أعلام النبلاء،ج16،ص133)

امام عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی: 768ھ) نے "الفقیه المحدث، کان صالحاً عابداً" **فقیہ محدث، نیک اور عبادت گزار کہا۔** (مرآۃ الجنان،جلد 2،ص 280)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی:911ھ) نے "الإِمَام الْمُحدث الْقدْوَة كَانَ عَالما عَاملا صَاحب سنة دينا ثِقَة" **امام، محدث، پیشوا، عالمِ باعمل، سنت کے پیروکار، دین دار اور معتمد کہا۔**

(طبقات الحفاظ،ص379)

تصانیف:

آپ نے امت کے لئے کثیر علمی خزانہ چھوڑا آپ کی تصانیف میں اصلاحِ امت کا درد واضح نظر آتا ہے چنانچہ آپ نے عقائد واعمال اور اخلاق وکردار کی اصلاح کے لئے بہت مفید کتب ورسائل تحریر فرمائے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ الشّريعَة، الرُّؤْيَة، الغُرباء، الأَرْبَعينَ، الثَّمَانِيْنَ، اخلاق العُلَمَاءِ، مَسْأَلَةالطَّائِفِينَ، التهَجُّد، أَخْلَاق حَمَلَة الْقُرْآن، أَخْلَاق أهل الْبر

والتُقى،أدب النفوس،ذَمُّ اللِّوَاطِ،تَحْرِيمُ النَّرْدِ وَالشَّطْرَنْجِ وَالْمَلَاهِي،أَخْبَارُ عمر بن عبد العزيز رَحِمَه الله

وصالِ پُرملال: محدث ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جب آپ مکہ شریف آئے تو آپ کے دل میں وہاں رہنے کی خواہش ہوئی اور آپ نے دعا مانگی :اے اللہ !مجھے مکہ شریف میں رہنے کا شرف عطا فرما اگرچہ ایک ہی سال تو ہاتفِ غیبی سے ندا آئی ایک سال کیوں؟ بلکہ تیس 30 سال،چنانچہ آپ تیس سال مکہ شریف میں مقیم رہے اور پھر غیب سے نداء سنی کہ ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔

(المنتظم في تاريخ الأمم والملوك،جزء14،ص208)

محرم تین سو ساٹھ ہجری(360ھ) میں تقریباً اَسی 80 سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

کچھ کتاب اخلاقُ العلماء (علماء کے اَخلاق) کے بارے میں

جیسا کہ کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اہلِ علم کے اخلاق و آداب کے متعلق تحریر فرمائی ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں قرآن وسنت اور سلف صالحین کے اقوال وافعال سے عالمِ باعمل کے اچھے اوصاف واخلاق تحریر فرمائے اور ساتھ ہی بے عمل علماء کے مذموم اخلاق و اوصاف کا ذکر بھی کیا تاکہ عالم ان اوصاف کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا محاسبہ کر سکے مصنف نے ایک عالم کے دورِ طالب علمی سے لے کر مفتی و مناظر بننے تک کے مختلف ادوار کو سامنے رکھتے ہوئے ہر دور کے آداب بڑی جامعیت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں مثلاً سب سے پہلے علم و علماء کے فضائل اور طالبِ علم کی نیت پھر علماء کی مجلس کی طرف جانے اور ان کے پاس بیٹھنے کے آداب اور علمی شہرت ہونے کے بعد کے آداب، سائل کے ساتھ حسنِ سلوک اور عوامُ الناس کے ساتھ حسنِ معاشرت، علم سکھانے اور فتوی دینے کے آداب اور عالم کے اپنے رب کریم سے تعلق کے آداب تحریر فرمائے ساتھ ہی غیرُ اللہ کے لیے علم سیکھنے اور علم پر عمل نہ کرنے کے نقصانات و وعیدیں اور بے عمل علماء کے مذموم اخلاق کا ذکر کیا تاکہ ایک عالم جب اپنے علم پر عمل کرتے ہوئے ان اخلاق کو اپنا کر معاشرے میں اُبھرے تو مخلوق بھی اس سے فیضیاب ہو اور یہ خود بھی دنیا وآخرت میں کامیابی سے ہم کنار ہو اللہ پاک ہمیں بھی علمِ نافع عطا فرمائے اور علمِ غیرِ نافع سے اپنی پناہ عطا فرمائے اور مصنف علیہ الرحمۃ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمارے اس ترجمے کو ہمارے لئے ثوابِ جاریہ کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ترجمے کا انداز

(1) تینوں رسائل کے ترجمے میں اسناد ذکر نہیں کی گئیں فقط راوی کا نام ذکر کر دیا گیا ہے۔

(2) قرآنِ کریم کا ترجمہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان سے نقل کیا گیا ہے۔

(3) بعض مقامات پر ضرورتاً احادیث کی شرح اور فقہ حنفی کے مسائل بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

(4) تینوں رسائل کی حتی الامکان تخریج کر دی گئی ہے اور آخر میں مآخذ و مراجع کی فہرست بھی بنا دی گئی ہے۔

(5) سرخیوں (HEADINGS) کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(6) جہاں ایک ہی حدیثِ پاک مختلف اسناد سے روایت کی گئی ہے وہاں فقط ایک بار ترجمہ کر کے باقی اسناد کے فقط راوی کا نام بتا دیا گیا ہے۔

(7) ترجمہ میں آسان الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے تاکہ عام آدمی اور ابتدائی طلباء بھی آسانی سے پڑھ سکیں۔

مترجم: طالبِ مغفرت وبقیع وجنت الفردوس

ابو نعمان عمران اشرف مدنی عطاری

مدرس جامعۃ المدینہ فیضانِ قطبِ مدینہ واہ کینٹ

29 ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک 1443ھ

بمطابق 29 جولائی 2022

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام خوبیاں اللہ پاک کے لیے جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی ہیں اور اللہ پاک درود وسلام بھیجے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اُمّی نبی ہیں اور ان کی آل پر۔ میں اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اور اللہ مجھے کافی ہے اور بہت ہی اچھا کارساز ہے۔

اما بعد: اللہ عزت وجلال والا ہے اور اس کے اسماء ہر عیب سے پاک ہیں اس نے اپنی مخلوق میں سے جنہیں پسند کیا انہیں چُن لیا اور ایمان کی دولت عطا فرمائی، پھر تمام مومنین میں سے جنہیں پسند کیا انہیں چُنا پھر ان پر فضل کیا تو انہیں کتاب وحکمت (سنت) کا علم عطا کیا، انہیں دین کی سمجھ ومعانی سکھائے، اور بقیہ مومنین پر انہیں فضیلت عطا فرمائی اور ایسا ہر زمانے اور ہر وقت میں ہوتا رہا انہیں علم کے ذریعے بلند کیا، حلم کے ذریعے زینت بخشی ، انہی علماء کرام کے ذریعے حلال کو حرام سے، حق کو باطل سے، نقصان دہ کو نفع مند سے، اچھے کو بُرے سے پہچانا جاتا ہے۔

ان کی فضیلت بہت زیادہ ہے اور بڑی شان ہے یہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے وارث اور اولیاء کرام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں ان کے لئے سمندروں میں مچھلیاں استغفار کرتیں اور فرشتے اپنے پَر بچھاتے ہیں، علماء کرام قیامت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد شفاعت کریں گے ان کی مجالس حکمت کا فائدہ دیتی ہیں، انہی کے اعمال سے غافل نصیحت حاصل کرتے ہیں یہی بندوں میں افضل ہیں اور زاہدوں میں اعلیٰ درجے والے ہیں ان کی زندگی غنیمت اور موت مصیبت ہے۔

غافلوں کو نصیحت کرتے ہیں جاہلوں کو علم سکھاتے ہیں ان سے کسی فتنے کی توقع نہیں کی جاتی اور نہ ان سے دھوکے کا خوف ہوتا ہے، ان کے حسنِ تادیب سے فرمانبردار آپس میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش

کرتے اور ان کی خوبصورت نصیحت سے گناہگار توبہ کرتے ہیں، تمام خلق ان کے علم کی محتاج ہے اور اہلِ حق ان کے قول سے مخالف پر دلیل قائم کرتے ہیں، تمام مخلوق پر ان کی اطاعت واجب اور نافرمانی حرام ہے، جس نے ان کی اطاعت کی ہدایت پا گیا اور جس نے نافرمانی کی بھٹک گیا۔

مسلمانوں کے خلیفہ پر جو عمل مشتبہ ہو جائے یہاں تک کے وہ اس میں توقف کرلے تو وہ علماء کرام کے قول پر ہی عمل کرتا اور انہیں کی رائے سے مدد لیتا ہے اور مسلمانوں کے امراء پر کوئی ایسا حکم وارد ہو جس کا انہیں علم نہ ہو تو وہ انہی کے قول پر عمل کرتے اور انہی کی رائے سے فیصلہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے قاضیوں پر کس فیصلے میں مشکل درپیش ہو تو وہ علماء کرام کے قول پر ہی فیصلہ واعتماد کرتے ہیں۔

وہ لوگوں کے لئے ہدایت کے چراغ، شہروں میں روشنی کے میناز، امت کے ستون، حکمت کے چشمے اور شیطان کو غصہ دلانے والے ہیں، انہی سے اہلِ حق کے دل زندہ ہوتے ہیں اور اہلِ باطل کے دل مرتے ہیں ان کی مثال زمین میں ایسی ہے جیسے آسمان میں تارے کہ جن کے ذریعے خشکی و تری کے اندھیروں میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے جب یہ ہدایت کے ستارے مٹ جائیں گے تو لوگ حیرت زدہ ہو جائیں گے اور جب ان کے ذریعے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں تو لوگوں کو دکھائی دیتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا اس پر کیا دلیل ہے ؟ تو کہا جائے گا قرآن و حدیث اس پر دلیل ہیں۔ پھر وہ کہے کہ قرآن و حدیث سے کچھ دلائل ذکر کردیں تاکہ جب مومن اُنھیں سُنے تو علم کی طلب میں جلدی کرے اور اس علم میں رغبت کرے جس کی اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترغیب دلائی ہے تو کہا جائے گا کہ قرآن سے دلائل یہ ہیں۔

قرآنِ پاک میں علماء کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (المجادلہ:11)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے رفعت کا وعدہ فرمایا ہے اور علماء کرام کو درجات کی زیادتی کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں بیشک اللہ بخشنے والا، عزت والا ہے۔ (فاطر:28)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بتا دیا کہ اُس سے صرف اس کی معرفت رکھنے والے ہی ڈرتے ہیں۔

يُّؤۡتِى الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا‌ ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۶۹﴾

اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ (البقرۃ:269)

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا لُقۡمٰنَ الۡحِكۡمَةَ اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی۔ (لقمٰن:12)

وَلٰـكِنۡ كُوۡنُوۡا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنۡتُمۡ تُعَلِّمُوۡنَ الۡكِتٰبَ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَدۡرُسُوۡنَ ۙ‏ ﴿۷۹﴾

ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو۔ (آل عمران:79)

لَوۡلَا يَنۡهٰٮهُمُ الرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ عَنۡ قَوۡلِهِمُ الۡاِثۡمَ ...... ﴿۶۳﴾

انہیں کیوں نہیں منع کرتے اُن کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے (سے)۔ (المائدۃ:63)

کہا جاتا ہے کہ (الرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ) سے اُن کے فقہاء اور علماء مراد ہیں۔

وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا ؕ وَكَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾

اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جبکہ انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین لاتے تھے۔ (السجدة :24)

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ .... وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام.............اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ (الفرقان:74,63)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اوراس طرح کی دیگر قرآنی آیات جن میں علماء کرام کی تعریف کی گئ ہے علماء کرام کی فضیلت ظاہر کرتی ہیں اور بے شک اللہ پاک نے انہیں مخلوق کے لیے امام بنایا ہے تاکہ وہ ان کی اقتداء کریں۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ پاک کے فرمان: **یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ--- ﴿۲۶۹﴾** اللّٰہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے ---(البقرة:269) کے متعلق مروی ہے کے حکمت سے علم و فقہ مراد ہے۔ (تفسير البغوي،ج1،ص373)

اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ ---- ﴿۲۲﴾ ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا۔ (یوسف:22)

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ہی مروی ہے کہ اس آیت میں حکم اور علم سے مراد فقہ، عقل اور علم ہے۔

(تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم،ج9،ص2952)

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی۔ (لقمٰن:12)

انہی سے مروی ہے کہ یہاں حکمت سے عقل، فقہ اور نبوت کے بغیر قول کی درستگی مراد ہے۔ (تفسیر طبری،ج20،ص134)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ ---﴿۵۹﴾ اے ایمان والو حکم مانو اللّٰہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔(النساء:59) اس آیت میں اُولِی الْاَمْرِ سے فقہ و بھلائی والے مراد ہیں۔امام مجاہد سے مروی ہے کہ اس سے فقہاء وعلماء کرام مراد ہیں۔ (الدر المنثور،ج2،ص575)

مصنف علیہ الرحمۃ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی قول روایت کیا ہے۔

دنیا وآخرت میں علماء کرام کی فضیلت پر مبنی احادیث وآثار

علماء کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں شب میں چاند کی فضیلت سارے تاروں پر اور علماء انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کے وارث ہیں انبیاء کرام نے کسی کو دینارو درہم کا وارث نہ بنایا انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔ (سنن أبي داود،کتاب العلم،باب الحث علی طلب العلم،ج3،ص317،الحدیث:3641)

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ سخت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین میں سمجھ سے افضل کسی شے کے ذریعے اللہ عزوجل کی بندگی نہیں کی گئی اور ضرور ایک فقیہ شیطان پر ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ سخت ہے اور ہر شے کے لئے ستون ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔ (المعجم الأوسط،باب الميم من اسمه:محمد،ج6،ص194،الحديث:6166)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔ (سنن الترمذي،ابواب العلم،باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة،ج5،ص48،الحديث:2681)

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت کیوں ہے؟

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے: ہم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب یعنی حضرت طاؤس، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہم مسجد میں حلقہ بنائے بیٹھے تھے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص ہمارے پاس آیا اور پوچھنے لگا: آپ میں کوئی مفتی ہے؟ ہم نے کہا سوال کرو اس نے کہا: جب بھی میں پیشاب کرتا ہو تو اس کے بعد اُچھل کر نکلنے والا پانی آتا ہے؟ ہم نے پوچھا: وہ پانی جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں ہم نے کہا: تم پر غسل کرنا ضروری ہے پھر وہ آدمی اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے ہوئے واپس لوٹا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلدی سے نماز مکمل کی اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: اس آدمی کو میرے پاس لاؤ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: مجھے بتاؤ کہ تم نے اس شخص کو جو فتویٰ دیا ہے کیا وہ کتابُ اللہ سے دیا ہے؟ ہم نے عرض کی نہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان سے دیا ہے؟ ہم نے عرض کی نہیں فرمایا کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فرمان سے دیا ہے؟ ہم نے عرض کی نہیں

فرمایا: پھر کس سے دیا ہے؟ ہم نے کہا اپنی رائے سے تو آپ نے فرمایا کہ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے اتنے میں وہ سائل آگیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: مجھے بتاؤ کہ جب وہ پانی نکلتا ہے تو کیا تم عضو تناسل میں شہوت محسوس کرتے ہو؟ اس نے عرض کی نہیں فرمایا کیا دل میں شہوت پاتے ہو؟ اس نے عرض کی نہیں فرمایا کیا جسم میں سستی پاتے ہو؟ اس نے عرض کی نہیں فرمایا یہ قطرے آنے کا مرض ہے تجھے اس کی وجہ سے وضو کرنا کافی ہے۔

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف،ذكر الوضوء من المذي---الخ،ج1،ص135،الحديث:24)

دین کی سمجھ

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء کرام کی یہ شان کیوں نہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(سنن ابن ماجه،باب فضل العلماء والحث على طلب العلم،ج1،ص80،الحديث:221)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہی حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ، حضرت امیر معاویہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی سے روایت کی ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے ان سے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو انہیں دین کا فقیہ بنا دیا اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرمایا تو وہ بندوں کے لیے ہدایت کے چراغ اور شہروں کے لیے روشنی کے مینار بن گئے۔

علماء زمین میں ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک علماء کی مثال زمین میں ایسی ہے جیسے آسمان کے ستاروں کی مثال کہ ان کے ذریعے خشکی اور سمندر کے

اندھیروں میں رہنمائی لی جاتی ہے تو جب ستارے مٹ جائیں گے تو قریب ہے کہ راستہ بتانے والے بھٹک جائیں۔

(مسند الامام احمد بن حنبل،مسند أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه،ج20،ص52،الحديث:12600)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: بے شک علماء کی مثال زمین میں ایسی ہے جیسے آسمان کے ستاروں کی مثال جن کے ذریعے رہنمائی لی جاتی ہے۔ (لم اجد)

علم کی مثال

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ کر بھیجا: علم کی مثال ان چشموں کی طرح ہے جنہیں لوگ ڈھانپ دیتے ہیں کوئی اسے نکال کر جاری کر دیتا ہے تو کئی لوگوں کو اللہ پاک اس سے فائدہ پہنچاتا ہے اور بے شک ایسی حکمت جس کے ساتھ گفتگو نہ کی جائے ایسے جسم کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو اور علم جسے پھیلایا نہ جائے اس خزانے کی طرح ہے جسے خرچ نہ کیا جائے اور علم سکھانے والے کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے تاریک راستے میں چراغ جلا دیا جس سے راہگیر روشنی حاصل کرتے اور اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔

(سنن الدارمي،باب البلاغ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وتعليم السنن،ج1،ص461،الحديث:576)

علماء کے بغیر منزل تک پہنچنا ممکن نہیں

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تمہارا اس راستے کے بارے میں کیا خیال ہے جس میں کثیر آفات ہوں اور لوگ اندھیری رات میں اس پہ چلنے پر مجبور بھی ہوں اور اس راستے میں چراغ نہ ہونے کی وجہ سے لوگ حیران و پریشان سر گرداں ہوں پھر اللہ تعالیٰ انہیں اس راستے میں ایسے چراغ فراہم کر دے جو انہیں روشنی دیں تو وہ اس راستے سے عافیت و سلامتی کے ساتھ گزر جائیں پھر کچھ لوگ اور آئیں جنہیں اسی راستے سے گزرنا ہو وہ اس پر چلیں تو اسی دوران وہ چراغ بجھا دیئے جائیں اور وہ

اندھیرے ہی میں رہ جائیں تو ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ (کیا یہ خیریت سے منزل پر پہنچ جائیں گے؟)

لوگوں میں علماء کرام کی مثال بھی انہی چراغوں جیسی ہے کہ بہت سے لوگ فرائض کی ادائیگی، حرام سے بچنا اور اللہ پاک کی عبادت کرنا سب علماء کرام کے ذریعے ہی جانتے ہیں تو جب علماء کرام فوت ہو جائیں گے تو لوگ حیران و پریشان ہو جائیں گے اور ان کی موت کے سبب علم مٹ جائے گا، جہالت ظاہر ہو جائے گی تو اس سے بڑھ کر مسلمانوں پر کون سی مصیبت ہو گی؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

میرے ماں باپ علماء پر قربان

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تم پر لازم ہے کہ علم کے رخصت ہونے سے پہلے علم سیکھو بے شک علم کا جانا اہل علم کی موت کے سبب ہو گا عالم کی موت ایسی ہے جیسے کوئی ستارہ جھڑ جائے عالم کی موت ایسی دراڑ ہے جو پُر نہیں ہو سکتی اور ایسا شگاف ہے جسے بند نہیں کیا جا سکتا میرے ماں باپ علماء پر قربان ہو جائیں جب میں ان سے ملاقات کروں تو وہ میری توجہ کا مرکز ہیں اور جب میں ان سے نہ مل سکوں تو وہ میرا گمشدہ خزانہ ہیں لوگوں میں بھلائی انہی کے سبب ہے۔ (لم اجد)

علم کیسے اٹھایا جائے گا

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علم کھینچ کر نہ اُٹھائے گا کہ بندوں سے کھینچ لے بلکہ علماء کی وفات سے علم اُٹھائے گا حتی کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے جن سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم فتویٰ دیں گے خود گمراہ ہوں گے دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

(صحیح البخاري، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، ج1، ص31، الحدیث:100)

کوئی عالم فوت ہوگا تو!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ پاک لوگوں کو علم عطا فرمانے کے بعد واپس نہ لے گا لیکن علماء فوت ہو جائیں گے تو جب بھی کوئی عالم فوت ہوگا تو وہ اپنے علم کو بھی ساتھ ہی لے جائے گا یہاں تک کہ جاہل لوگ رہ جائیں گے پھر گمراہ ہو جائیں گے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،باب ذهاب العلم،ج1،ص201،الحديث:983)

حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کیسے کم ہوگا؟ پھر فرمایا: جیسے جانور کا موٹاپا رفتہ رفتہ کم ہوتا ہے اور جیسے کپڑا زیادہ پہننے سے ناقص ہوتا ہے اور جیسے درہم زیادہ چلنے سے گھس جاتا ہے ایسے کبھی کسی قبیلے میں دو عالم ہوں گے تو ایک کی وفات سے آدھا علم رخصت ہو جائے گا اور دوسرے کی وفات سے سارا ہی علم رخصت ہو جائے گا۔

(المدخل إلى السنن الكبرى،باب ترك الحكم بتقليد أمثاله من أهل العلم---الخ،ج1،ص454،الحديث:859)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشعار کہے:

كَلَامُ الْحَكِيمِ حَيَاةُ الْقُلُوبِ — كَوَبْلِ السَّمَاءِ غِيَاثُ الْأُمَمْ

فَنُطْقُ الْحَكِيمِ جِلَاءُ الظَّلَامِ — وَصَمْتُ الْحَكِيمِ دُعَاءُ الْحِكَمْ

حَيَاةُ الْحَكِيمِ جِلَاءُ الْقُلُوبِ — كَضَوْءِ النَّهَارِ يُجَلِّي الظُّلَمْ

حکیم یعنی عالمِ باعمل کا کلام دلوں کی جِلا ہے جیسے بارش لوگوں کی زندگی لیے مددگار ہے اور اس کی گفتگو اندھیروں میں روشنی ہے اور عالم کی خاموشی حکمت کا خزانہ ہے جیسے دن کی روشنی اندھیرے کو روشن کر دیتی ہے ایسے ہی عالم کی زندگی دلوں کو جِلا بخشتی ہے۔

دنیا وآخرت میں علم کے کثیر فوائد

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: علم سیکھو کہ اللہ کی رضا کے لئے علم سیکھنا خشیت، طلب عبادت، تکرار تسبیح، تلاش جہاد، جاہل کو سکھانا صدقہ اور اہل کو سکھانا نیکی ہے کیونکہ علم حلال وحرام کی پہچان کرواتا ہے، وحشت میں اَنیس، تنہائی کا ساتھی، خوشی غمی میں رہنما، دوستوں میں زینت، اجنبیوں میں باعثِ قُرب ہے اس کے ذریعے اللہ پاک قوموں کو بلندی عطا فرماتا اور مخلوق کا رہنما و امام بنا دیتا ہے تو لوگ ان کی اتباع کرتے اور ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں، ان کی رائے کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں، ملائکہ ان سے محبت میں رغبت کرتے اور اپنے پَروں سے ان کو چُھوتے ہیں یہاں تک کہ ہر خشک و تر یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور سمندری مخلوق، خشکی کے درندے و چوپائے، آسمان اور اس کے ستارے سب ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں کیونکہ علم دلوں کے اندھے پن کے بعد ان کی حیات، اندھیرے میں آنکھوں کا نور، کمزوری میں بدن کی قوت ہے، غلام علم کے ذریعے آزاد لوگوں کے مرتبے، بادشاہوں کی ہم نشینی اور دنیا وآخرت میں بلند مقام پالیتا ہے علم میں غور و فکر روزوں کے برابر، تکرار قیام کے برابر ہے اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، عبادت، صلہ رحم اور حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے، علم عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع، سعادت مندوں کو علم اِلہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ (حلیة الأولیاء، ج1، ص238)

مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک عالم کے لئے ہر شے یہاں تک کہ سمندر میں مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں۔

(سنن ابن ماجه، باب ثواب معلم الناس الخیر، ج1، ص87، الحدیث:239)

انہی سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ جب بھی علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے تو وہ اس کے سبب جنت کے راستے پر چل پڑتا ہے اور بے شک فرشتے طالبِ علم کی خوشنودی کے لیے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لئے آسمانوں اور زَمین میں موجود تمام مخلوق یہاں تک کہ مچھلیاں سمندر میں بخشش کی دعا کرتی ہیں۔

(سنن أبي داود،كتاب العلم،باب الحث على طلب العلم،ج3،ص317،الحديث:3641)

فرشتوں کی علم سے محبت

حضرت صَفوان بن عسّال مُرادِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں علم حاصل کرنے آیا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علم کے طالب تجھے خوش آمدید بے شک طالب علم کو ملائکہ ڈھانپ لیتے ہیں اور اپنے پَروں سے اس پر سایہ کرتے ہیں پھر اتنے کثیر ہو جاتے ہیں کہ آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ ایسا علم کی محبت کی وجہ سے کرتے ہیں۔

(جامع بيان العلم وفضله،ج1،ص155،الحديث:162)(كنز العمال،كتاب العلم،الباب الأول في الترغيب فيه،ج10،ص160،الحديث:28828)

حضرت زِر بن حُبَیش فرماتے ہیں: میں صَفوان بن عَسّال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے استفسار فرمایا: کونسی شے تجھے یہاں لائی ہے؟ میں نے عرض کی علم کی طلب میں آیا ہوں تو فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے جو شخص گھر سے علم سیکھنے نکلتا ہے تو فرشتے اس کے عمل سے خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه،باب فضل العلماء والحث على طلب العلم،ج1،ص82،الحديث:226)

طالبِ علم کے لئے جنت کا راستہ آسان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو علم کی طلب میں کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔

(سنن أبي داود، كتاب العلم، باب الحث على طلب العلم، ج3، ص317، الحديث:3643)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو علم کی طلب میں نکلا وہ واپس لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہے۔ (سنن الترمذي، باب فضل طلب العلم، ج5، ص29، الحديث:2647)

علماء شفاعت کریں گے

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پھر علماء پھر شہداء شفاعت کریں گے۔

(سنن ابن ماجه، باب ذكر الشفاعة، ج2، ص1443، الحديث:4313)

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً سے مراد

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اے ربّ ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا (البقرة:201) کے متعلق فرمایا: دنیا میں بھلائی سے علم و عبادت اور آخرت میں بھلائی سے جنت مراد ہے۔

(تفسير طبري، ج4، ص205)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں: علماء کرام کی ہر حال میں بڑی فضیلت ہے ان کا علم حاصل کرنے کے لئے نکلنا اور آپس میں علم کے لئے بیٹھنا اور ایک دوسرے سے علمی مذاکرہ کرنا ان سب باتوں میں ان کے لئے بڑی

فضیلت ہے ان سے جو علم سیکھتے ہیں اور جنہیں وہ علم سکھاتے ہیں اس میں ان کے لئے فضیلت ہی فضیلت ہے تحقیق اللہ نے علماء کرام کے لیے لئے کثیر جہات سے خیر کو جمع فرما دیا ہے۔اللہ پاک ہمیں اور انہیں علم سے نفع عطا فرمائے۔

عالم اور طالب علم دونوں اجر میں شریک

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم کے چھن جانے اور اُٹھا لئے جانے سے پہلے علم حاصل کر لو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیانی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر ارشاد فرمایا: عالم اور طالبِ علم دونوں اجر میں شریک ہیں ان کے سوا بقیہ لوگوں میں کوئی خیر نہیں۔

(سنن ابن ماجه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم،ج1،ص83،الحديث:228)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: عالم اور طالب علم دونوں اجر میں شریک ہیں ان کے سوا بقیہ لوگ ناسمجھ ہیں جن میں کوئی خیر نہیں۔ (جامع بيان العلم وفضله،ج1،ص134)

چار اشخاص کا اجر موت کے بعد بھی جاری

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار اشخاص کا اجر ان کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے اللہ کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والا، جس نے علم سکھایا تو جب تک اس کے سکھائے ہوئے علم پر عمل کیا جاتا رہے گا اس کے لئے ثواب جاری رہے گا جس نے صدقہ دیا تو جب تک وہ صدقہ باقی رہے گا اس کا اجر جاری رہے گا جس نے چھوٹے بچے چھوڑے اور وہ اس کے لیے دعا کرتے رہے۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل،ج36،ص585،الحديث:22247)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: بھلائی سکھانے والا اور سیکھنے والا دونوں کے لئے ہر شے یہاں تک کہ مچھلی سمندر میں استغفار کرتی ہے۔ (سنن الدارمي، باب الترغيب في طلب العلم والحث عليه، ج1،ص363،الحديث:355)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: إِنَّ مُعَاذًا كَانَ أُمَّةً قَانِتًا بے شک معاذ رضی اللہ عنہ ایک امام ہیں اللہ کے فرماں بردار ان سے پوچھا گیا یہ صفت تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قرآن میں بیان کی گئی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک ہم معاذ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ قرار دیتے تھے، آپ سے پوچھا گیا: قانت کون ہوتا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار۔

(المستدرك على الصحيحين، ج3،ص305،الحديث:5189،ملتقطا)

علم سیکھنا اور سکھانا صدقہ ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ کی رضا کے لئے علم سیکھنا اور سکھانا صدقہ ہے۔ (الزهد والرقائق لابن المبارك، ج1،ص487،الحديث:1385)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے علماء کرام کی فضیلت اور جو خصائص اللہ نے انہیں بقیہ مسلمانوں پر عطا فرمائے ہیں ان کو اس اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا ہے کہ ان میں غور و فکر کرنے والے کے لئے اس میں یہ نصیحت موجود ہے کہ وہ اپنے آپ پر علم سیکھنے کو لازم کر لے تاکہ وہ بھی ان کے ساتھ ان فضائل میں شریک ہو جائے اور یہ اللہ پاک کی توفیق سے ہی ممکن ہے۔

اگر کوئی پوچھے کہ جس نے علم سیکھا اسے یاد کیا اور اس میں غور و فکر کیا تو کیا وہ اس مذکورہ فضیلت میں داخل ہوگا؟ تو میں کہتا ہوں مجھے امید ہے کہ اللہ ہر اس مسلمان کو جو بھلائی اور علم طلب کرے اس کو اس خیر سے محروم نہیں کرے گا جس کا اس نے علماءِ کرام سے وعدہ فرمایا ہے۔ لیکن

علماءِ کرام کے کچھ اوصاف واخلاق بیان کئے گئے ہیں جو ہم ذکر کرتے ہیں تاکہ اہلِ علم میں سے جو ان اوصاف میں غور کرے اور پھر اپنے بارے میں غور و فکر کرے تو اگر وہ ان اوصاف کو اپنے اندر پائے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر یہ اوصاف اس میں نہ پائے جائیں تو جان لے کہ اس کا علم اس کے خلاف حجت ہے وہ اللہ سے بخشش کا سوال کرے اور جلد حق کی طرف رجوع کرے۔ اللہ پاک ہی توفیق کا مالک ہے۔

اُن علماء کے اوصاف کا بیان جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے علم سے دنیا و آخرت میں نفع عطا فرمایا

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عالم کی کئی صفات اور مختلف احوال و مراتب ہیں جن میں ان صفات وآداب کا لحاظ بہت ضروری ہے تو ہر حال کے مطابق اوصاف کو لازمی اپنائے۔

1) دورِ طالب علمی کے اوصاف اور علم کیسے حاصل کرے؟
2) جب اسے کثیر علم حاصل ہو جائے تو کون سے اوصاف اس پر لازم ہیں؟
3) جب علماءِ کرام کی مجلس میں بیٹھے تو کیسے بیٹھے؟
4) جب علماء کرام سے علم سیکھے تو کیسے سیکھے؟
5) جب کسی کو علم سکھائے تو کیسے سکھائے؟
6) جب کسی سے مناظرہ کرنا پڑ جائے تو کیسے مناظرہ کرے؟
7) جب فتویٰ دے تو کس طرح دے؟
8) اُمراء کے ساتھ بیٹھنا پڑ جائے تو کن باتوں کا لحاظ کرے؟
9) کس کے پاس بیٹھے اور کس کے پاس نہ بیٹھے؟
10) بے علم حضرات کے ساتھ اس کا انداز کیسا ہو؟

11) اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق کیسا ہو اور کس طرح اُس کی عبادت کرے؟

اپنے اندر ایسی صفات پیدا کرے کہ جو اس پر لازم حقوق کو ادا کرنے میں اس کو تقویت دیں اور اس کے دِین میں آنے والی آفت کے شر سے بچا لیں ان اشیاء کا عالم ہو جن کے ذریعے نیکیاں کی جاسکیں اور برائی سے بچا جاسکے اچھے اخلاق اپنے اندر راسخ کرے اور برے اخلاق سے دُور رہے۔

طالبِ علم کی صفات کا بیان

طالب علم کو چاہیئے کہ وہ یہ جان لے کہ اللہ پاک نے اس پر اپنی عبادت فرض کی ہے اور درست عبادت صرف علم کے ذریعے ہی ممکن ہے اور یہ بھی جان لے کہ علم سیکھنا اس پر فرض ہے مومن کے لیے لئے جہالت اچھی چیز نہیں پس وہ علم اس لیے حاصل کرے تاکہ اپنے آپ سے جہالت کو دور کرے اور اللہ پاک کی اس طرح عبادت کرسکے جیسے اس کا حکم ہے نہ کہ جس طرح اس کا نفس چاہے علم کی طلب کے لیے کوشش کرنے میں اس کا یہی ارادہ اخلاص کے ساتھ ہو اور اپنی کوشش کو ذاتی فضیلت نہ سمجھے بلکہ اپنے اوپر اللہ پاک کا فضل جانے کیوں کہ اسی نے اسے علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے جس کے ذریعے یہ فرائض کی ادائیگی کرے گا اور اللہ پاک کی حرام کی ہوئی اشیاء سے بچ سکے گا۔

علمائے کرام کی مجلس کی طرف جانے کے آداب

طالب علم نرمی حلم و وقار اور ادب کے ساتھ چلے اور اپنے چلنے میں ہر بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کرے کبھی تنہائی کو پسند کرے تو کبھی قرآن کی تلاوت کرے کبھی ذکر میں مشغول ہو تو کبھی اپنے آپ کو اللہ پاک کی نعمتیں یاد دلا کر اپنے آپ سے ان نعمتوں کے شکر بجالانے کا تقاضا کرے اور اللہ پاک سے اپنی سماعت، بصارت، زبان اور نفس و شیطان کے شر سے پناہ مانگتا رہے راستے میں اگر لوگوں سے ملنا پڑ جائے تو صرف اُسی سے ملاقات کرے جس

سے اس کو نفع حاصل ہو اور **تین طرح کے لوگوں کی ہی صحبت اختیار کرے۔**

1. ایسا شخص جو اس سے زیادہ علم رکھتا ہو تو اس سے بھلائی سیکھے۔
2. ایسا شخص جو علم میں اس کے برابر ہو تو اس سے علم کی تکرار کرے تاکہ اُس علم کو بھول نہ جائے جس کو بھولنا نہیں چاہئے۔
3. ایسے شخص کی صحبت اختیار کرے جس سے یہ خود زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کو علمِ دین سکھائے اور سکھانے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیشِ نظر رکھے۔

ان تین افراد کے پاس زیادہ بیٹھنے سے نہ اُکتائے بلکہ ان کی صحبت سے برکت حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس بیٹھنے کو پسند کرے اور اپنے آپ کو انہی کاموں یعنی علم سیکھنے سکھانے میں ہی مصروف رکھے اور ناحق بات میں مشغول ہونے سے ڈرے اور اپنے دشمن شیطان سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے تاکہ وہ قبیح و ممنوع اُمور کو اس کے لئے مزین نہ کر دے، کثرت کے ساتھ علمِ غیرِ نافع سے اللہ پاک کی پناہ مانگے اور علمِ نافع کا سوال کرے۔ قرآن پاک کی تلاوت کرنے میں اللہ پاک کے اَمر و نہی کو سمجھنے، احادیث و آثار کو یاد کرکے سمجھنے کی خوب کوشش کرے سمجھ اس لئے ضروری ہے تاکہ ناسمجھی میں احکام پر عمل نہ رہ جائے اور علم سے ادب سیکھے، لایعنی باتوں سے طویل خاموشی اختیار کرے یہاں تک کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والا اس کی گفتگو کا مشتاق ہو اگر علم میں اضافہ ہو تو علم کے اپنے خلاف حجت بننے سے خوفزدہ ہو اور علم کے متعلق (آخرت کی پوچھ گچھ سے) ڈرتا رہے جب جب اس کا علم بڑھے تو اس کا خوف بھی بڑھنا چاہئے اگر کوئی علم کی بات اس کے سننے سے رہ گئی اور کسی دوسرے نے سن لی اور یہ اس پر غمگین ہوا تو یہ غم بھی غفلت کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے بلکہ نفس سے جنگ کرے اور اس غم پر اس کا محاسبہ

کرے اور نفس سے سوال کرے کہ تو کیوں غمگین ہوا؟ اے نفس! تجھے اپنے اوپر غمگین ہونا چاہیے جب تیرے غیر نے وہ علمی بات سنی اور تو نہ سن سکا تو تجھے چاہیے تھا کہ جو علم تو نے اب تک سنا اور اس پر عمل نہ کیا اس پر افسوس کرے کہ اس کے سبب تیرے خلاف اللہ تعالیٰ کی حجت ثابت ہو چکی تیرا اپنی بے عملی پر غم کرنا مزید علم نہ سن سکنے پر غم کرنے سے زیادہ بہتر ہے شاید کے اگر تو مزید علم حاصل کر لیتا تو اللہ تعالیٰ کی حجت تیرے اوپر مزید پختہ ہو جاتی تو اللہ پاک سے اس غم پر استغفار کر اور اپنے کریم رب سے دعا کر کہ جو علم حاصل کر لیا ہے اللہ تعالیٰ اسے علمِ نافع بنائے۔

علماءِ کرام کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب

طالب علم جب علماء کرام کی مجلس میں بیٹھے تو ادب اور دِلی عاجزی کے ساتھ بیٹھے اپنی آواز ان کی آواز سے پست رکھے ان سے عاجزی کے ساتھ سوال کرے اور اکثر ان چیزوں کے متعلق سوال کرے جس کے ذریعے اللہ پاک کی عبادت کر سکے اور انہیں یہ بتائے کہ میں علم کا محتاج ہوں جب ان سے علم حاصل کر لے تو انہیں یہ باور کرائے کے مجھے ان سے کثیر بھلائی حاصل ہوئی ہے پھر ان کا شکریہ بھی ادا کرے اگر وہ اس پر اظہارِ ناراضی کریں تو یہ ان سے ناراض نہ ہو بلکہ اس سبب پر غور کرے جس کی وجہ سے وہ اس پر ناراض ہوئے اور اس سبب کو آئندہ کے لئے ترک کر دے، سوال کرنے میں ان کو ملال میں نہ ڈالے تمام اُمور میں نرمی سے کام لے علماءِ کرام سے اس طرح بحث نہ کرے جس سے یہ اظہار ہو کہ تو ان سے زیادہ علم والا ہے بلکہ پوری کوشش و انتہائی انکساری کے ساتھ علماءِ کرام سے فائدہ حاصل کرے، نہ علماءِ کرام سے جھگڑا کرے اور نہ بے وقوفوں سے اُلجھے، علماءِ کرام کے ساتھ خوب ادب و تعظیم کے ساتھ پیش آئے یہاں تک کہ ان سے وہ باتیں سیکھے جو دین کی سمجھ بوجھ میں اضافے کا باعث ہوں۔

علمی شہرت کے وقت آداب

عاجزی وانکساری:

اللہ تعالیٰ جب مسلمانوں میں اس کو اہلِ علم ہونے کی حیثیت سے شہرت عطا فرمائے اور لوگ اس کے علم کے محتاج ہوں تو اسے چاہیے کہ عالم وغیرِ عالم ہر ایک کے لئے اپنے اوپر عاجزی وانکساری کو لازم کر لے کیوں کے اپنے جیسے اہلِ علم کے لئے عاجزی کرنے سے آپس میں محبت پیدا ہو گی اور علماء کرام کے لئے عاجزی کرنا تو ضروری ہی ہے کیوں کہ علم علماءِ کرام کے لئے عاجزی کرنا ہی سکھاتا ہے اپنے سے کم علم والوں کے لئے عاجزی کرنا اس وجہ سے ہے کہ علم کی فضیلت و بزرگی اللہ تعالیٰ اور عقلمندوں کے نزدیک اسی عاجزی سے ہے۔

رضائے الٰہی:

تو وہ اپنے علم کے سبب علم، صدق اور حسنِ نیت میں اللہ پاک ہی کی رضا چاہے۔ علم کے ذریعے بادشاہوں کے پاس کوئی مقام و مرتبہ طلب نہ کرے اور نہ اس کا علم اسے اُن کے پاس لے کر جائے، نااہل کو علم سکھانے سے بچے، علم کے ذریعے مال و دولت حاصل نہ کرے اور نہ ہی اس کے ذریعے دنیاوی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرے دنیا داروں کو قریب اور غریبوں کو دُور نہ کرے بلکہ دنیاداروں سے دُور رہے اور فقراء اور نیک لوگوں کے لیے عاجزی کرے تاکہ ان کو بھی علم سکھا سکے۔

سائل پر نرمی و شفقت

اپنی علمی شہرت کے بعد اگر علم کی مجلس سجائے تو اپنے پاس بیٹھنے والوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور سائل سے نرمی اور اچھے اخلاق سے پیش آئے اور برے و گھٹیا اخلاق سے دُور رہے اور کُند ذہن کو صبر کے ساتھ اچھی طرح سمجھائے یہاں تک کہ وہ مکمل جواب سمجھ جائے۔ جاہل کی نازیبا حرکت پر صبر و حلم سے کام لے، اپنے پاس بیٹھنے والوں کو اچھے آداب کی تعلیم دے

انہیں بے مقصد کاموں میں مصروف دیکھ کہ چھوڑ نہ دے بلکہ منع کرے اور انہیں خاموشی کے ساتھ علمی گفتگو سننے کا حکم دے ان میں سے اگر کوئی ایسے مذموم اخلاق اپنا رہا ہو جو اہلِ علم کے لائق نہیں تو اسے براہ راست نہ ڈانٹے بلکہ کنایۃً سمجھائے جیسے "اہلِ علم و ادب کو ایسی ایسی بات زیب نہیں دیتی اور اہلِ علم کو اس اس طرح کی باتوں سے دور رہنا چاہیے" تاکہ وہ شخص خود ہی سمجھ جائے کہ مجھے ہی سمجھایا جارہا ہے اور نرمی کی بدولت جلد اصلاح کی طرف مائل ہو جائے اگر کوئی بے مقصد سوال کرے تو اسے اس طرح کے سوالات کرنے سے منع کرے اور بامقصد سوال کرنے کا کہے، اگر محسوس کرے کہ اہلِ مجلس کو علم کی ضرورت ہے اور وہ اس سے غافل ہیں تو خود ہی ان کو علم سکھانا شروع کر دے اور انہیں علم کی ضرورت کا خوب اِحساس دلائے۔

سائل کو اتنی سختی اور بری طرح نہ ڈانٹے کہ اسے رُسوا ہی کر دے اور اپنی عزت و وقار اس کے دل سے ختم کر ڈالے سائل کو مسئلہ مکمل بیان کرنے کی گنجائش دے تاکہ وہ مکمل مسئلہ بیان کرسکے اور یہ خود بھی سائل کی مراد کو سمجھ لے اسے فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے بچنے کے ضروری علم کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائے جس سائل کے بارے میں سمجھے کہ اُسے اس علم کی ضرورت ہے تو ہی اسے جواب دے اور جس کو سمجھے کہ اس کا ارادہ محض جھگڑنا ہے تو اس کو جواب نہ دے جن باتوں (موت و قیامت، گناہوں کی سزا) کو وہ بعید سمجھے اس کو حکمت اور اچھی نصیحت سے سمجھائے کہ وہ قریب ہی ہیں۔ جاہل کا جواب حلم کے ذریعے خاموشی کے ساتھ دے اور علم و حکمت کو خیر خواہی کی نیت سے پھیلائے یہ مذکورہ اور اس سے ملتے جلتے دیگر اخلاق اہل مجلس کے ساتھ عالم کے آداب ہیں۔

سائل کو جواب دینے کے آداب

جب سائل کوئی مسئلہ دریافت کرے تو جواب معلوم ہو تو دے اور جواب قرآن و حدیث اور اجماع سے دے اور اگر کوئی مختلف فیہ مسئلہ پوچھے تو

خوب تلاش و تحقیق کرے اور اگر اس بارے میں قولِ صحابی یا ان کے بعد کسی فقیہ کا قول نہ ملے تو وہ جواب اختیار کرے جو کتاب و سنت واجماع کے زیادہ مطابق ہو اور اگر اس بارے میں قولِ صحابی یا ائمۃ المسلمین کا قول مل جائے تو وہی جواب دے اور اگر اس کی اپنی رائے اقوالِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا فقہاء کرام کے خلاف ہو تو اپنی رائے کو متہم ٹھرائے اور ان کے اقوال سے باہر نہ نکلے بلکہ اپنے سے بڑے یا اپنے مثل عالم سے اس بارے میں پوچھے یہاں تک کہ حق اس پر منکشف ہو جائے اور اپنے پروردگار سے درستگی اور حق کو پانے کی توفیق مانگتا رہے جب کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کے متعلق نہ جانتا ہو تو لا اَعلَمُ یعنی میں نہیں جانتا کہنے سے ہرگز نہ شرمائے اگر کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جائے جس کے جواب سے مسلمانوں میں فتنہ فساد ہو تو اس کے جواب سے معذرت کرلے اور سائل کو نرمی سے اس سے اہم مسئلہ کی طرف رہنمائی کردے فتوی دینے کے بعد اپنی غلطی معلوم ہو جائے تو رجوع کرنے سے عار محسوس نہ کرے اگر اس کے جواب کا کوئی اس سے علم میں بڑا یا اس جیسا یا اس سے کم علم والا ہی رد کردے اور اسے معلوم ہو جائے کہ اُس کا رد دُرست ہے تو اپنے جواب سے رجوع کرلے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور ان کا بھی شکریہ ادا کرے اگر کوئی ایسا سوال کرے جس کا جواب اس پر مشتبہ ہو تو کہہ دے کہ کسی اور سے پوچھ لیں اور جواب معلوم نہ ہو تو تکلف نہ کرے (یعنی اپنے پاس سے بنا کر جواب نہ دے) بدعات سے بچے اور کسی بدمذہب کی بات پر توجہ نہ دے، نہ ان کے ساتھ بیٹھنے پر راضی ہو اور نہ اس سے اُلجھے، قرآن و حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور ائمہ المسلمین رحمھم اللہ المبین کے اقوال سے ہی دلیل پکڑے اتباع کا درس دے اور بدعات سے منع کرے علماءِ کرام سے نہ جھگڑے اور نہ ہی بے وقوفوں سے اُلجھے۔

تلاوتِ قرآن سے اس کا مقصد فہمِ قرآن ہو اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے میں بھی اصل مقصد ان کے معانی کی سمجھ ہو تاکہ جو حکم

اس پر اللہ کی طرف سے لازم ہے وہ رہ نہ جائے اور رب تعالیٰ کا قرب کیسے حاصل ہو اس کو جان سکے، غافلوں کو نصیحت کرے اور جاہلوں کو علم سکھاتا رہے، علم و حکمت کی بات اہل کو ہی سکھائے اور نااہل کو منع کر دے اس کی مثال طبیب کی سی ہے کہ وہ دوا اُسی کو دیتا ہے جس کے بارے میں جانتا ہے کہ اسے دوا سے فائدہ ہو گا۔ یہ اور اس کے مشابہ دیگر اچھے اوصاف اس میں ہونے چاہیں۔

جب اللہ پاک اس کو لوگوں میں اہلِ علم مشہور کر دے تو جب جب اس کا علم بڑھے تو عاجزی میں بھی اضافہ ہو اللہ پاک سے ہی رفعت کا طلبگار ہو اور علم کی وجہ سے جو واجبات اس پر لازم ہو گئے ہیں ان کی ادائیگی کے بارے میں شدید خوف محسوس کرتا رہے۔

مناظرے کے آداب

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جان لو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے ہمیں اور تمہیں ہدایت کی توفیق دے وہ عقلمند عالم جسے اللہ پاک نے دین کی سمجھ عطا فرمائی اور علمِ نافع عطا فرمایا اسے چاہیے کہ جھگڑا نہ کرے اور نہ کسی سے اُلجھے اور نہ علم کے ذریعے کسی پر غالب آنے کی کوشش کرے سوائے اس کے جو علمِ شافی کے ذریعے مغلوب کرنے کا حق دار ہو کہ عالم کو کبھی کسی گمراہ سے مناظرہ کرنے کی حاجت بھی پیش آجاتی ہے تاکہ وہ حق کے ذریعے حق کے مخالف اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہونے والے کے باطل نظریات کا رد کرے اور اس کا گمراہ پر غالب آنا مسلمانوں کے لیے باعثِ برکت ہوتا ہے اس طرح کا مناظرہ ضرورت کے پیشِ نظر ہوتا ہے نہ کہ اپنے اختیار سے کیونکہ عقل مند عالم کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ گمراہوں کے پاس نہیں بیٹھتا اور نہ ان سے جھگڑتا ہے البتہ علم وفقہ اور احکامِ شرعیہ میں مناظرے نہ کرے۔

اگر کوئی کہے کہ اگر عالم کو کسی ایسے مسئلے کی ضرورت پیش آجائے جس میں علماء کرام کے اختلاف کی وجہ سے اس کو اِشکال ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ علماء کرام کے پاس بیٹھے اور ان سے مناظرہ (بحث مباحثہ) کرے تاکہ صحیح قول کو جان سکے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس کا علم پختہ نہیں ہوگا؟ تو جواب میں اسے کہا جائے گا کہ اسی دلیل سے اس کا دشمن شیطان خواہش کی پیروی کرنے والے نفس پر راہ پائے گا اور کہے گا اگر تم نے مناظرہ و مجادلہ نہ کیا تو تم فقیہ نہیں بن سکوگے تو اس دلیل کو وہ اس کے ممنوع مجادلے کا سبب بنا دے گا جس کی وجہ سے برے خاتمے کا خوف ہے اور جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمۃ المسلمین نے ہم کو روکا ہے۔

جھگڑا ترک کرنے کی فضیلت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا ترک کیا اللہ پاک اس کے لئے جنت کے درمیان میں گھر بنائے گا۔ (سنن أبي داود، باب في حسن الخلق، ج4، ص253، الحديث:4800)

جھگڑنے کے نقصانات

حضرت مسلم بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: جھگڑا کرنے سے بچو بے شک یہ عالم کی جہالت کی گھڑی ہوتی ہے اور اسی وقت شیطان اسے راہِ حق سے پھسلانے کی کوشش کرتا ہے۔

(سنن الدارمي، باب اجتناب أهل الأهواء، والبدع، والخصومة، ج1، ص389، الحديث:410)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: ہم نے کبھی کوئی فقیہ جھگڑا کرتے نہیں دیکھا۔ (لم اجد)

انہی کا فرمان ہے: مومن حسنِ سلوک کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ جھگڑنے والا اور اللہ کی حکمت کو پھیلاتا ہے پھر اگر اس کی بات پر عمل کر لیا جائے تو اللہ پاک کا شکر کرتا ہے اور اگر عمل نہ کیا جائے تو بھی اللہ پاک ہی کی حمد کرتا ہے۔ (الزهد والرقائق لابن المبارك، باب في العزلة، ج2، ص8، بالمعنى)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: جب تو اپنے کسی مسلمان بھائی سے محبت کرے تو اس سے جھگڑا نہ کر اور نہ اس پر بے جا غصہ کر اور نہ ہی اس کا مذاق اُڑا۔ (الزهد لابي داود، ج1،ص180،الحديث:187)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : حکماء کے نزدیک زیادہ جھگڑنا بھائیوں کے دلوں کو بدل دیتا اور اُلفت کے بعد جدائی کروا دیتا اور اپنائیت کے بعد وحشت پیدا کر دیتا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی قوم ہدایت پر رہنے کے بعد گمراہ نہیں ہوئی مگر اس میں جھگڑے پیدا ہو گئے۔ (سنن ابن ماجه،باب اجتناب البدع والجدل، ج1،ص19،الحديث:48)

عقل مند عالم اپنے دین کے معاملے میں لڑائی جھگڑے سے خوف زدہ رہتا ہے اگر سائل یہ سوال کرے کہ پھر عالم کو جب کسی مسئلہ میں اشکال ہو جائے تو وہ کیا کرے؟ تو اسے کہا جائے گا کہ جب اس کو کسی مسئلے میں مشکل پیش آ جائے اور اس کا حل چاہتا ہو تو کسی ایسے عالم کے پاس جائے جو اپنے علم سے اللہ کی رضا چاہتا ہو اور جس کے علم و فہم اور عقل پر اعتماد کیا جاتا ہو تو اس سے اس انداز میں علمی مذاکرہ و بحث کرے جیسے کوئی فائدہ حاصل کرنے والا شخص کرتا ہے اور اس عالم صاحب کو یہ بتائے کہ میرا آپ سے یہ بحث کرنا حق کی تلاش کے لئے ہے نہ کہ آپ پر غلبہ پانے کے لئے اور اس دوران ضروری ہے کہ وہ اپنے مُناظِر کی درستگی کو پسند کرے اور اس کی خطا کو ناپسند کرے جیسے یہ اپنے لیے درستگی کو پسند کرتا اور خطا کو ناپسند کرتا ہے اور اپنے مُناظِر سے یہ بھی کہہ دے کہ اگر آپ کا مجھ سے مناظرہ کرنے میں مقصد یہ ہے کہ میں حق سے خطا کر جاؤں اور آپ حق کو پا لیں اور میری یہ مراد ہو کہ آپ حق سے خطا کر جائیں اور میں حق کو پا لوں تو ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ یہ ایسی مذموم صفت ہے کہ جس سے اللہ پاک ہم سے راضی نہ ہوگا اور ہم پر اس سے توبہ کرنا واجب ہے۔

مناظرہ کرنے کی اچھی نیت اوراس کی پہچان

اگر وہ کہے کہ پھر ہم مناظرہ کیسے کریں؟ تو اسے کہا جائے گا خیر خواہی کی نیت سے مناظرہ کروا گر وہ کہے کہ خیر خواہی کیسے ہو گی؟ تو میں کہتا ہوں مثلاً جب میرا کسی مسئلے میں مناظرہ ہو اور میں اسے حلال کہوں اور آپ اسے حرام کہتے ہوں تو ہم دونوں کے لئے حکم یہ ہے کہ ہم اس شخص جیسی گفتگو کریں جو سلامتی کا طلب گار ہو میری نیت یہ ہو کہ حق آپ کی زبان پر ظاہر ہو اور میں آپ کے قول کی طرف رجوع کر لوں یا آپ کے لئے میری زبان پر حق جاری ہو جائے اور آپ میرے قول کی طرف جو کتاب وسنت اور اجماع کے موافق ہو رجوع کر لیں اگر ہم اس نیت سے مناظرہ کریں تو مجھے امید ہے کہ اس مناظرے کا انجام اچھا ہو گا اور ہمیں درستگی کی توفیق دی جائے گی اور اس مناظرے میں شیطان کا کوئی حصہ نہ ہو گا۔

عقل مند عالم کی ایک صفت یہ ہے کہ مجلسِ علم اور مناظرہ میں کسی ایسے شخص کا سامنا ہو جس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اس کا مناظرے سے مقصد فقط لڑائی جھگڑا اور غلبہ پانا ہے تو مناظرہ ترک کر دے کیونکہ وہ خواہ مخواہ اس کی بات کا رد اور اپنی بات کی تائید کرے گا اور اگر وہ اس کے پاس وہ تمام دلائل لے آئے جن کا قبول کرنا ضروری ہو تو بھی وہ انہیں قبول نہیں کرے گا اور اپنے ہی قول کی تائید کرے گا تو جس کی ایسی خراب نیت ہو اس کے فتنے سے تم بھی محفوظ نہ رہو گے اس کا انجام بھی اچھا نہیں ہو سکتا پس جس شخص کی نیت مناظرے سے غلبہ پانا اور جھگڑا کرنا ہو اسے کہا جائے کہ مجھے بتاؤ اگر میں حجازی ہوں اور تم عراقی ہو اور ہمارے درمیان ایسا مسئلہ ہو جو میرے مذہب میں حلال ہو اور تمہارے مذہب میں حرام ہو اور تم مجھ سے اس مسئلے میں مناظرہ کرنا چاہو اور اس مناظرے میں تمہاری نیت اپنے قول سے رجوع کرنے کی نہ ہو بلکہ تمہارے نزدیک حق یہ ہو کہ میں بھی تمہارا قول اختیار کر لوں اور میری نیت یہ ہو کہ میں اپنے قول سے رجوع نہیں کروں گا بلکہ

تمہارے قول کا رد ہی کروں گا اور تمہاری نیت بھی میرے قول کا رد ہی کرنا ہو پھر تو اس مناظرے کا کوئی صحیح مقصد نہیں بلکہ ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم اپنے قول کے بارے میں جو جانتے ہو اور میں اپنے قول کے بارے میں جو جانتا ہوں اس پر خاموشی اختیار کریں یہی ہمارے لیے زیادہ سلامتی کی راہ ہے اور حق کے زیادہ قریب بھی یہی بات ہے جس پر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔

اگر تم کہو کہ خاموشی کس طرح بہتر ہے ؟تو کہاں جائے گا اس لیے کہ تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے باطل پر ہونے کے باوجود میں حق سے خطا کر جاؤں اور مجھے درستی کی توفیق نہ ملے پھر تم میری اس خطا پر خوش ہو اور پھولے نہ سماؤ اور میری بھی تمہارے بارے میں اسی طرح کی نیت ہے تو جب ہم دونوں کا یہی حال ہے تو ہم بہت بُرے ہوئے اور ہمیں ہدایت کی توفیق نہ دی جائے گی اور ہمارا علم ہمارے خلاف حجت ہوگا اور جاہل آدمی ہم سے زیادہ معافی کے لائق ہوگا۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان سب باتوں سے خطرناک بات یہ ہے کہ کبھی ہم دونوں میں سے کوئی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مدِ مقابل پر دلیل قائم کرے اور وہ اس حدیث کو صرف اس ڈر سے بغیر سوچے سمجھے رد کر دے کہ اس کی دلیل نہ ٹوٹے بلکہ ہو سکتا ہے کے مدِ مقابل کوئی صحیح حدیث دلیل کے طور پر بیان کرے اور وہ صحیح حدیث کے متعلق کہہ دے کہ یہ غلط ہے اور میں اس کا قائل نہیں ہوں اور اس طرح بغیر سوچے سمجھے حدیث پاک کو محض اپنی رائے سے رد کر دے یا مدِ مقابل قولِ صحابی پیش کرے اور یہ اسے بھی رد کر دے اور اس دلیل کی طرف توجہ ہی نہ کرے یہ سب کچھ اپنے قول کی تائید میں کرے اور اس بات کی پروا ہی نہ کرے کہ وہ احادیث اور اقوالِ صحابہ کو رد کرنے کی کیسی جسارت کر رہا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اُلجھنا، جھگڑنا اور غلبہ پانے کی کوشش کرنا جاہل کی صفات ہیں ہم ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں

عقلمند عالم کی خوبی ہے کہ وہ مناظرے میں خیر خواہی چاہتا اور اپنے اور دوسرے کے لئے فائدے کا طلبگار ہوتا ہے اللہ پاک علماءِ کرام میں اس جیسوں کی کثرت فرمائے اور اسے علم سے نفع عطا فرمائے اور حلم سے مزین فرمائے۔

عالم کے مخلوق کے ساتھ معاشرتی اخلاق

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جس عالم میں گزشتہ ذکر کئے گئے اچھے اخلاق موجود ہوں گے تو۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ کہ جو بھی اس سے ملے گا تو اس سے امن میں رہے گا اور خیر کا امیدوار ہو گا اور ایسا عالم دوسروں کی لغزشوں پر گرفت نہیں کرتا اور نہ کسی کی برائی کا چرچا کرتا ہے اور سنی سنائی باتوں کی وجہ سے کسی سے قطع تعلق نہیں کرتا اور جو اس سے دشمنی رکھتا ہے اس کا راز فاش نہیں کرتا اور نہ ہی اس سے حق کے بغیر بدلہ لیتا ہے بلکہ اس کو معاف کر دیتا ہے حق کے لیے جُھکنے والا اور باطل پر غالب ہوتا ہے تکلیف دینے والے پر غصہ نہیں کرتا اور اپنے مولا تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے سے شدید بغض رکھتا ہے بے وقوف کا جواب خاموشی سے دیتا ہے اور عالم کی بات کو قبول کرنے والا ہوتا ہے۔ خوشامد کرنے والا، دشمنی رکھنے والا، متکبر، حسد کرنے والا، کسی سے بغض رکھنے والا، بے وقوف، ظلم کرنے والا، سخت کلامی کرنے والا، بد مزاج، لعن طعن کرنے والا، غیبت کرنے والا اور کسی کو سب و شتم کرنے والا نہیں ہوتا اور اپنے دینی بھائیوں میں اس کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے جو اطاعتِ الٰہی پر اس کی معاونت کرتا اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کاموں سے روکتا ہے اور جن کے شر سے وہ محفوظ نہیں ان سے بھی اچھا سلوک کرتا ہے تاکہ وہ دین پر قائم رہیں بندوں کے لیے بغض و کینہ سے اس کا دل پاک ہوتا ہے اور حتی الامکان اس کے دل میں مومنین کے لیے حسنِ ظن کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی سے زوالِ نعمت کو پسند نہیں کرتا جاہل کے ساتھ نرمی برتتا ہے جب اس کو کسی کی جہالت پر تعجب ہو تو وہ اس بات کو یاد کرتا ہے کہ اپنے رب سے تعلق کے متعلق

وہ اس جاہل سے زیادہ جاہل ہے، اس سے کسی فتنے کی توقع اور نہ کسی دھوکے کا خوف ہوتا ہے لوگ اس سے راحت پاتے ہیں اور اس کا اپنا نفس مشقت میں ہوتا ہے۔

عالم کے اپنے رب سے تعلق کے اخلاق

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم نے جو بھی اچھے اخلاق پیچھے ذکر کئے ہیں جنہیں ایک عالم کو اختیار کرنا چاہیے وہ سب مولا کریم کی توفیق سے ہی حاصل ہوتے ہیں تو جس کو مخلوق کے درمیان اچھے اخلاق و صفات اپنانے کی توفیق ملی اس کے اپنے اور رب کریم کے مابین اخلاق پر عمل کی شان اس سے بڑھ کر ہو گی جو میں نے ذکر کئے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں جو چیزیں اِلقاء فرمائے گا ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب اسے انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث، اولیاء کرام کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور گنہگاروں کے دلوں کا طبیب بنایا ہے اور علم کے ساتھ خاص کیا ہے تو اس کے صدقے بطورِ شرف اپنی بارگاہ کے اخلاق و آداب اپنانے کا لطف بھی عطا فرمائے گا۔

تو وہ اللہ پاک کا شکر گزار اور اللہ پاک کی محبت میں ڈوب کر ہمیشہ اس کے ذکر سے لطف اُٹھاتا ہے اور دل کو خدائے رحمٰن سے مناجات کے ذریعے خوش کرتا اور عبادت میں انتہائی کوشش کے باوجود اپنے آپ کو خطاکار و گناہگار ہی سمجھتا ہے اور حسنِ عمل پر ہمیشگی کے باوجود اپنے آپ کو سراپا تقصیر سمجھتا ہے اس نے اللہ پاک کی پناہ لی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی پیٹھ مضبوط کر دی اللہ پاک پر بھروسہ کیا تو غیرُ اللہ کا خوف اس کے دل سے نکل گیا اللہ پاک سے تعلق کی وجہ سے وہ ہر شے سے بے نیاز ہو کر ہر کام میں اللہ پاک ہی کا محتاج ہوتا ہے اس کو ایک اللہ پاک سے ہی اُنس ہوتا اور ہر اس شے سے وحشت ہوتی ہے جو اسے اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے اگر اس کا علم زیادہ ہوتا ہے تو اس کو اپنے اُوپر اللہ کی حجت کے قوی ہونے کا خوف لاحق ہو جاتا ہے اسے گزشتہ نیک اعمال کے قبول نہ ہونے کا ڈر لگا رہتا ہے تلاوتِ قرآن

سے وہ رب کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھ اسلئے حاصل کرتا ہے تاکہ جس چیز کا اسے حکم دیا گیا ہے کہیں اسے ضائع نہ کر دے قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے آداب کو اپنائے ہوتا ہے دنیا داروں کی دُنیوی عزت پر للچاتا نہیں اور نہ دُنیوی ذلت پر گھبراتا ہے زمین پر عاجزی کرتے ہوئے اطمینان اور وقار سے چلتا ہے اس کا دل دین کی سمجھ بوجھ اور دنیا سے عبرت حاصل کرنے میں مصروف رہتا ہے اور اگر اس کا دل اللہ پاک کے ذکر سے خالی ہو جائے تو اسے بہت بڑی مصیبت تصور کرتا ہے اور اگر وہ اللہ پاک کی عبادت غفلت سے کرے تو یہ اس کے نزدیک ایک واضح خسارہ ہوتا ہے ذکر کرنے والوں کے ساتھ ذکر کرتا اور غافلوں کی گفتگو سے عبرت حاصل کرتا ہے نفس کے عیوب کا عالم ہوتا اور اپنے نفس پر ہر وقت بد گمان رہتا ہے علوم میں وسعت کی وجہ سے اس کے دل پر فہم کا اَنبار لگا ہوتا ہے تو وہ حی و قیوم ذات سے حیا کرتا ہے اور تمام کاموں میں اللہ پاک سے تعلق جوڑے رکھتا اور غیرُ اللہ سے دُور رہتا ہے اگر کوئی یہ پوچھے کہ تم نے علماءِ کرام کی جو صفات بیان کی ہیں کیا ان کی اصل قرآن و سنت اور گزشتہ آثار میں موجود ہے؟ تو اسے کہا جائے گا ہاں بالکل موجود ہے ان شاء اللہ ان میں سے کچھ ہم ابھی ذکر کئے دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ

تم فرماؤ کہ تم لوگ اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بیشک وہ جنہیں اس کے اُترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔ (بنی اسرائیل:107تا108)

اللہ پاک تم پر رحم فرمائے کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ پاک نے علماء کرام کے رونے، خوفِ خدا، اطاعت اور اپنی بارگاہ میں عاجزی کی کیسے تعریف فرمائی ہے؟

ایسا علم جو خوفِ خدا میں رُولاتا نہ ہو نافع نہیں

حضرت مِسعَر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے عبد الاعلیٰ تیمی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ جس کو ایسا علم عطا کیا گیا جو اس کو رُولاتا نہ ہو تو اس کو علمِ نافع نہیں دیا گیا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے علماءِ کرام کی صفت "رونا" قرآن میں بیان فرمائی پھر انھوں نے یہی آیت تلاوت کی۔

(سنن الدارمي، باب من قال:العلم:الخشية وتقوى الله ج1، ص335، الحديث:299)

دو حریص سیر نہیں ہوتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: دو حریص سیر نہیں ہوتے علم والا اور دنیا والا مگر دونوں برابر نہیں علم والا تو اللہ کی رضا مندی بڑھا لیتا ہے اور دنیا والا سرکشی میں بڑھ جاتا ہے پھر حضرت عبداللہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴿۲۸﴾

اللّٰہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں بیشک اللّٰہ بخشنے والا عزت والا ہے۔ (فاطر:28)

اور دوسرے کے بارے میں یہ آیت تلاوت فرمائی کَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی ۙ﴿۶﴾ اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی ؕ﴿۷﴾
ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔(العلق:7,6) (سنن الدارمي،باب في فضل العلم والعالم، ج1،ص355،الحديث:344)

حکمت سے مراد

حضرت مَطَر وَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ اللہ پاک کے فرمان وَ مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ؕ اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی ۔(البقرة:269) کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہاں حکمت سے اللہ پاک کا خوف اور اس کی معرفت مراد ہے۔
(تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم، ج2،533،الحديث:2836)

جہالت کی علامت

حضرت مَسرُوق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بندے کے لئے اتنا علم کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی جہالت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے علم سے خود پسندی میں مبتلا ہو جائے۔
(سنن الدارمي،باب في اجتناب الأهواء، ج1،ص346،الحديث:322)

عالم کون؟

حضرت یحییٰ بن ابو کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور اللہ کا خوف خلافِ شرع کاموں سے بچنے کا نام ہے۔
(المدخل إلى السنن الكبرى،باب كراهية طلب العلم لغير الله وما جاء في الترغيب في العمل بالعلم، ج1،ص322،الحديث:505)

حضرت ایوب سُختیَانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: عالم کو چاہیے کے وہ اللہ پاک کے لئے عاجزی کرتے ہوئے اپنے سر پر راکھ ڈالے۔
(المدخل إلى السنن الكبرى،باب كراهية طلب العلم لغير الله وما جاء في الترغيب في العمل بالعلم،ج1،ص324،الحديث:509)

علم کا اثر اعضاء پر دکھائی دیے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی علم حاصل کرے تو جلد ہی اس کے خشوع و خضوع، آنکھ، زبان، ہاتھ اور زہد میں اس کا اثر دکھائی دیتا ہے اور آدمی کا علم کے ابواب میں سے کسی باب کا علم حاصل کرکے اس پر عمل کرنا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے اور اگر دنیا اسے مِل بھی جائے تو وہ اسے آخرت کے لئے استعمال کرے گا۔
(الزهد والرقائق لابن المبارك،ج1،ص26، الحديث:79)

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب میرا دن بے وقوف کے دن کی طرح اور میری رات جاہل کی رات کی طرح گزرے تو پھر میں اس علم کا کیا کروں جو میں نے لکھ رکھا ہے؟ (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،سفيان بن عيينة،ج7،ص271)

حقیقی فقیہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں حقیقی فقیہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ حقیقی فقیہ وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں کرتا اور انہیں اللہ کی نافرمانی میں رخصتیں نہیں دیتا اور نہ انہیں اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف کرتا ہے اور قرآن کریم دوسروں کے لئے چھوڑ نہیں دیتا، اس عبادت میں کوئی خیر نہیں جس کی سمجھ ہی نہ ہو اور اس تفقہ میں کوئی خیر نہیں جس میں فہم نہ ہو اور اس تلاوت میں کوئی خیر نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔

(الزهد لأبي داود، أخبار علي بن أبي طالب وزهده رضي الله عنه، ج1،ص115،الحديث:104)

فقیہ کون ہوتا ہے؟

حضرت مَطَر وَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب دیا تو میں نے عرض کی اے ابو سعید! فقہاء آپ سے اس مسئلے میں اختلاف کرتے ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا: اے مطر تجھ پر تیری ماں روئے کیا تو نے کبھی کسی فقیہ کو دیکھا بھی ہے؟ تم جانتے ہو کہ فقیہ کون ہوتا ہے؟ فقیہ تو پرہیزگار، دنیا سے کنارہ

کششی کرنے والا، اپنے سے کم مرتبے والے کا مذاق نہ اڑانے والا اور نہ ہی اپنے سے بلند مرتبے والے پر طعنہ زنی کرنے والا اور نہ ہی جو علم اسے اللہ نے سکھایا ہے اس کے ذریعے دنیا کا مال حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔ (الفقيه والمتفقه،ج2،ص341)

حضرت عمران مِنقَری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ایک دن حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلے میں جو انہوں نے ارشاد فرمایا تھا عرض کی کہ فقہاء تو اس مسئلہ میں ایسا نہیں فرماتے تو فرمایا: تجھ پر افسوس تو نے کبھی کسی فقیہ کو دیکھا بھی ہے؟ فقیہ تو دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں رغبت کرنے والا دینی امور میں صاحبِ بصیرت اور اللہ کی عبادت پر ہمیشگی کرنے والا ہوتا ہے۔ (سنن الدارمي،باب من قال:العلم:الخشية وتقوى الله، ج1،ص337،الحديث:302)

اللہ کا خوف اور ہیبت

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مجلس کی خبر پہنچی جو بنی سہم کے کنارے لگی تھی اور اس میں قریش کے کچھ لوگ بیٹھے کسی مسئلہ پر جھگڑ رہے تھے اور ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ان کے پاس لے چلو جب ہم ان کے پاس پہنچ کر کھڑے ہو گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: انہیں اس نوجوان کے کلام کے متعلق بتاؤ جو اس نے حضرت ایوب علیہ السلام سے ان کی بیماری میں کیا تھا حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ان سے کہا اس نوجوان نے کہا اے ایوب! علیہ السلام کیا خدا کی عظمت اور موت کے ذکر میں ایسی کوئی بات نہیں جو زبان کو خاموش کر دے اور دل کے ٹکڑے کر دے اور آپ کی دلیل کو توڑ دے؟ اے ایوب! علیہ السلام کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ پاک کے کتنے بندے ایسے ہیں جنہیں اللہ کے خوف نے خاموش کر دیا حالانکہ نہ وہ بولنے سے عاجز ہیں اور نہ گونگے بلکہ ذہین، فصیح، آزاد، عقلمند اللہ پاک اور اس کی آیات کے عالم ہیں لیکن جب اللہ پاک کی عظمت کا ذکر کرتے ہیں تو اللہ کے

خوف اور ہیبت سے ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اوران کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں اور ان کے ہوش اُڑ جاتے ہیں اور جب انہیں اس حالت سے اِفاقہ ہوتا ہے تو وہ پاکیزہ اعمال کے ذریعے اللہ کی بارگاہ کی طرف سبقت کرتے ہیں کثیر عبادت کو بھی کثیر نہیں سمجھتے اور تھوڑی عبادت پر بھی راضی نہیں ہوتے پاکباز اور نیک ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ظالم گنہگار سمجھتے اور عبادت کے معاملے میں ہوشیار و قوی ہونے کے باوجود اپنے آپ کو زیاں کار و سراپا تقصیر شمار کرتے ہیں۔ جسمانی طور پر دُبلے پتلے ہونے کی وجہ سے انجان انہیں بیمار سمجھتا ہے حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ وہ اللہ سے لَو لگائے ہوتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ کسی اور ہی امرِ عظیم میں مبتلاء ہوتے ہیں۔

(العظمة للاصبهاني، ذكر تعظيم الرب تبارك وتعالى، ج1،ص346،الحديث:78)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ہم نے علماء وفقہاء کرام علیہم الرحمۃ کی جو صفات ذکر کی ہیں یہ روایات ان پر دلالت کرتی ہیں، اگر کوئی کہے کہ علماء کرام کے دلوں میں اس قدر شدید خوف کیوں ہوتا ہے اور وہ اپنے علم کی وجہ سے اتنا کیوں ڈرتے ہیں؟تو اسے کہا جائے گا اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ پاک ان سے ان کے علم کے متعلق پوچھ گچھ کرے گا کہ علم پر کتنا عمل کیا ؟وہ اس پوچھ گچھ کو ہر وقت اپنے پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے دلوں میں شدید خوف محسوس کرتے ہیں اور تمام معاملات میں قابلِ اعتماد بات کو ہی اختیار کرتے ہیں اگر کوئی پوچھے کہ کیا علماء کرام سے ان کے علم کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ انہوں نے اس پر کتنا عمل کیا؟ تو کہا جائے گا ہاں۔ اگر وہ کہے کہ اس بارے میں کچھ روایات ذکر کریں تاکہ جب عالم انہیں پڑھے تو غفلت کی نیند سے بیدار ہو اور جو اچھے اخلاق آپ نے ذکر کیے ان کو اپنائے اللہ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے تو اسے کہا جائے گا ہاں ان شاء اللہ ہم ذکر کرتے ہیں۔

اہل علم سے ان کے علم پر عمل کے متعلق پوچھ گچھ کا ذکر

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن بندہ اپنے قدم اس وقت تک نہ ہٹا سکے گا جب تک اس سے چار باتوں کا سوال نہ کر لیا جائے عمر کس کام میں گزاری؟ جوانی کیسے گزاری؟ مال کہاں سے کمایا اور کس کام میں خرچ کیا ؟اور علم پر کتنا عمل کیا؟ (المعجم الکبیر،ج20،ص60، الحدیث:111)

حضرت ابوبَرزہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے بھی اس کی مثل روایت کی ہے البتہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں لفظ "پانچ" کا ذکر ہے۔

ہر ایک اللہ کی بارگاہ میں

حضرت عبداللہ بن عُکَیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مسجد یعنی کوفہ کی مسجد میں فرماتے سنا اللہ کی قسم تم میں سے ہر ایک اللہ کی بارگاہ میں اس طرح تنہا ہو گا جیسے چودھویں رات کے چاند کے سامنے تنہا ہوتا ہے پھر اللہ فرمائے گا اے ابن آدم! تجھے مجھ سے کس چیز نے دھوکے میں رکھا؟ یہ بات تین بار فرمائے گا۔ تو نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ اور جو تو جانتا تھا اس پر کتنا عمل کیا؟

(المعجم الکبیر،ج9،ص182، الحدیث:8900)

سب سے زیادہ خوف والی بات

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے سب سے زیادہ جس بات کا خوف ہے وہ یہ ہے کہ جب مجھے حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا تو کہا جائے گا تو نے علم حاصل کیا تو اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟

(الزهد والرقائق لابن المبارك،باب التحضيض على طاعة الله عز وجل،ج1،ص13، الحديث:39)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا فرمان ہے: تم اس وقت تک عالم کہلانے کے حق دار نہیں ہو سکتے جب تک علم پر عمل نہ کرو۔

(سنن الدارمي،باب من قال:العلم:الخشية وتقوى الله،ج1،ص336،الحديث:301)

حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ایک شخص ام المومنین (حضرت عائشہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آتا اور ان سے مسائل پوچھا کرتا اور وہ انہیں احادیث بیان کرتیں ایک دن جب وہ آیا تو آپ نے اس سے استفسار فرمایا: اے بیٹے! جو کچھ تو سن چکا کیا اس پر عمل کر لیا؟ اس نے عرض کی اے میری امی جانً! اللہ کی قسم نہیں تو آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹےٍ! تو کیوں ہم پر اور اپنے اوپر اللہ کی حجتیں زیادہ کر رہا ہے؟
(اقتضاء العلم العمل،باب في التغليظ على من ترك العمل بالعلم،، ج1،ص60،الحديث:92)

عالمِ بے عمل

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جاہل کے لیے ایک بار ہلاکت ہے اور عالم بے عمل کے لئے سات بار ہلاکت ہے۔
(اقتضاء العلم العمل،باب في التغليظ على من ترك العمل بالعلم،، ج1،ص47،الحديث:67)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو ان روایات میں غور و فکر کرے تو اپنے علم سے خوف زدہ ہو جائے گا کہ کہیں اس کا علم اس کے لئے حجت بننے کی بجائے اس کے خلاف حجت نہ بن جائے اور جب اسے خوف لاحق ہو تو اپنے نفس پر سختی کرے اور جن اخلاق و آداب کو ہم نے ذکر کیا ہے ان کو اپنائے اللہ ہی ہمیں اور تمہیں قول و فعل میں ہدایت کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

علم کے سبب فتنے میں مبتلا علماء کے اخلاق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ائمہ المسلمین سے کافی روایات ان علماء کے بارے میں گزر چکی ہیں جو بظاہر علماء ہیں مگر اللہ نے انہیں ان کے علم سے نفع نہ دیا تو اس نے علم فخر و ریا اور جھگڑنے و اُلجھنے کے لئے حاصل کیا، اغنیاء سے مال کھانے کا ذریعہ بنا لیا اور علم کو بادشاہوں اور دنیاداروں تک رسائی کا ذریعہ بنا لیا تاکہ ان سے دنیا کمائے پھر وہ اپنے آپ کو علماء میں شمار کرتا ہے حالانکہ اس کے اوصاف جاہلوں و ظالموں جیسے ہیں وہ ہر

فتنے کا شکار ہونے والے کے لئے فتنہ ہےاس کی باتیں علماء والی اور عمل بے وقوفوں والا ہے۔

اگر کوئی پوچھے کہ اس بارے میں روایات ذکر کر دیں تاکہ جس بات سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں ہم اس سے بچ سکیں تو اسے کہا جائے گا ضرور ان شاء اللہ

غیرُاللّٰہ کے لئے علم سیکھنے کا انجام

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے غیرُ اللہ کے لئے علم سیکھا یا اس کی نیت اللہ کی رضا نہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

(سنن ابن ماجه،باب الانتفاع بالعلم والعمل به،ج1،ص95،الحديث:258)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم اس لیے نہ سیکھو کے علماء پر فخر کرو اور جاہلوں سے جھگڑا کرو اور مجالس لگاؤ جس نے ایسا کیا تو اس کے لیے آگ ہی آگ ہے۔

(سنن ابن ماجه،باب الانتفاع بالعلم والعمل به،ج1،ص93،الحديث:254)

کعب بن مالک رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے علماء کے سامنے فخر کرنے یا جاہلوں سے جھگڑنے یا لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے علم حاصل کیا اللہ عزوجل اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

(سنن الترمذي،باب ما جاء فيمن يطلب بعلمه الدنيا،ج5،ص32،الحديث:2654)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک قیامت کے دن لوگوں میں سخت ترین عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اس کے علم نے نفع نہ دیا۔

(المعجم الصغير،ج1،ص305،الحديث:507)

آخری زمانے میں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں جاہل عبادت گزار اور فاسق علماء ہوں گے۔ (الفردوس بمأثور الخطاب،باب الياء،ج5،ص452،الحديث:8717)

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے جاہل عبادت گزار اور فاجر عالم کے فتنے سے اللہ پاک کی پناہ مانگو کہ ان دونوں کا فتنہ ہر فتنے میں مبتلا ہونے والے شخص کے لئے فتنہ ہے۔

(شعب الإيمان،ج3،ص314،الحديث:1752)

حضرت مکحول رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لوگوں پر قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک ان کا عالم ان کے درمیان مردار گدھے سے زیادہ بدبودار نہ ہو جائے۔ (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،مكحول الشامي،ج5،ص181)

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ غیرِ عبادت کے لیے فقہ سیکھنے والوں اور شبہات کی وجہ سے حرام چیزوں کو حلال ٹھہرانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ (سنن الدارمي،باب تغير الزمان وما يحدث فيه،ج1،ص279،الحديث:193)

بنی اسرائیل کے علماء کو کس بات پر عتاب ہوا؟

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے علماء کو عتاب فرمایا کہ تم دین کے لئے تَفَقُّہ حاصل نہیں کرتے عمل کے لئے علم حاصل نہیں کرتے آخرت کے عمل سے دنیا خریدتے ہو اوپر بھیڑ کی کھال پہنتے مگر دل بھیڑیوں جیسے ہیں پانی میں تنکا بھی گوارہ نہیں کرتے مگر پہاڑوں کی مثل حرام نگل جاتے ہو لوگوں پر دین پہاڑوں جیسا بھاری کرکے پیش کرتے ہو لمبی لمبی نمازیں پڑھتے ہو کپڑوں کو صاف وسفید رکھتے ہو پر یتیموں بیواؤں کا مال کم کرکے دیتے ہو تو مجھے میری عزت کی قسم میں تمہیں ایسے فتنے میں مبتلا کروں گا جس میں عقلمند کی رائے اور دانا کی حکمت بھی گم جائے گی (الزهد والرقائق لابن المبارك،باب ذم الرياء والعجب وغير ذلك،ج1،ص161،الحديث:470)

عالمِ دنیا اور عالمِ آخرت

حضرت فُضَیل رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: عالم دو طرح کے ہیں عالمِ دنیا اور عالمِ آخرت، عالمِ دنیا کا علم ظاہر ہوتا ہے اور عالمِ آخرت کا علم پوشیدہ ہوتا ہے تم عالمِ آخرت کی پیروی کرو اور عالمِ دنیا سے بچو وہ تمہیں ہرگز اپنے شر کے سبب اللہ کی راہ سے نہ روکے۔ پھر آپ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوٰلَ النَّاسِ بِالْبٰطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اے ایمان والو بیشک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللّٰہ کی راہ سے روکتے ہیں۔(التوبۃ:34) اَحبار سے علماء اور رہبان سے عبادت گزار مراد ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: بہت سے علماء ایسے ہیں جن کی ظاہری ہیئت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہونے کی بجائے قیصر وکسریٰ کی ہیئت سے زیادہ مشابہ ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانس پر بانس رکھا یعنی عمارتیں تعمیر نہیں کیں لیکن آپ کے لئے علم پیش کیا گیا تو آپ نے اسے حاصل کرنے کی پوری کوشش فرمائی اور فرمایا: علماء کثیر مگر حکماء قلیل ہیں اور علم سے حکمت کا ہی قصد کیا جاتا ہے تو جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر عطا کی گئی۔

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،الفضيل بن عياض،ج8،ص92)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت فضیل علیہ الرحمۃ کے فرمان کا مطلب ہے کہ ایسے علماء بہت کم ہیں ہے جنہوں نے اپنے علم کو دنیا طلبی سے بچا لیا اور اس کے ذریعہ آخرت طلب کی کثیر علماء علم کے سبب آزمائش میں پڑ گئے اور حکماء قلیل ہیں یعنی ایسے علماء بہت کم ہیں جنہوں نے اپنے علم سے آخرت طلب کی۔ واللہ اعلم۔

دنیا کے لیے علم سیکھنے کا وبال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایسا علم جس کے ذریعے اللہ کی رضا طلب کی جاتی ہے دنیا کمانے کے لیے حاصل کیا قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔ (سنن ابن ماجه،باب الانتفاع بالعلم والعمل به،ج1،ص92،الحديث:252)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر علماء علم محفوظ رکھتے اور اسے اہل ہی پر پیش کرتے تو اس کی برکت سے اپنے زمانہ والوں کے سردار ہو جاتے مگر انہوں نے علم دنیا داروں کے لیے خرچ کیا تاکہ اس سے ان کی دنیا کمائیں اس سے وہ ان پر ہلکے ہوگئے میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو تمام غموں کو ایک آخرت کا غم بنا لے اللہ اسے دنیا کے غموں سے کافی ہوگا اور جسے دنیا کے غم ہر طرف لئے پھریں تو اللہ اس کی پروا بھی نہ کرے گا کہ کون سے جنگل میں ہلاک ہوا۔

(سنن ابن ماجه،باب الانتفاع بالعلم والعمل به،ج1،ص95،الحديث:257)

حضرت سیدنا علی بن سِنان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضرت سیدنا عطاء خراسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرماتے ہوئے سنا: ہم سے پہلے کے علماء اپنے علم کے ذریعے دوسروں کی دنیا سے بے نیاز رہتے تھے اور اہلِ دنیا ان کے علم میں رغبت کرتے ہوئے اپنی دنیا ان کے لیے خرچ کرتے تھے جب کہ آج یہ وقت آگیا ہے کہ علماء اپنا علم اہلِ دنیا کے لیے ان کی دنیا میں رغبت کرتے ہوئے خرچ کرنے لگے ہیں اور اہلِ دنیا ان کے علم سے بے رغبت ہو گئے ہیں اس لیے کہ علما کی بیٹھک بُری ہو گئی ہے۔ اے عطاء! تم بادشاہوں کے دروازوں سے دُور رہنا، کیونکہ ان کے دروازوں پر اونٹوں کے اصطبل جتنے بڑے بڑے فتنے ہیں، تم ان کی دنیا سے تو کچھ حاصل نہ کر سکو گے مگر تمہارے دین کو نقصان ضرور پہنچے گا۔ (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،وهب بن منبه،ج4،ص30)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اُس زمانے میں دنیا سے علماء کے فتنے میں پڑنے کا اس قدر خوف کیا جاتا تھا تو اس زمانے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ علماء پر جو بڑے بڑے فتنے نازل ہوئے ہیں اور وہ غفلت میں ہیں اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

وہ شخص کیسے اہلِ علم ہو سکتا ہے؟

حضرت ہشام دستوائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے ایک کتاب میں عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان پڑھا وہ شخص کیسے اہلِ علم ہو سکتا ہے جو اپنے رزق پر راضی نہ ہو اور اپنے رتبے کو کمتر سمجھتا ہو حالانکہ اسے معلوم ہے کہ یہ چیزیں اللہ کے علم و قدرت سے ہی ملتی ہیں اور وہ شخص کیسے اہلِ علم ہو سکتا ہے جو اللہ کی قضا پر اچھا گمان نہ کرے اور جو کچھ اسے ملا اس پر راضی نہ ہو وہ کیسے اہلِ علم کہلا سکتا ہے جس کا سفر آخرت کی طرف ہو اور وہ دنیا کی طرف متوجہ ہو اور جس کی دنیا اس کے نزدیک آخرت پر ترجیح رکھتی ہو، دنیا میں آخرت سے زیادہ رغبت رکھتا ہو، علم کی باتیں بیان کرنے کے لئے سیکھے نہ کہ عمل کے لئے۔ (سنن الدارمي، باب: التوبيخ لمن يطلب العلم لغير الله، ج1، ص375، الحديث:380)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ پاک متواضع عالم کو پسند کرتا ہے اور متکبر کو ناپسند کرتا ہے اور جو اللہ پاک کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ پاک اسے حکمت سے نواز دیتا ہے۔

(الفقيه و المتفقه، استعماله التواضع ولين الجانب ولطف الكلام ج2، ص230)

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم ایسے دشوار گزار زمانے میں ہو جس کی شناخت صرف اہلِ بصیرت ہی کر سکتا ہے تم ایسے زمانے میں ہو جس میں لوگ کثرت سے فخر و مباہات میں مبتلا ہیں ان کی زبانیں پھول چکی ہیں یہ لوگ اعمالِ آخرت سے دنیا کے طلب گار ہیں خود کو ان سے بچاؤ کہیں وہ تمہیں اپنے جال میں نہ پھنسالیں اے عالم! تو عالم ہے؟ کہ اپنے علم کے ذریعے (مالِ دنیا) کھاتا ہے اور علم پر فخر کرتا ہے اے عالم! تو

عالم ہے؟ کہ اپنے علم کے ذریعے مال کی کثرت چاہتا ہے اے عالم! تو عالم ہے؟ کہ اپنے علم کے ذریعے بڑائی چاہتا ہے اگر تو نے یہ علم اللہ کے لیے حاصل کیا ہے تو پھر اس کا اثر تیرے باطنی اور ظاہری اعمال میں نظر آنا چاہیئے۔

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،مالك بن دينار،ج2،ص263،و278)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی پوچھے ہمیں ان علماء کے اوصاف بیان کریں جن کا علم ان کے خلاف حجت ہوتا ہے تاکہ جب ہم ایسے اشخاص کو دیکھیں جن کو صاحبِ علم سمجھا جاتا ہے تو ہم ان کے ظاہری اخلاق سے انہیں پہچان سکیں اور جب ہم ان کے ایسے اخلاق دیکھیں جو اہلِ علم کے لائق نہیں تو ان سے دُور رہ سکیں اور یہ جان لیں کہ جو برے اخلاق وہ چھپائے ہوئے ہیں وہ ان ظاہری اخلاق سے بھی زیادہ برے ہوں گے اور ہم جان لیں کہ وہ ایک فتنہ ہیں اور ہم ان سے دور رہیں تاکہ ہم بھی ان کی طرح فتنے کا شکار نہ ہو جائیں اللہ ہی ہدایت کی توفیق دینے والا ہے تو اسے کہا جائے گا یہاں ہم ان کے اخلاق و صفات ذکر کرتے ہیں تاکہ جب انہیں علم کی طرف منسوب شخص سنے تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور اپنے بارے میں خوب غور و فکر کرے اگر اپنے اندر ان ناپسندیدہ اور مذموم صفات کو پائے تو فوراً اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے اور جلد ان اخلاق کو اپنائے جو اہلِ علم کے لائق اور اللہ کا قرب دلانے والے ہیں اور ان اخلاق سے بچے جو اللہ سے دور کرنے والے ہیں۔

غیرُ اللہ کے لئے علم سیکھنے کی علامات

بُرے اخلاق میں سے یہ ہے کہ وہ علم کو غفلت و بے توجہی کے ساتھ حاصل کرتا ہے اور وہ علم طلب کرتا ہے جس کی طرف اس کا نفس جلد راغب ہو اگر کوئی پوچھے یہ کیسے؟ تو میں کہوں گا وہ علم اس لئے حاصل نہیں کرتا کہ اس کو حاصل کرنا اس پر فرض ہے اور نہ اس لیے حاصل کرتا ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور حرام سے بچنے کا طریقہ جان سکے اور نہ ہی اس لئے سیکھتا

ہے کہ علم کے ذریعے نفس کی اصلاح کرسکے بلکہ تحصیلِ علم سے اس کی نیت بطورِ طالب علم مشہور ہونا ہوتی ہے ہر وہ علم جس کو سننے اور یاد کرنے سے مخلوق کے نزدیک عزت ملے اس کو حاصل کرنے میں جلدی کرتا ہے اس علم کو سیکھنا اس پر آسان ہو جاتا ہے اور **ہر وہ علم جس کا سیکھنا اور عمل کرنا اللہ کے نزدیک اس پر فرض وواجب ہو اس کو سیکھنا اس پر دشوار ہو جاتا ہے** اور شدید ضرورت کے باوجود جان بوجھ کر اسے نہیں سیکھتا اور جو علم خواہشِ نفس کی وجہ سے سیکھ رہا ہوتا ہے اس کو چھوڑنا اس پر بھاری پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے سیکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے مگر اسے بھی سیکھنے کے بعد اس پر عمل کو بڑی آسانی سے ترک کر دیتا ہے اور جو عمل کرنا اس پر فرض و واجب ہے اس کو بھی اپنے نفس پر لازم نہیں کرتا جس طرح اس کو سیکھنا اپنے اوپر لازم کیا تھا تو یہ بہت بڑی غفلت ہے اور اگر وہ کوئی علم حاصل نہ کرسکے تو یہ بات اسے غمگین و اَفسُردہ کر دیتی ہے اور ایسا اچھائی برائی میں تمیز نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، اس کو تو چاہیے تھا کہ وہ اس علم پر غمگین ہوتا جس کو سیکھ کر اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اس پر اللہ کی حجت قائم ہو گئی تو اس پر غم و افسوس کرنے کا زیادہ حق دار تھا۔

دکھاوے کے لئے فقاہت حاصل کرتا جھگڑنے کے لئے دلائل دیتا ہے علمی مناظرے سے بھی گناہ کماتا ہے کہ مناظرہ کرنے میں اس کی نیت اپنی بلاغت کے چرچے کروانا ہوتی ہے اور اس کی دلی مراد ہوتی ہے کہ اس کا مدِ مقابل غلطی کر جائے اگر اس کا مدِ مقابل حق بات بیان کر دے تو اسے برا لگتا ہے اور وہ ہمیشہ اس بات سے خوش ہوتا ہے جس سے شیطان کو خوشی ہوتی ہے اور اس بات کو ناپسند کرتا ہے جسے رحمٰن عزوجل پسند کرتا ہے مناظرے میں انصاف نہ کرنے والے پر حیران ہوتا ہے اور خود دلائل دینے میں ظلم ناانصافی کرتا ہے اور اپنی غلطی کو جانتے ہوئے بھی دلائل دے رہا ہوتا ہے اور مذمت کے خوف سے غلطی کا اعتراف نہیں کرتا۔

اپنے پیاروں کو فتوی دینے میں رخصت دیتا اور جن سے کوئی مطلب نہ ہو ان کو فتوی دینے میں بے جا شدت کرتا ہے بعض اقوال اسے پسند نہیں ہوتے مگر جب اپنے کسی پیارے کو فتوے یا فیصلے کی ضرورت پڑ جائے تو اسی قول پر رہنمائی کرتا اور فتوی دے دیتا ہے۔

اگر اس سے کوئی علم سیکھتا ہے تو اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اس سے دنیاوی فوائد حاصل کرے اور جس سے دنیاوی فوائد مل رہے ہوں اسے علم سکھانا آسان لگتا ہے اور جس کو علم سکھانے سے کوئی دُنیوی فائدہ نہ ملے بلکہ صرف اُخرَوی فائدہ یعنی ثواب ہی ملے تو اسے علم سکھانا اس پر بھاری پڑ جاتا ہے۔

اس علم پر بھی ثواب کی امید کرتا ہے جس پر کبھی عمل نہیں کیا اور عمل کو ترک کرنے پر اخروی حساب کے برے انجام سے نہیں ڈرتا جن مستورُ الحال لوگوں سے یہ بدگمان ہو ان سے بغض رکھنے پر ثواب کی امید رکھتا ہے اور فاسقوں سے مداہنت کرنے پر اللہ کے غضب سے نہیں ڈرتا حکمت کی باتیں کرکے اپنے آپ کو اس کا اہل سمجھتا ہے لیکن اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اپنے خلاف بہت بڑی حجت قائم ہونے کا خوف نہیں کرتا اگر مزید کوئی علم سیکھ لے تو اس کے تفاخر و تصنع میں اضافہ ہو جاتا ہے اور کسی علم کو سیکھنے کی حاجت پیش آ جائے تو اپنی اَنا کی وجہ سے نہیں سیکھتا اگر اس کے زمانے میں علماء کرام کی کثرت ہو جائے اور علم کی وجہ سے ان کا چرچا ہو تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بھی علماء کرام کے ساتھ ذکر کیا جائے کسی مسئلے کے بارے میں علماء کرام سے دریافت کیا جائے اور اس سے نہ پوچھا جائے تو اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ جس طرح اور علماء کرام سے مسئلہ پوچھا گیا اس سے بھی پوچھا جائے حالانکہ جب اس سے مسئلہ نہیں پوچھا گیا اور اس کے علاوہ کسی دوسرے عالم نے جواب دے دیا تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا اگر اسے کسی مسئلے میں کسی عالم کی خطا معلوم ہو جائے اور خود اس نے وہ مسئلہ درست

بیان کیا ہو تو اسے دوسرے کی خطا پر خوشی ہوتی ہے حالانکہ اسے تو دوسرے کی خطا پر اَفسُردہ ہونا چاہیے تھا کوئی عالم دین فوت ہو جائے تو یہ خوش ہوتا ہے کہ لوگ اب اس کے علم کے محتاج ہوں گے، اس سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جائے جسے نہ جانتا ہو تو لا اعلم یعنی میں نہیں جانتا کہتے ہوئے ذلت محسوس کرتا ہے اور بتکلف غلط جواب دے دیتا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں اگر اسے معلوم ہو جائے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا عالم مسلمانوں کے لئے زیادہ نفع مند ہے تو یہ اس کے زندہ رہنے پر خوش نہیں ہوتا اور لوگوں کو بھی ان کے پاس نہیں بھیجتا، اگر اس نے کوئی مسئلہ بتایا اور اس پر عمل بھی کر لیا گیا اور اس کی وجہ سے ناواقفوں کے نزدیک اسے عزت بھی ملی مگر پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ مسئلہ غلط تھا تو اس سے رجوع کرنے میں عار محسوس کرتا ہے بلکہ اپنی خطا کی تائید کرتا ہے تاکہ لوگوں کے نزدیک اس کی عزت کم نہ ہو تاویلیں کر کے بادشاہوں اور دنیا داروں کے لئے عاجزی کرتا ہے تاکہ ان سے دنیا حاصل کر سکے فقراء و مستورُ الحال لوگ جن کے پاس دنیا نہیں ہوتی ان پر تکبر کرتا ہے اور انہیں اپنے علم سے غلط تاویلیں کر کے (بیتُ المال) سے محروم رکھتا ہے اپنے آپ کو علماء کرام میں شمار کرتا ہے اور عمل جاہلوں والے کرتا ہے اس کو دنیا اور تعریف کی محبت اور دنیا والوں کے نزدیک عزت و مرتبہ کی خواہش نے فتنے میں مبتلا کر دیا ہوتا ہے علم سے دنیا کمانے کے لئے اس طرح زینت حاصل کرتا ہے جیسے خوبصورت لباس سے زینت حاصل کی جاتی ہے اور علم کو عمل سے زینت نہیں دیتا۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو ان برے اوصاف میں غور و فکر کرے اور اپنے اندر ان میں سے کچھ بھی پائے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اللہ پاک سے حیا کرے اور حق کی طرف رجوع کرنے میں جلدی کرے عنقریب ان شاء اللہ ہم ان بعض بری صفات کے بارے میں روایات بھی ذکر کریں گے تاکہ عالم ان سے ادب سیکھے۔

علم سے زینت حاصل کرنا اور علم کو عمل سے زینت نہ دینا

حضرت حَبِیب بن عُبَید رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: علم سیکھو اور اسے سمجھو اور اس سے نفع حاصل کرو علم اس لیے نہ سیکھو کہ اس سے زینت حاصل کرو عنقریب اگر تم میں سے کوئی لمبی عمر پائے تو وہ دیکھے گا کہ علم سے اس طرح زینت حاصل کی جاتی ہے جیسے آدمی اپنے لباس سے زینت حاصل کرتا ہے۔ (اقتضاء العلم العمل،ج1،ص33،الحديث:35)

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: تم جو بھی علم سیکھو اپنے لئے سیکھو کیونکہ لوگوں سے امانتداری اور سچائی دونوں رخصت ہو گئی ہیں۔ (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،طاوس بن كيسان،ج4،ص11)

وہ علماء کرام جو فتوی دینا ناپسند کرتے تھے جبکہ ان کے علاوہ کوئی فتوی دینے کا اہل موجود ہو

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے پائے کہ جب ان میں کسی سے سوال کیا جاتا تو ان کی خواہش یہی ہوتی ان کے علاوہ کوئی دوسرا ہی جواب دے دے۔

(جامع بيان العلم وفضله،باب تدافع الفتوى وذم من سارع إليها،ج2،ص1121،الحديث:2201)

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: میں نے ایسے فقہاء کرام کو پایا ہے جو مسائل کا جواب اور فتوی دینا ناپسند کرتے اور اس وقت تک فتوی نہیں دیتے تھے جب تک فتوی دینا ان پر واجب نہ ہو جائے۔

(الفقيه و المتفقه،باب القول في السؤال عن الحادثة والكلام فيها قبل وقوعها،ج2،ص28)

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: میں نے علماء اور فقہاء کرام سے ملاقات کی تو انہیں مسائل کو ایک دوسرے کے سپرد کرتے دیکھا اور خود جواب دینا پسند نہ کرتے تھے اور جب وہ جواب دینے سے بچ جاتے تو انہیں یہ بات بڑی پسند ہوتی۔

(الفقيه و المتفقه،باب القول في السؤال عن الحادثة والكلام فيها قبل وقوعها،ج2،ص28)

حضرت عُمَیر بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا حضرت عَبِیدہ سے پوچھ لو میں حضرت عَبِیدہ کے پاس آیا انہوں نے کہا حضرت علقمہ کے پاس جاؤ میں نے کہا حضرت علقمہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تو انہوں نے کہا حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ اور ان سے مسئلہ دریافت کرلو میں جب حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور سوال کیا تو انہوں نے کہا حضرت علقمہ کے پاس جا کر پوچھو میں نے کہا حضرت علقمہ نے مجھے حضرت عَبیدہ اور حضرت عَبیدہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تو انہوں نے کہا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے جاؤ میں ان کے پاس آیا اور مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے بھی جواب دینا پسند نہیں کیا پھر میں لوٹ کر حضرت علقمہ کے پاس ہی آ گیا اور انہیں یہ واقعہ بتایا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے کم علم فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہوتا ہے۔

(الفقیہ و المتفقہ،باب القول في السؤال عن الحادثة والكلام فيها قبل وقوعها،ج2،ص24)

جسے یہ پسند ہو کہ اس سے مسئلہ پوچھا جائے تو۔۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جسے یہ پسند ہو کہ اس سے مسئلہ پوچھا جائے تو وہ مسئلہ پوچھے جانے کا اہل ہی نہیں۔

(الفقیہ و المتفقہ،باب الزجر عن التسرع إلى الفتوى مخافة الزلل،ج2،ص353)

میں ہرگز جواب نہ دیتا

حضرت ابو حمزہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھ سے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے ابوحمزہ! اللہ کی قسم میں مسائل کے جواب دیتا تو ہوں لیکن اگر میں اس سے بچنے کی کوئی صورت پاتا تو ہرگز جواب نہ دیتا بے شک وہ زمانہ جس میں میں اہلِ کوفہ کا فقیہ ہوں بُرا زمانہ ہے۔

(سنن الدارمي،باب تغير الزمان وما يحدث فيه،ج1،ص282،الحديث:202)

اُن حضرات کا بیان کہ جب ان سے کسی بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے دریافت کیا کہ "کیا ایسا واقعہ ہوا

ہے؟" اگر جواب ہاں میں ملا تو انہوں نے فتوی دیا اور جواب نہ میں ملا تو انہوں نے فتوی نہیں دیا اور ایسا فتوی دینے کے خوف سے ہوا کرتا۔

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رحمۃاللہ علیہ سے جب کسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا تو آپ پوچھا کرتے کیا یہ بات واقع ہو چکی ہے؟ اگر سائل کہتا نہیں تو آپ جواب نہ دیتے اور اگر ہاں کہتا تب آپ جواب ارشاد فرماتے۔
(جامع بيان العلم وفضله،باب ما جاء في ذم القول في دين الله تعالى بالرأي،ج2،ص1065،الحديث:2065)

موسی بن علی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی شخص آتا اور کسی معاملے کے متعلق سوال کرتا تو آپ اللہ پاک کی قسم دے کر استفسار فرمایا کرتے: کیا ایسا ہوا ہے؟ اگر وہ کہتا اللہ کی قسم ایسا ہوا ہے تو آپ فتوی دیتے اور اگر وہ قسم نہ کھاتا تو فتوی نہ دیتے۔

(الفقيه و المتفقه،باب القول في السؤال عن الحادثة والكلام فيها قبل وقوعها،ج2،ص14،بالمعنى)

حضرت مَسرُوق رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا کہ ایک شخص نے ان سے عرض کی اے چچا! اگر ایسا ایسا ہو تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے بھتیجے! کیا ایسا ہو چکا ہے؟ اس نے عرض کی نہیں آپ نے فرمایا کہ ایسا ہونے تک ہمیں معاف کرو۔ (سنن الدارمي،باب من هاب الفتيا وكره التنطع والتبدع،ج1،ص255،الحديث:152)

حضرت صَلت بن راشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے حضرت طاوس رحمۃاللہ علیہ سے کسی مسئلہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے جھڑک کر ارشاد فرمایا کیا ایسا ہو چکا ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم؟ میں نے کہا اللہ کی قسم، پھر حضرت طاوس رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے ہم سے ہمارے اصحاب نے بیان کیا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: بلا کے نازل ہونے سے پہلے جلدی نہ کرو کہ وہ تمہیں اِدھر اُدھر لئے پھرے گی اگر تم بلا کے نازل ہونے سے پہلے جلدی نہ

کرو تو مسلمانوں میں ہمیشہ ایسا شخص ضرور موجود ہو گا کہ جب اس سے سوال کیا جائے تو اسے درست جواب کی توفیق عطا کی جائے گی۔

(سنن الدارمي،باب من هاب الفتيا وكره التنطع والتبدع،ج1،ص256،الحديث:155)

دوسرے کی خطائیں تلاش نہ کرو

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم نے جو کچھ مُعَمُّوں اور پیچیدہ مسائل کے بارے میں ذکر کیا ہے عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ان میں بحث کرنے سے باز رکھے جب تک ایسا واقعہ رُونما نہ ہو جائے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ واقعہ کبھی پیش ہی نہ آئے اور علماء اس میں غور و فکر اور خواہ مخواہ کی بحث و تکرار کرتے رہیں یہاں تک کے اس سے اہم کام کو چھوڑ کر اس میں مصروف ہو جائیں اور ایک دوسرے کی غلطیاں نکالنے، لغزشیں ڈھونڈنے ایک دوسرے سے پوچھنے میں لگ جائیں اور یہ باتیں شرعا مکروہ و ممنوع ہیں اور جو اس طرح کے مسائل کا جواب ڈھونڈتا رہے گا تو اسے کوئی دینی فائدہ نہ ہو گا اور نہ ہی یہ سلف صالحین کا طریقہ ہے وہ دوسرے کی غلطیاں نہ ڈھونڈتے تھے اور نہ ایک دوسرے کی خطاؤں کو تلاش کرنے کا ارادہ کرتے تھے بلکہ وہ عقلمند علماء تھے اور علمی گفتگو خیر خواہی کے طور پر کرتے تھے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علم سے نفع عطا فرمائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں میں وہ شخص بڑا مجرم ہے جو ایسے امر کے متعلق سوال کرے جو حرام نہیں تھا اور اس کے سوال کی وجہ سے حرام قرار دے دیا جائے۔ (مسلم،باب توقيره صلى الله عليه وسلم،ج4،ص1831،الحديث:2358)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیل و قال (فضول گفتگو و بحث) اور کثرتِ سوال سے منع فرمایا۔ (صحيح البخاري،باب ما يكره من قيل وقال،ج8،ص100،الحديث:6473)

امت کے بدترین لوگ

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو فقہاء سے مشکل ترین مسائل پوچھ کر ان کو غلطی میں مبتلا کریں گے اور یہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں۔

(المعجم الکبیر،ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،ج2،ص98،الحدیث:1431)

مُعَمِّے پوچھنے سے منع فرمایا گیا

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مُعَمّے پوچھنے سے منع فرمایا۔ عیسی بن یونس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معموں سے مراد وہ مسائل ہیں جن کی حاجت نہ ہو ان کے متعلق پوچھنا کہ کیسے کیسے؟ (سنن أبي داود،باب التوقي في الفتيا،ج3،ص321،الحديث:3656)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے بندوں میں بدترین بندے وہ ہیں جو شر انگیز مسائل پسند کرتے اور ان کے ذریعے اللہ کے بندوں کو شبہ میں ڈال دیتے ہیں۔

(الفقیه و المتفقه،باب القول في السؤال عن الحادثة والكلام فيها قبل وقوعها،ج2،ص21،بالمعنی)

سوال وہ پوچھو جو دنیا وآخرت میں فائدہ دے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ارشاد فرمایا: جو چاہو پوچھ لو تو ابن الکوّاء نے پوچھا چاند میں سیاہی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تجھے ہلاک کرے تو نے اس چیز کے متعلق سوال کیوں نہ کیا جو تجھے دنیا وآخرت میں فائدہ دیتی؟ یہ رات کی نشانی کا مِٹنا ہے۔ (تفسیرطبري،تحت الآیۃ بنی اسرائیل:12،ج17،ص396)

(یعنی اس کی آیت طرف اشارہ فرمایا: وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مِٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانیاں دکھانے والی۔)

(بنی اسرائیل:12)(مترجم)

حضرت فضل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص سے فرماتے سنا۔ جو ان سے پیچیدہ مسائل کے متعلق بڑے اِصرار کے ساتھ سوال کر رہا تھا۔ تم مجھ سے دو غلاموں کے بارے میں پوچھ رہے ہو نماز، زکوۃ اور ان جیسے فرائض کے متعلق کچھ پوچھو کہ تمہیں نفع بھی ہو پھر آپ نے استفسار فرمایا اس روزہ دار کے متعلق بتاؤ جسے احتلام ہو جائے اس نے عرض کی مجھے نہیں معلوم آپ نے فرمایا جو مسئلہ پوچھنے سے تمہیں نفع ہوتا اس کو چھوڑ کر غلاموں کے بارے میں پوچھ رہے ہو پھر فرمایا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ روزہ دار کو احتلام ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں اس پر کچھ لازم نہیں۔ (یعنی اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا) اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس روزہ دار کے بارے میں جسے احتلام ہو جائے فرماتے ہیں کہ اس پر کچھ لازم نہیں لیکن وہ جلد از جلد غسل کر لے۔ (لم اجد)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر علماء اپنے آپ کو اور دوسروں کو وہ اخلاق سکھائیں جو ہمارے ائمۃ المسلمین کے تھے تو اس سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسرے لوگ بھی ان سے فائدہ حاصل کریں گے اور اللہ پاک ان کے تھوڑے علم میں برکت عطا فرما دے گا اور یہ ایسے امام بن جائیں گے جن کی پیروی کی جائے گی۔

عالم ہونے کی دلیل

عالم ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب اس سے ایسی چیز کے متعلق پوچھا جائے جسے وہ نہ جانتا ہو تو لا اعلم یعنی میں نہیں جانتا کہتے ہوئے ہر گز عار محسوس نہ کرے یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد ائمۃ المسلمین کا طریقہ رہا ہے اور اس میں وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا جس کے بارے میں اللہ پاک کی طرف سے وحی نہ آئی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لااَدرِی

فرمادیتے اور ایسے ہی ہر اس شخص کو جس سے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے جس کا اسے علم نہ ہو تو اس پر یہ کہنا واجب ہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے اور مجھے اس کا علم نہیں اور جو بات نہیں جانتا اس کے بارے میں تکلف نہ کرے تو وہ اللہ کے نزدیک اور عقل والوں کے نزدیک بھی معذور ٹھہرے گا۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کی بہترین جگہ کون سی ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایالا ادری یا خاموش ہوگئے اس نے عرض کی بدترین جگہ کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا لاادری یاآپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے تو حضرتِ جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے استفسار فرمایا تو انہوں نے عرض کی لاادری توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے رب سے پوچھ کر بتاؤ انہوں نے عرض کی میں نے اپنے رب سے کبھی کسی شے کے متعلق سوال نہیں کیا اوراپنے پَر اس زور سے پھڑ پھڑائے قریب تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہو جاتی جب حضرت جبریلِ امین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون سی جگہ بہترین ہے اور تم نے عرض کی میں نہیں جانتا اور انہوں نے تم سے پوچھا کون سی جگہ بدترین ہے تو تم نے عرض کی میں نہیں جانتا انہیں خبر دو کہ بہترین جگہ مساجد ہیں اور بدترین جگہ بازار ہیں۔

(المستدرك على الصحيحين، وأما حديث حبيب بن أبي ثابت،ج2،ص9،الحديث:2149)

حضرت زاذان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے تو اپنے شکم مبارک پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور فرمارہے تھے اے جگر کی ٹھنڈک! مجھ سے اس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے جو میں نہیں جانتا تھا تو میں کہہ دوں کہ میں نہیں جانتا اللہ بہتر جانتا ہے۔ (سنن الدارمي، ج1،ص274،الحديث:181)

"میں نہیں جانتا" کہنا بھی علم ہی ہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو تم میں سے جو علم رکھتا ہو تو بتا دے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہہ دے میں نہیں جانتا اللہ بہتر جانتا ہے بے شک آدمی کے علم سے یہ بھی ہے کہ وہ جس چیز کو نہیں جانتا اس کے بارے میں کہہ دے اللہ بہتر جانتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ تم فرماؤ میں اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں نہیں۔ (ص:86)

(جامع بیان العلم وفضله، باب ما يلزم العالم إذا سئل عما لا يدريه من وجوه العلم، ج2، ص832، الحديث:1557)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا جو آپ نہ جانتے تھے تو آپ نے فرمادیا میں نہیں جانتا۔

(الفقیه و المتفقه، باب ما جاء في الإحجام عن الجواب، ج2، ص364)

حضرت احمد بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور میراث کا آسان سا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا وہ شخص چلا گیا تو حاضرین میں سے کسی نے عرض کی آپ نے اس شخص کو مسئلہ کیوں نہیں بتایا؟ فرمایا اللہ کی قسم مجھے جواب معلوم نہیں تھا۔

(جامع بیان العلم وفضله، باب ما يلزم العالم إذا سئل عما لا يدريه من وجوه العلم، ج2، ص835، الحديث:1566، بالمعنی)

یحیٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پوتے سے سوال کیا گیا تو ان کے پاس اس کا جواب نہ تھا میں نے عرض کی بڑی حیرانگی کی بات ہے کہ آپ جیسے ہدایت یافتہ امام کے بیٹے سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور ان کے پاس اس کا علم نہ ہو تو فرمایا اللہ کی قسم اللہ کے نزدیک اور اللہ کی معرفت رکھنے والوں کے نزدیک اس

سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ میں بغیر علم کے کچھ کہوں یا غیر معتمد راوی سے حدیث بیان کر دوں۔ (مسلم ،ج1،ص16)

"میں نہیں جانتا" نہ کہنے کا نقصان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب عالم میں نہیں جانتا کہنے سے رُک جاتا ہے تو ایسا ہوتا ہے گویا اس کو ایسے عضو پر تیر لگ چکا ہے کہ اب وہ بچ نہیں سکے گا۔ (الفقيه و المتفقه،باب ما جاء في الإحجام عن الجواب،ج2،ص366)

یہی بات ابن عجلان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی: جب عالم "میں نہیں جانتا" کہنے سے غافل ہو جاتا ہے تو گویا اس کو ایسے عضو پر تیر لگ چکا ہے کہ اب وہ بچ نہیں سکے گا۔ (ایضاً)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور سوال کیا تو آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا تو اس نے کہا میں آپ کے بارے میں لوگوں کو بتا دوں کہ آپ نہیں جانتے؟ آپ نے فرمایا ہاں میری یہ بات لوگوں کو بتا دو کہ میں نہیں جانتا۔ (الفقيه و المتفقه،باب ما جاء في الإحجام عن الجواب،ج2،ص370)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو ان اخلاق کو اپناتا ہے اس کے اوصاف وہی اوصاف ہوتے ہیں جو ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔

اس شخص کے اوصاف جس کو اللہ نے اس کے علم سے نفع نہ پہنچایا

جس عالم میں وہ مذموم صفات واخلاق موجود ہوں جنہیں ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے تو وہ اچھے اوصاف کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا اور خواہشِ نفس کی پیروی کرتا اور اپنے دل میں تکبر کرتا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اس کا علم اس کے دل پر ایسا اثر ہی نہیں کرتا کہ اس کو علم کا نفع مل سکے اور بہت سارے امور میں اس کے اخلاق گنہگاروں اور غافلوں جیسے ہوتے ہیں تو ہم ابھی ان بُرے اخلاق میں سے کچھ کا ذکر کریں گے کہ اگر وہ عالم جو اچھے اخلاق سے دُور جا چکا ہے اور ان گھٹیا اخلاق پر راضی ہو چکا ہے جو علماء کی شان

کے لائق نہیں اپنے اندر غور و فکر کرے گا وہ خود ہی جان لے گا اور اپنے اوپر خود گواہی دے گا کہ اس کے اندر یہ برے اخلاق موجود ہیں اور وہ اس بات کا انکار نہیں کر سکے گا اور عظمت والا رب اس کے باطن کو جانتا ہے۔

تو اس کے چند برے اخلاق یہ ہیں فقر کے خوف سے اس کی زیادہ تر کوشش اس معاش میں ہو گی جو شرعاً ممنوع ہے جو کچھ اسے ملا اس پر قناعت نہیں کرے گا اور جو کچھ اس کے مقدر میں نہیں ہے اس کے بارے میں سمجھتا ہے کہ وہ شے ملنے میں تاخیر ہو رہی ہے دنیا کی محبت اس کے دل میں ہمیشہ بسی رہتی ہے اور آخرت کی یاد بس ایک خطرے کی طرح دل پر وارد ہوتی ہے دنیا بڑی تھکاوٹ، حرص اور مشقت سے حاصل کرتا اور آخرت کو طلب کرنے میں ٹال مٹول اور امیدوں سے کام لیتا اور اسے تقدیر پر ڈال دیتا ہے گناہ کے وقت رحمت کی امید کرتا اور گناہ پر جما رہتا ہے نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اپنی کمزوری کو یاد کرکے نیکی سے رُک جاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ سے حسنِ ظن رکھنے اور اس کے کرم پر بھروسہ کرنے والا ہے حالانکہ اسے بخشش کی ضمانت نہیں دی گئی رزق کے معاملے میں اللہ سے حسن ظن نہیں رکھتا اور اس پر بھروسہ نہیں کرتا حالانکہ رزق کی ضمانت بھی دی گئی ہے مگر اس کا دل پھر بھی مضطرب رہتا اور رزق کی طلب میں مشغول رہتا ہے جبکہ اسے رزق کے معاملے میں اپنے رب کے وعدے پر مطمئن رہنے کا حکم دیا گیا ہے موت کے ذکر کے وقت وہ مطمئن اور پر سکون رہتا ہے حالانکہ اس کے لئے بہتر یہ تھا کہ وہ موت سے ڈرتا اور رزق کے خوف کے وقت پُر سکون رہتا جبکہ اس کی ضمانت بھی دی گئی ہے اور اللہ پاک نے اسے اس بات پر امن دے دیا ہے کہ جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے وہ اسے ملے بغیر نہیں رہ سکتا تو جس چیز سے اللہ نے اسے امن دیا ہے یہ اس سے خوف زدہ ہے اور جس سے اللہ نے ڈرایا ہے یہ اس سے امن میں ہے اللہ نے اسے جو دنیا عطا کی ہے اس پر اتنا خوش ہے کہ اس خوشی میں اپنے رب کا شکر کرنا بھول چکا ہے مصائب کی وجہ سے

اتنا غمگین ہو جاتا ہے کہ اپنے رب کی رضا پر راضی رہنے کو بھول جاتا ہے اور اگر اس پر کوئی آفت آ جائے تو اس کا دل گھبرا کر بندوں کی طرف رجوع کرتا اور ان سے مدد طلب کرتا ہے جب بندوں سے مایوس ہو جاتا ہے تو پھر اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے اگر مخلوق سے قرب کی طمع کرے تو اپنے مولا کو بھول جاتا ہے کوئی اس سے بھلائی کر دے تو بھلائی کرنے والے کی محبت اس کے دل پر غالب آ جاتی ہے اور اس کا دل اس کی یاد میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس کی محبت اور اس کا شکریہ ادا کرنا اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے اور ان تمام باتوں میں اپنے رب کو بھول جاتا ہے اور کسی ایسے شخص پر قلیل مال بھی خرچ کرنا اس پر بھاری پڑ جاتا ہے جس کا بدلہ صرف رب تعالیٰ دے گا اور ایسے شخص پر کثیر مال خرچ کرنا بھی آسان ہوتا ہے جو اس کو لوٹا دے یا جس سے دُنیاوی منفعت کی امید ہو جو اس کا پیارا ہوتا ہے اس کی جھوٹی تعریف کر کے گنہگار ہوتا اور جس سے بغض رکھتا ہے اس کی غلط مذمت کر کے اللہ پاک کی نافرمانی کرتا ہے بد گمانی پر یقین کر لیتا اور تہمت کو سچ قرار دیتا ہے جو اپنا بدلہ خود لے سکتا ہے یا لوگ اس کی مدد کرتے ہیں اس پر ظلم کو ناپسند کرتا اور جس کا اس کے رب کے سوا کوئی مددگار نہ ہو اس پر ظلم کو ہلکا سمجھتا ہے ذکرِ الٰہی اس پر بھاری ہوتا اور فضول باتیں کرنا ہلکی ہوتی ہیں اگر خوشحال ہو تو اِتراتا، غافل، ظالم، سرکش اور باغی ہو جاتا ہے اور اگر خوشحالی جاتی رہے تو اس کا دل واجبات کی ادائیگی سے بھی دُور ہو جاتا ہے اور وہ یہ بد گمانی کرتا ہے کہ اب اسے کبھی خوشی و شادمانی نہ ملے گی بیمار ہو جائے تو بار بار توبہ و ندامت کا اظہار کرتا اور گناہوں کی طرف واپس نہ جانے کا عہد کرتا ہے لیکن جب تندرست ہوتے ہی عہد توڑ کر جلد گناہوں میں پڑ جاتا ہے مخلوق کا خوف یا ان سے دنیا ملنے کی امید ہو تو انہیں اللہ کی نافرمانی کر کے بھی راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اللہ پاک سے ایسا ڈرتا جیسا کہ وہ گمان کرتا ہے تو اللہ پاک کو راضی کرنے کے لئے مخلوق کو ناراض نہ کرتا، دنیاوی طور پر اپنے سے

اوپر لوگوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے لیکن اپنے سے کم تر لوگوں کو اپنے شر سے نہیں بچاتا اس کے دل کی تسکین غصے کو نافذ کرنے میں ہوتی ہے اگرچہ اس میں رب کی ناراضی ہو، جسے اس سے زیادہ رزق دیا گیا اس کو دیکھ کر اپنے اوپر رب کی نعمتوں کو قلیل سمجھتا، ناشکری کرتا ہے اور دُنیاوی عیش میں اپنے سے کمتر کی طرف نظر نہیں کرتا کہ اللہ کی نعمت کا شکر کرے فضول کاموں میں مصروف ہو کر نماز کو آخری وقت تک موخر کر دیتا ہے اور اگر نماز پڑھے تو غفلت سے پڑھتا ہے اور اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوتے وقت دل میں اس کی عظمت کو یاد نہیں کرتا اگر امام نماز طویل کر دے تو ملال میں پڑ جاتا اور امام کی مذمت کرتا ہے اگر ہلکی نماز پڑھائے تو اسے غنیمت جانتا اور امام کی تعریف کرتا ہے جب تک مشکلات اور بیماریاں نہ آئیں بہت کم دعا کرتا ہے اور اگر دعا کر بھی لے تو دل دنیا میں کھویا ہوتا ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اور اس جیسے مزید مذموم اخلاق اس شخص کے دل پر غالب ہوتے ہیں جس نے علم سے نفع نہ اٹھایا جس وقت وہ ان مذموم اخلاق سے متصف ہوتا ہے تو اس کا دل عزت و مرتبہ کی محبت میں مشغول ہو جاتا اور وہ بادشاہوں اور دنیا داروں کی مجلس میں بیٹھنا پسند کرتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ بھی عیش و عشرت یعنی خوبصورت مکان، کشادہ سواری، بہترین خادم، نرم لباس، ملائم بچھونا اور من پسند کھانے میں اُن کے ساتھ مل جائے اور چاہتا ہے کہ اس کے دروازے پر لوگوں کی بھیڑ لگی رہے اور اس کی بات سنی جائے اس کا حکم مانا جائے اور عہدہ قضا قبول کیے بغیر وہ ان اشیاء پر قادر نہ ہو تو وہ اس عہدے کو طلب کرنے لگ جاتا ہے اور اگر اس عہدے کو اپنے دین کا نقصان کئے بغیر نہ پاسکے تو یہ نقصان بھی کر گزرتا ہے بادشاہوں اور ان کے مُقربوں کے پیچھے لگ جاتا ہے اور خود ان کی خدمت کرتا اور اپنے مال سے ان کی ضیافت کرتا ہے اور وہ بری باتیں جو ان کے دروازوں، گھروں اور قول و فعل میں ظاہر ہوتی ہیں ان پر خاموش رہتا ہے

اور پھر ان کے کثیر قبیح افعال کو غلط تاویلوں کے ذریعے ان کے لئے اچھا قرار دیتا ہے تاکہ ان کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہو جب یہ ایسا طویل مدت تک کرتا ہے تو فساد مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ اسے قاضی کا عہدہ دے کر گویا بغیر چھری کے ذبح کر دیتے ہیں اور اس پر اپنا احسان بھی چڑھا دیتے ہیں جس کی وجہ سے یہ ان کا شکر گزار و احسان مند رہتا ہے تاکہ وہ اس سے ناراض ہو کر قاضی کے عہدے سے فارغ نہ کر دیں اور یہ اپنے کریم رب کے غضب کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا یتیموں، بیواؤں، فقراء و مساکین، مجاہدین وصاحب فضیلت لوگوں اور حرمین شریفین پر وقف اموال اور وہ اموال جن کا نفع تمام مسلمین کو ملتا ہے کو اپنا ذاتی مال بنا لیتا ہے اور اس ناجائز مال سے وقف کے کاتب، متولی اور خادم کو بھی خوش کرتا ہے اس طرح حرام کھاتا اور کھلاتا ہے تو اس کو بد دعائیں دینے والے کثیر ہو جاتے ہیں ایسے شخص کے لئے لیے ہلاکت و بربادی ہے جسے اس کے علم نے یہ اخلاق دیئے یہی وہ علم ہے جس سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پناہ مانگی اور پناہ مانگنے کا حکم بھی دیا اور یہی وہ عالم ہے جس کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سخت ترین عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اس کے علم نے نفع نہ دیا۔ (المعجم الصغير،ج1،ص305،الحديث:507)

غیرِ نافع علم سے اللہ کی پناہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں چار چیزوں سے، ایسے علم سے جو نفع نہ دے، ایسے دل سے جس میں خوف نہ ہو، ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔ (سنن أبي داود،باب في الاستعاذة،ج2،ص92،الحديث:1548)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا مانگتے سنا: اے اللہ! میں تجھ سے علمِ نافع کا سوال کرتا ہوں اور علمِ غیرِ نافع سے تیری پناہ مانگتا

ہوں۔تو میں جلدی سے اپنے اہل خانہ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے سنا ہے تو تم بھی ان **کلمات کے ساتھ دعا مانگو۔** (صحیح ابن حبان،ذکر ما یجب علی المرء---،ج1،ص283،الحدیث:82،مختصراً)

کتاب (حافظِ قرآن کے اخلاق) کا تعارف

علامہ آجُری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب بنیادی طور پر حفاظ کرام، قراء حضرات، اور قرآن پڑھنے پڑھانے والوں کے متعلق تحریر فرمائی ہے کہ ان حضرات کو کیسے اخلاق و کردار اور اوصاف سے متصف ہونا چاہیئے اور کن مذموم اوصاف سے دور رہنا چاہیئے تاکہ ان کی اور ان سے منسلک افراد کی دنیا اور آخرت دونوں بہتر ہوں۔ بالعموم یہ کتاب مطلقاً دین پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے بھی بہت مفید ہے۔اس کتاب کا اصل نام "اخلاق اہل القرآن" یا"اخلاق حَمَلَۃ القرآن"ہے۔

کتاب کے شروع میں حافظِ قرآن کے فضائل پھر قرآن سیکھنے سکھانے کے فضائل اور اخلاق پھر رضائے الٰہی کے بغیر قرآن پڑھنے والوں کی مذموم صفات، اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قرآن سیکھنے سکھانے والوں کے آداب، پھر تلاوتِ قرآن کے آداب اور آخر میں خوش الحانی سے قرآن کی تلاوت کی فضیلت کو قرآن و حدیث اور صحابہ کرام و بزرگوں کے اقوال وافعال کی روشنی میں اس قدر خوبصورت اور اصلاحِ امت کے درد بھرے انداز میں لکھا گیاہے کہ مصنف کے الفاظ تاثیر کا تیر بن کر دل میں اُتر جاتے ہیں۔

اللہ پاک مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے مزارِ پُر انوار پر اپنی رحمتوں کی چھما چھم برسات فرمائے۔ اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس ترجمے کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنائے ہمیں اور پڑھنے والوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سب سے بہتر بات جس کے ذریعے کلام کی ابتدا کی جائے میرے مولا کریم کی حمد ہے اور سب سے بہتر حمد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان کی اسی کے ساتھ ہم بھی اس کی حمد کرتے ہیں۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ﴿ؕ۱﴾ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَ یُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ﴿ۙ۲﴾ مَّاکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًا ﴿ۙ۳﴾

سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی (ذرا بھی ٹیڑھا پن نہ رکھا) عدل والی کتاب کہ اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور ایمان والوں کو جو نیک کام کریں بشارت دے کہ ان کے لیے اچھا ثواب ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (الکہف:1،2)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ لَہُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ ہُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۱﴾ یَعۡلَمُ مَا یَلِجُ فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا یَخۡرُجُ مِنۡہَا وَ مَا یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعۡرُجُ فِیۡہَا ؕ وَ ہُوَ الرَّحِیۡمُ الۡغَفُوۡرُ ﴿۲﴾ سب خوبیاں اللہ کو کہ اسی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور وہی ہے حکمت والا خبر دار جانتا ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی ہے مہربان بخشش والا۔

(السباء:1،2)

میں اس کے قدیم احسانات اور لگاتار نعمتوں پر اس شخص جیسی حمد کرتا ہوں جو یہ جانتا ہے کہ اس کے مولائے کریم نے اس کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا اور اس پر اللہ کا بڑا فضل ہے اور میں اس سے مزید فضل اور اس کی

نعمتوں پر شکر کا طلب گار ہوں بے شک وہ بڑے فضل والا ہے اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اس کے خاص بندے، رسول، نبی اور اس کی وحی اور بندوں پر امین ہیں ایسا درود بھیجے جو ان کی خوشی اور ہماری مغفرت کا سبب ہو اور ان کی تمام آل پر پاکیزہ اور کثیر سلام ہو۔

اَمَّا بعد: قول و عمل میں درستگی کی توفیق کے لیے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے میں **لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھتے ہوئے کہتا ہوں: اللہ عزوجل نے اپنے غیب بتانے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا اور جو نازل کیا اس کی فضیلت بھی بتادی اور اپنی مخلوق کو اپنی کتاب میں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بتا دیا کہ قرآن اُس کے لیے حفاظت ہے جس نے اِس کو مضبوطی سے تھاما اور اس کے لیے ہدایت ہے جس نے اس سے ہدایت حاصل کی اور اس کے لیے باعثِ غِنیٰ ہے جو اس کی ذریعے مخلوق سے بے نیاز ہونا چاہے اور جس نے اس کی اتباع کی اس کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ ہے اور جو اس سے نور حاصل کرنا چاہے اس کے لئے نور ہے سینوں میں چھپے باطنی امراض کے لئے شفا ہے اور مومنین کے لیے ہدایت و رحمت ہے پھر اللہ پاک نے اپنی مخلوق کو حکم دیا کہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی محکم آیات پر عمل کریں اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھیں، اس کے متشابہ پر ایمان لائیں اور اس کی مثالوں سے عبرت حاصل کریں اور کہیں: **اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ** (۷) ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

(آل عمران: 7)

پھر اس کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے پر جہنم کی آگ سے نجات اور جنت میں داخلے کا وعدہ فرمایا ہے پھر اس خالقِ کریم عزوجل نے اپنی مخلوق کو

دعوت دی کہ جب اس کتاب کی تلاوت کریں تو اس میں تدبر اور غور و فکر کریں اور جب تلاوت سنیں تو اچھے طریقے سے سنیں تو اس پر بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔ پھر اس نے اپنی مخلوق کو بتایا کہ جس نے قرآن کی تلاوت کی اور اس کے ذریعے اپنے مولا کریم سے تجارت کا ارادہ کیا تو وہ اُسے ایسا نفع دے گا جس سے بڑھ کر کوئی نفع نہ ہو گا اور اسے دنیا و آخرت میں اس تجارت کی برکات دکھادے گا۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو کچھ میں نے ذکر کیا اور کروں گا ان شاءاللہ، سب کا بیان قرآن پاک، احادیثِ مبارکہ اور صحابہ کرام و علماء کرام کے اقوال میں موجود ہے عنقریب میں اس میں سے جو مجھے مستحضر ہوا ذکر کروں گا۔ ان شاءاللہ۔ اللہ پاک ہی توفیق دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَھُمۡ اُجُوۡرَھُمۡ وَ یَزِیۡدَھُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّہٗ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ ﴿۳۰﴾ بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا (نقصان) نہیں تاکہ ان کے ثواب اُنہیں بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بے شک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔ (فاطر:29)

اِنَّ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَھۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ھِیَ اَقۡوَمُ وَ یُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا ﴿۹﴾ وَّ اَنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ اَعۡتَدۡنَا لَھُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۰﴾ بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ

ان کے لیے بڑا ثواب ہے اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (بنی اسرائیل:9،10)

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (۸۲) اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

(بنی اسرائیل:82)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۵۷) اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے۔ (یونس:57)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (۱۷۴) فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ يَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (۱۷۵) اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسّی مضبوط تھامی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔ (النساء:174،175)

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا (۱۰۳) اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔ (آل عمران:103)

اللہ کی رسی سے مراد قرآنِ پاک ہے۔ (الدر المنثور،ج2،ص284)

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَ قُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ (۲۳) اللہ نے اُتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اسے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ (زمر:23)

كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوۡۤا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ (۲۹) یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقل مند نصیحت مانیں۔ (ص:29)

وَ كَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفۡنَا فِيۡهِ مِنَ الۡوَعِيۡدِ لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ اَوۡ يُحۡدِثُ لَهُمۡ ذِكۡرًا (۱۱۳) اور یونہی ہم نے اُسے عربی قرآن اتارا اور اس میں طرح طرح سے عذاب کے وعدے دیئے کہ کہیں انہیں ڈر ہو یا ان کے دل میں کچھ سوچ پیدا کرے۔ (طٰہٰ:113)

جو شخص اللہ پاک کے کلام کو خوب غور سے سنے اور اس کے آداب کا لحاظ کرے یعنی اس سے عبرت حاصل کرے اور اس کی اتباع کو اپنے اوپر لازم کرلے اور اس پر عمل کرے تو اسے خوشخبری دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس سے ہر بھلائی اور بہترین ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ الَّذِيۡنَ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ (۱۸) جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہے۔ (الزمر:18)

وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ(۵۴) وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَۙ(۵۵) اور اپنے رب کی طرف رجوع لاؤ اور اس کے حضور گردن رکھو قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ ہو اور اس کی پیروی کرو جو اچھی سے اچھی تمہارے رب سے تمہاری طرف اُتاری گئی قبل اس کے کہ عذاب تم پر اچانک آجائے اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (الزمر:55،54)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ آیت کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: قرآن کے قاری اور اسے غور سے سننے والے کے لئے اللہ پاک کا سارا کلام ہی بہتر ہے "اس کی پیروی کرو جو اچھی سے اچھی" اس سے مراد یہ ہے کہ وہ قوم اپنے مولا کریم کے قرآن میں بتائے ہوئے نیکی کے کاموں میں سب سے بہتر صورت پر عمل کرتے ہوئے اللہ پاک کی رضا چاہتے اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(۲۰۴) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ (الاعراف:204) کو سنا تو ان کا قرآن کو خوب غور سے سننا انہیں نفع مند اور نقصان دے کاموں کے متعلق غور و فکر کرنے پر اُبھارتا ہے اور انہوں نے اللہ پاک کا یہ فرمان بھی سنا: فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ۠(۴۵) تو قرآن سے نصیحت کرو اُسے جو میری دھمکی سے ڈرے۔ (ق:45)

اللہ تعالیٰ نے جِنات کے گروہ کے متعلق ہمیں خبر دی کہ انہوں نے قرآن کو غور سے سنا اور اس کی دعوت کو قبول کیا پھر اپنی قوم کی طرف لوٹے اور جو قرآن سنا تھا اس کے ذریعے انہیں بہترین انداز میں نصیحت کی اللہ پاک

نے اسے ذکر فرمایا: قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا(۱) یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا(۲) تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنّوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہر گز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔ (الجن:2،1)

اور فرمایا: وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَ لَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ(۲۹) قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ(۳۰) یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جِن پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے بولے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سُنی کہ موسیٰ کے بعد اُتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی حق اور سیدھی راہ دکھاتی اے ہماری قوم اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ۔(احقاف:29 تا31) اور سورۃ "ق" میں ارشاد فرمایا: قٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ(۱) عزت والے قرآن کی قسم۔(ق:1) جو اس کی عظیم مخلوقات یعنی زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کے متعلق اور ان کے پیدا کرنے میں اس کی حکمت کے عجائب پر ہمیں آگاہ کرتا ہے پھر موت اور اس کی ہولناک سختیوں، جہنم اور اس کے بڑے دردناک عذابوں کا ذکر فرمایا جنت اور اس میں اپنے اولیاء کے لیے تیار کی گئی نعمتوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَ لَدَیْنَا مَزِیْدٌ(۳۵) ان کے لیے ہے اس میں جو چاہیں اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔(ق:35) اس کے بعد ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ہُوَ شَہِیۡدٌ (۳۷) بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔(ق:37) اور اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جو کانوں کے ذریعے قرآن کو توجہ سے سنے اسے چاہیے کہ جو کچھ پڑھ اور سن رہاہے دل سے اس میں غوروفکر بھی کرے تاکہ تلاوت کرنے اور سننے سے نفع اٹھا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو قرآن میں تدبر کرنے کی ترغیب ارشاد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُہَا (۲۴) تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعضے دلوں پر اُن کے قفل لگے ہیں۔ (محمد:24)

اور فرمایا: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَ لَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا (۸۲) تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیرِ خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ (النساء:82)

اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تم غور نہیں کرتے کہ تمھارے مولا کریم نے کیسے تمہیں قرآن میں تدبر کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی تو جس نے قرآن میں تدبر کیا اس نے رب کریم اور اس کی عظیم سلطنت و قدرت کی معرفت پائی اور مومنین پر اس کے عظیم فضل و احسان کو جان لیا، اور فرض عبادات کو جان کر ان کی ادائیگی کو اپنے اوپر لازم کر لیا تو جس کام سے مولا کریم نے بچنے کا حکم دیا اس سے بچ گیا، جس کی ترغیب دلائی اس میں مصروف ہو گیا، قرآن کو پڑھ اور سن کر جس کے اندر یہ صفات پیدا ہو گئیں تو قرآن اس کے لئے شفاء ہے اور وہ دنیاوی مال و دولت کے بغیر بھی غنی ہے بغیر خاندانی وجاہت کے عزت دار ہے وہ اس شے سے انس حاصل کرے گا جس سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے جب وہ قرآن کی کسی سورت کی تلاوت شروع کرتا ہے اس کی نیت و سوچ یہ ہوتی ہے کہ میں کب اس سے نصیحت حاصل کروں گا؟ اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا

کہ کب سورۃ ختم کروں گا؟ بلکہ اس کا مقصد یہ ہوتا کہ کب میں اللہ پاک کی کتاب کو سمجھوں گا؟ کب ڈروں گا؟ کب عبرت حاصل کروں گا؟ کیوں کہ تلاوتِ قرآن عبادت ہے اور عبادت غفلت سے نہیں کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطافرمانے والا ہے۔

قرآن جلدی جلدی نہ پڑھو

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: قرآن کوردی کھجوروں کی طرح نہ بکھیرو اور نہ اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھو بلکہ اس کے عجائب پر ٹھہرو اور اس کے ذریعے اپنے دلوں کو حرکت دو اور تم میں سے کوئی بھی جلدی جلدی سورت کے آخر تک پہنچنے کا ارادہ نہ کرے۔

(شعب الایمان، ج3، ص407، الحدیث:1884، 1883)

اپنے عمل کو قرآن پر پیش کرو

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کتابُ اللہ کو اپنے اوپر لازم کرلو اور اس کی مثالوں میں غور و فکر کرو اور اس کے متعلق اہلِ بصیرت بن جاؤ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنے خود کو اور اپنے عمل کو قرآن پر پیش کیا اگر قرآن کے مطابق پایا تو اللہ پاک کا شکر ادا کیا اور مزید کی دعا کی اور اگر کتابُ اللہ کے خلاف پایا تو اپنے نفس کی پکڑ کر کہ توبہ میں جلدی کی۔

(لم اجد)

قرآن کی اتباع کرو اسے اپنا تابع نہ بناؤ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریبا تین سو قاریوں کو جمع کیا پھر قرآن کی شان و عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: بے شک یہ قرآن تمہارے لیے ذخیرہ ہے اور تمہارے خلاف حجت بھی ہے قرآن کی اتباع کرو اسے اپنا تابع نہ بناؤ جس نے قرآن کی اتباع کی قرآن اسے جنت کے

باغات میں لے جائے گا اور قرآن جس کا تابع ہوا اسے گدی سے پکڑ کر گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (فضائل القرآن للفِرْيابي،باب في فضل القرآن وقراءته،ج1،ص129،الحديث:22)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو اپنی حقیقت جاننا چاہیے وہ اپنے آپ کو قرآن کے سامنے پیش کر دے۔ (الزهد والرقائق لابن المبارك،ج1،ص13،الحديث:37)

تلاوت کا حق

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت: يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں۔(البقرہ:121) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: وہ عمل کرتے ہیں جیسے عمل کرنے کا حق ہے۔

(الزهد والرقائق لابن المبارك،باب ما جاء في ذم التنعم في الدنيا،ج1،ص273،الحديث:792)

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: بے شک قرآن نصیحت ہی نصیحت ہے۔ (الإكليل في استنباط التنزيل،ج1،ص223،الحديث:44)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ قرآن کے اخلاق و آداب ذکر کرنے سے قبل میں حفاظِ قرآن کے فضائل بیان کرتا ہوں تاکہ وہ تلاوت اور اس پر عمل کرنے کی طرف مائل ہوں اور جن سے انہوں نے قرآن سیکھا اور جنہیں سکھا رہے ہیں ان کے لیے عاجزی اختیار کریں۔

حُفاظِ قرآن کے فضائل

اللہ والے اور اس کے خاص بندے کون؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں کچھ اللہ والے ہیں؟ عرض کی گئی یا رسول اللہ وہ کون ہیں؟ فرمایا: اہلِ قرآن [1] اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل،ج19،ص296،الحديث:12279)

---

1 یعنی قرآن پر عمل کرنے والے حفاظ کرام اللہ والے ہیں۔ (النهاية في غريب الحديث والأثر،ج 1،ص 83،المكتبة العلمية،بيروت)

قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات چڑھتا جا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صاحبِ قرآن سے بروزِ قیامت کہا جائے گا پڑھتا جا اور جنت کے درجات چڑھتا جا اور اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا تیرا مقام وہاں ہو گا جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔

(سنن أبي داود،باب استحباب الترتيل في القراءة،ج2،ص73،الحديث:1464)

جنت کے درجات کی تعداد

حضرت اُمِّ دَرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس قاری قرآن کے متعلق پوچھا جو جنت میں داخل ہو گا تو اسے دیگر اہلِ جنت پر کیا فضیلت ہو گی؟ فرمایا جنت کے درجات کی تعداد قرآن کی آیتوں کے برابر ہے تو جو قاریِ قرآن جنت میں داخل ہو گا تو اس سے اوپر کوئی نہ ہو گا۔

(فضائل القرآن للقاسم بن سلام،باب فضل اتباع القرآن---،ج1،ص86)

ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن سیکھو اور اس کی تلاوت کرو کہ تمہیں اس کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں عطا کی جائیں گی اور میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ پر دس نیکیاں ہیں بلکہ الف پر دس نیکیاں لام پر دس نیکیاں اور میم پر دس نیکیاں ہیں۔بلاشبہ یہ قرآن اللہ کی دعوت ہے اللہ کی دعوت سے جتنا ہو سکے سیکھو بے شک یہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے نورِ مبین، نفع مند شفا، اپنے متبعین کے لئے نجات اور متمسکین کا محافظ ہے اس میں ٹیڑا پن نہیں کہ جسے درست کیا جائے اس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے اور یہ بار بار پڑھنے سے پُرانا نہیں ہوتا۔

(الترغيب و الترهيب لابن شاہين ،ج1،ص60،الحديث:202)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قرآن سیکھو اور اس کی تلاوت کیا کرو کہ تمھیں اجر دیا جائے گا اور اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ہیں سنو! میں نہیں کہتا کہ "الم" پر دس نیکیاں ہیں بلکہ الف پر دس لام پر دس اور میم پر دس نیکیاں ہیں۔ (الزھد لاحمد بن حنبل، ج1، ص252، الحدیث:1802)

حافظِ قرآن کی ذمہ داری

عبد اللہ بن عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے قرآن یاد کیا اس نے بڑی ذمہ داری اُٹھالی گویا اس کے دونوں کندھوں کے درمیان (علمِ) نبوت کو سَمو دیا گیا مگر یہ کہ اس پر وحی نہیں آتی۔ حافظِ قرآن کو چاہیے کہ جو اس پر غصہ کرے یہ اس پر غصہ نہ کرے اور جو اس کے ساتھ جہالت کا برتاؤ کرے یہ اس کے ساتھ جہالت نہ برتے کیونکہ اس کے سینے میں قرآن موجود ہے۔ (شعب الإیمان، ج4، ص178، الحدیث:2353)

حافظِ قرآن اور علمِ نبوت

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں: جس نے چوتھائی قرآن پڑھا اسے چوتھائی (علمِ) نبوت دیا گیا اور جس نے تہائی قرآن پڑھا اسے تہائی (علمِ) نبوت دیا گیا اور جس نے پورا قرآن پڑھا اسے مکمل (علمِ) نبوت دیا گیا۔[2] (فضائل القرآن وتلاوته، باب في أن من أوتي بعض القرآن، ج1، ص89، الحدیث:49)

قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے والوں کے فضائل

[2] من قَرَأَ ثلث الْقُرْآن أعطي ثلث النُّبُوَّة وَالْمعْنَى فِيهِ أَنه أعطي ثلث علم النُّبُوَّة تہائی نبوت سے علم نبوت کا تہائی مراد ہے۔(مشکل الحدیث وبیانه، ج1، ص264) قَالَ أَبُو بَكْرٍ الْبَيْهَقِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: " وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ مَعْنَى أُوتِيَ النُّبُوَّةَ أَيْ جُمِعَ فِي صَدْرِهِ مَا أُنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ-۔صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُوحَى إِلَيْهِ فَيُدْعَى لِأَجْلِهِ نَبِيًّا وَاللهُ أَعْلَمُ "اسے نبوت دی گئی" سے مراد اس کے سینے میں قرآن جمع کر دیا گیا ہے لیکن اسے وحی نہیں آتی ہے کہ اس کے سبب نبوت کا دعوی کر بیٹھے۔ (شعب الإیمان، ج4، ص178)

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ حضرت ابو عبد الرحمن سُلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے اس جگہ (تعلیمِ قرآن کے لئے) اسی حدیث نے بیٹھا رکھا ہے۔ آپ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت سے لے کر حجاج بن یوسف کے دورِ حکومت تک قرآن کی تعلیم دیتے رہے۔ (سنن الترمذي، باب ما جاء في تعليم القرآن،ج5،ص173،الحديث:2907)

بہتر کون؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (سنن الترمذي، باب ما جاء في تعليم القرآن،ج5،ص175،الحديث:2909)

حضرت عاصم بن بہدلہ رحمۃ اللہ علیہ مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ حضرت عاصم فرماتے ہیں کہ مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اس جگہ بِٹھا دیا جہاں میں قرآن پڑھاتا ہوں۔

(سنن ابن ماجه،باب فضل من تعلم القرآن وعلمه،ج1،ص77،الحديث:213)

چند آیتیں سیکھنے کی فضیلت

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب ہم صفہ میں موجود تھے فرمایا: تم میں کون یہ چاہتا ہے کہ ہر صبح بطحان یا عقیق کی طرف جایا کرے اور بغیر گناہ کئے بغیر رشتہ توڑے دو بڑے کوہان والی خوبصورت فربہ اونٹنیاں لے آیا کرے ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہم سب چاہتے ہیں فرمایا: تو تم میں سے ہر

شخص روزانہ صبح کو کیوں نہ مسجد چلا جایا کرے وہاں قرآنِ کریم کی دو آیتیں سیکھ لیا کرے وہ دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور تین، تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار، چار سے اور اسی قدر اونٹوں سے بہتر ہیں۔(مسند الإمام أحمد بن حنبل،ج28،ص626،الحديث:17408)

مسجد میں درس قرآن کے اجتماع کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لیے جمع نہیں ہوئی مگر انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ ان کا ذکر اس جماعت میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہے اور جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا۔

(صحيح مسلم،باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر،ج4،ص2074،الحديث:2699)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لیے جمع نہیں ہوئی مگر ان پر دل کا چین اُترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی اور فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ ان کا ذکر اس جماعت میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہے۔

(صحيح مسلم،باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر،ج4،ص2074،الحديث:2700)

افضل عمل

حضرت عَنترَہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابنِ عامر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کتابُ اللہ سیکھنے سکھانے اور اس کے معانی میں غور و فکر کرنے کے لیے جمع نہیں ہوتی مگر یہ کہ فرشتے ان پر اپنے پَروں سے سایہ کر لیتے ہیں اور وہ جب تک کسی اور بات میں مصروف نہ ہو جائیں اللہ کے مہمان بنے رہتے ہیں۔(شعب الإيمان،ج3،ص401،الحديث:1872، مگر ابن عامر کی بجائے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔)

اہلِ قرآن کے اوصاف کا بیان

جس شخص کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن سکھایا اور دوسروں پر فضیلت بخشی اور اللہ پاک نے پسند کیا کہ وہ اس کے خاص بندوں اہلِ قرآن اور اہلُ اللہ اور ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اُس بڑے فضل کا وعدہ فرمایا جو ہم نے پہلے ذکر کر دیا اور اسے ان بندوں میں شامل کرنا پسند فرمایا جن کے بارے میں فرمایا: یَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ (البقرہ:121) اس کی تفسیر میں کہا گیا کہ وہ قرآن پر عمل کرتے ہیں جیسا عمل کرنے کا حق ہے۔ اور ان افراد میں شامل کرنا پسند فرمایا جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو قرآن پڑھتا ہو اور اس میں ماہر ہو وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہو گا اور جو قرآن پڑھتا ہو اور قرآن اس پر گراں ہو اس کے لئے دو ثواب ہیں۔

(سنن أبي داود،باب في ثواب قراءة القرآن،ج2،ص70،الحديث:1454)

حضرت عیسی بن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ ختمِ قرآن کرتا ہے تو فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔

(شعب الإيمان،ج3،ص423،الحديث:1910، مگر عیسی بن یونس کی بجائے حبیب بن أبي عمرۃ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے)

تو اسے چاہیے کہ قرآن کو اپنے دل کی بہار بنا لے اس کے ذریعے ویران دل آباد کیا کرے قرآنی آداب کو اپنائے اور ایسے اچھے اخلاق اپنائے جن کے ذریعے بقیہ تمام لوگ جنہوں نے قرآن نہیں پڑھا ان سے ممتاز نظر آئے سب سے پہلی بات جو اسے اپنانی چاہئے اپنے کھانے پینے، پہننے اور رہنے میں شبہات اور حرام سے بچتے ہوئے ظاہر و باطن میں اللہ پاک سے ڈرے ،زمانے اور اہلِ زمانہ کے فساد پر نگاہ رکھنے والا ہو اور اہلِ زمانہ سے اپنے دین کے معاملے میں بچتا رہے اور اپنی ذات پر متوجہ رہے، اپنی خرابیوں کی اصلاح کے متعلق غمزدہ رہے، زبان کی حفاظت کرے، اچھے برے کلام میں تمیز رکھے

، جہاں کلام کرنا درست سمجھے وہاں علم کے ذریعے ہی کلام کرے اور جہاں خاموش رہنا بہتر سمجھے وہاں علم کے ذریعہ خاموش رہے، بے مقصد کاموں میں نہ پڑے، اپنی زبان کے بارے میں دشمن سے بھی زیادہ خوفزدہ رہے اور زبان کو اس طرح قید کرے جیسے دشمن کو قید کیا جاتا ہے تاکہ اس کے شر اور برے انجام سے محفوظ رہے جن باتوں کی وجہ سے لوگ ہنستے ہیں زیادہ ہنسنے کے برے انجام کے خوف سے ان پر بہت کم ہنسے، اگر حق بات پر خوش ہو تو بھی صرف مسکرائے، فضول باتوں میں پڑنے کے خوف سے مزاح سے بھی بچے، اگر کبھی مزاح کرے تو حق بات ہی کہے، کھلے چہرے اور پاکیزہ کلام والا ہو، اپنی خوبی پر بھی اپنے نفس کی تعریف نہ کرے تو جو خوبی اس میں موجود ہی نہیں اس پر کیسے تعریف کی جاسکتی ہے؟ نفسانی خواہشات جن سے رب ناراض ہو ان کے غلبے سے اپنے نفس کو بچاتا رہے، کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کو حقیر نہ جانے، کسی کو برا بھلا نہ کہے، کسی کی پریشانی پر خوش نہ ہو، کسی پر زیادتی نہ کرے، نہ کسی سے حسد کرے اور نہ ہی کسی سے بدگمانی کرے سوائے اس کے جو حسد یا بدگمانی یا عیب بیان کیے جانے کا مستحق ہو جائے تو علم کی روشنی میں ان سے حسد، بدگمانی کر سکتا اور اس کا عیب بیان کر سکتا ہے، علم کے ذریعے ہی ان کی حقیقت سے سکوت اختیار کرے اور اچھے اور بہترین اخلاق کی طرف قرآن و سنت اور فقہ سے رہنمائی حاصل کرے اور غیر شرعی اُمور سے اپنے تمام اعضا کی حفاظت کرے، چلے تو علم کے ذریعے، بیٹھے تو علم کے ذریعے، اپنی زبان اور ہاتھ سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کرے، کسی سے جہالت کا برتاؤ نہ کرے، اگر اس سے جہالت کا برتاؤ کیا جائے تو تحمل سے کام لے اور ظلم نہ کرے، اگر اس پر ظلم کیا جائے تو معاف کر دے، کسی پر زیادتی نہ کرے اگر اس پر زیادتی کی جائے تو صبر کرے، اللہ کی رضا کے لئے غصہ پی جایا کرے اور اللہ کے دشمن پر غصہ کرے، عاجزی کرے اور کسی بھی چھوٹے یا بڑے کی طرف

سے حق بات کی جائے تو اسے قبول کرے، مخلوق کی بجائے اللہ پاک ہی سے عزت و رفعت طلب کرے، تکبر کو سخت ناپسند کرے اور اپنے نفس سے تکبر کے متعلق خوفزدہ رہے، قرآن پاک کو کھانے کا ذریعہ نہ بنائے اور نہ ہی اس کے ذریعے دُنیاوی ضروریات پوری کرنے کو پسند کرے اور نہ ہی اس کے ذریعے حکمرانوں تک پہنچنے اور اُمراء کے پاس بیٹھنے کی کوشش کرے تاکہ وہ اس کی عزت کریں، اگر لوگ بغیر سوچے سمجھے کثیر دنیا کمائیں تو یہ علم کے سبب قلیل دنیا ہی کمائے، اگر لوگ لباسِ فاخرہ پہنیں تو یہ حلال مال سے اتنے پر ہی اکتفا کرے جو اسے ستر پوشی کے لئے کافی ہو، اسے رزق میں وسعت دی جائے تو کثرت سے خیرات کرے رزق میں تنگی کی جائے تو شکوہ شکایت سے باز رہے، تھوڑے پر قناعت اختیار کرے کہ وہ اسے کافی ہو جائے گا اور اپنے نفس پر ایسی دنیا سے خوفزدہ رہے جو اسے سرکش بنا دے، قرآن و حدیث کے واجبات پر عمل کرے، کھائے تو علم کے ساتھ، پیئے تو علم کے ساتھ، پہنے تو علم کے ساتھ، سوئے تو علم کے ساتھ، گھر والوں سے ازدواجی تعلقات رکھے تو علم کے ساتھ، مسلمان بھائیوں کی صحبت اختیار کرے تو علم کے ساتھ، ان کی زیارت کو جائے اور ان سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگے تو علم کے ساتھ، ان کو سلام کرے تو علم کے ساتھ، پڑوسی کے ساتھ رہے تو علم کے ساتھ، والدین کے ساتھ بھلائی کو اپنے اوپر لازم کرلے اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھائے، ان کے سامنے اپنی آواز پست رکھے اور ان پر اپنا مال خرچ کرے، انہیں رحمت و عزت کی نگاہ سے دیکھے، ان کے لئے زندگی کی دعا کرے، بڑھاپے میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، انہیں غمگین نہ کرے، ان کی تحقیر نہ کرے، اگر وہ نیکی کے کام پر مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرے اور اگر گناہ پر مدد طلب کریں تو ان کی مدد نہ کرے بلکہ نرمی و حسنِ ادب سے منع کر دے تاکہ وہ اس برائی کے ارادے سے رُک جائیں صلہ رحمی کرے، رشتہ کاٹنے کو ناپسند کرے، جو

اس سے قطعِ رحمی کرے یہ اس سے رشتہ نہ کاٹے، جو اس کے متعلق اللہ پاک کی نافرمانی کرے (یعنی اس کی حق تلفی کرے) تو یہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے (یعنی اس کی حق تلفی نہ کرے)، مومنین کی صحبت اختیار کرے تو علم کے ساتھ، ان کے ساتھ بیٹھے تو علم کے ساتھ، اِس کی حسنِ مجالست اس کے ساتھ بیٹھنے والے کو نفع دے اگر کسی کو سکھائے تو نرمی کرے، جو غلطی کرے اس پر سختی نہ کرے اور نہ رُسوا کرے، تمام امور میں نرمی اختیار کرے، بھلائی سکھانے پر ڈٹا رہے، علم سیکھنے والا اس سے اُنسیت حاصل کرے اور اس کے ساتھ بیٹھنے والا فرحت محسوس کرے اور اس کی بیٹھک بھلائی کا فائدہ دے ، جو اس کے پاس بیٹھے اسے قرآن و سنت سے آداب سکھائے، اگر خود اِسے کوئی مصیبت پہنچے تو قرآن و سنت اِسے ادب سکھائیں، اپنے علم کے سبب غمگین رہے ، علم کی بدولت روتا رہے، صبر کرے تو علم کے ساتھ، طہارت کرے تو علم کے ساتھ، نماز پڑھے تو علم کے ساتھ، باطنی پاکیزگی حاصل کرے تو علم کے ذریعے، صدقہ کرے تو علم کے ساتھ ، روزہ رکھے تو علم کے ساتھ، حج کرے تو علم کے ساتھ، جہاد کرے تو علم کے ساتھ، رزق کمائے تو علم کے ساتھ اور خرچ کرے تو بھی علم کے ساتھ، تمام امور میں کشادگی اور تنگی اسی علم کے ساتھ کرے اور قرآن و سنت اسے باادب بنادیں۔

ہمیشہ تلاوتِ قرآن کرتا رہے تاکہ اس کے ذریعے اپنے نفس کو ادب سکھائے اور اپنے لئے اللہ کے فرائض کو جہالت کے ساتھ ادا کرنے پر راضی نہ ہو علم و فقہ کو بھلائی کی طرف جانے میں اپنا رہنما بنالے تلاوت قرآن کے دوران عقل و فہم کو حاضر رکھے اور اس کی پوری کوشش ہو کہ وہ اس چیز کو سمجھ لے جو اللہ پاک نے اس پر لازم کی ہے یعنی اوامر کی اِتباع اور اور ممنوع چیزوں سے بچنا، دورانِ تلاوت یہ کوشش نہ کرے کہ کب سورت ختم کروں گا؟ بلکہ یہ

سوچے کہ میں کب غیروں کو چھوڑ کر اللہ ہی سے لو لگاؤں گا؟ میں کب متقی بنوں گا؟ میں کب نیک بنوں گا؟ میں کب متوکل بنوں گا؟ میں کب اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑانے والا بنوں گا؟ میں کب صابرین کی صف میں شمار ہوں گا؟ میں کب صادقین میں شامل ہوں گا؟ میں کب خائفین میں داخل ہوں گا؟ اور میں کب اللہ کی رحمت سے سچی امید لگانے والا بنوں گا؟ کب دنیا سے کنارہ کشی کروں گا؟ کب آخرت میں رغبت کروں گا؟ کب گناہوں سے توبہ کروں گا؟ کب میں اللہ پاک کے خطاب کو سمجھوں گا؟ اور جو تلاوت کرتا ہوں اسے کب سمجھوں گا ؟ کب نفسانی خواہشات پر غلبہ پاؤں گا؟ کب اللہ پاک کی رضا کے لیے جہاد کا حق ادا کروں گا؟ کب اپنی زبان کی حفاظت کروں گا؟ کب اپنی نگاہوں کو جھکاؤں گا؟ کب اپنی شرمگاہ کی حفاظت کروں گا؟ کب میں اللہ سے حقیقی حیا کروں گا؟ کب اپنے عیب تلاش کرنے میں مصروف ہوں گا؟ اور کب اپنے اندر پائی جانے والی برائیوں کی اصلاح کروں گا؟ کب اپنا محاسبہ کروں گا؟ کب میں آخرت کی تیاری کروں گا ؟ کب میں اللہ کی رضا پر راضی ہوں گا ؟ کب اللہ پر بھروسہ کرنے والا بنوں گا؟ کب میں قرآن کے زجر سے نصیحت حاصل کروں گا؟ کب میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو کر غیروں کا تذکرہ چھوڑوں گا؟ کب اللہ کی پسندیدہ چیزوں سے محبت کروں گا؟ کب اُس کے ناپسند کاموں سے نفرت کروں گا؟ میں کب اللہ پاک کا مخلص بندہ بنوں گا؟ کب اپنا عمل خالص اس کی رضا کے لئے کروں گا؟ کب اپنی لمبی امیدوں کو ختم کروں گا؟ کب موت کے دن کی تیاری کروں گا؟ حالانکہ موت کا وقت بھی مجھے معلوم نہیں کب میں اپنی قبر کی تیاری کروں گا ؟ کب میدانِ قیامت اور اس کی شدت میں غور و فکر کروں گا؟ اور کب اپنے رب کی بارگاہ میں میں اکیلے حاضر ہونے کے متعلق غور و فکر کروں گا؟ کب اپنے پلٹنے کی جگہ یعنی جنت یا دوزخ کے بارے میں فکر مند ہوں گا؟ کب اس دوزخ سے ڈروں گا جس سے میرے رب نے مجھے ڈرایا ہے کہ اس کی آگ

شدید اور جس کی گہرائی بہت زیادہ ہے اور اس میں جانے والوں کو موت نہ آئے گی کہ وہ آرام پا سکیں ان کے گناہ کم نہ کیے جائیں گے اور ان کے آنسوؤں پر رحم نہ کیا جائے گا ان کا کھانا زقوم اور ان کا پینا کھولتا پانی ہو گا۔ **كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ** ؕ جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں۔(النساء:56) دوزخی نادم ہوں گے مگر ان کی ندامت کچھ فائدہ نہ دے گی، وہ اللہ کی اطاعت میں کوتائی کرنے، اس کی نافرمانیاں کرنے پر افسوس کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو چبائیں گے ان میں سے کوئی کہہ رہا ہو گا: **يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ** (۲۴) کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی۔(الفجر:24) کوئی پکارے گا: **لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ** شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں۔(المؤمنون:100) کوئی اظہارِ ندامت کرتے ہوئے کہہ رہا ہو گا: **يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا** ۚ ہائے خرابی ہماری اس نوِشتہ (تحریر) کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو۔(الکہف:49) کوئی افسوس کرتے ہوئے پکارے گا: **يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا** (۲۸) وائے خرابی میری ہائے کسی طرح میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا۔(الفرقان:28) ان میں سے ایک گروہ جن کے چہرے طرح طرح کے عذابات میں اُلٹ پلٹ کیے جائیں گے کہے گا: **يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا** (۶۶) ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔ (الاحزاب:66)

اے مسلمانو! اے حُفَّاظِ قرآن! یہ جہنم کی آگ ہے جس سے اللہ نے مومنوں کو اپنی کتاب میں کئی مقامات پر ڈرایا ہے اور فرمایا: **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ**

اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ(۶) اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرّے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔(التحریم:6) اور فرمایا: وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَۚ(۱۳۱) اور اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار رکھی ہے۔(آل عمران:131) اور فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ(۱۸) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔(الحشر:18) پھر اللہ پاک نے مومنین کو فرائض اور اپنے عہد سے غفلت کرنے سے بھی ڈرایا تاکہ وہ ان پر عمل کو چھوڑ نہ دیں اور جو حدود ان کے لئے اللہ پاک نے مقرر فرمائیں ان کی حفاظت کریں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی تو اللہ نے انہیں طرح طرح کے عذاب سے سزا دی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(۱۹) اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں وہی فاسق ہیں۔(الحشر:19) پھر اللہ پاک نے قرآن میں اِعلان فرمادیا کہ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہوسکتے۔ لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ(۲۰) دوزخ والے اور جنّت والے برابر نہیں جنّت والے ہی مراد کو پہنچے۔ (الحشر:20)

عقلمند مومن وہی ہے کہ جب قرآن پڑھے تو اپنے آپ کو قرآن کے سامنے پیش کر دے اور قرآن اس کے لیے آئینے کی طرح ہو کہ وہ اس کے ذریعے اپنے اچھے اور بُرے افعال کو پہچانے جن کاموں سے اللہ پاک نے بچنے کا حکم دیا ان سے بچے اور جس عذاب سے اس نے ڈرایا اس سے ڈرے اور جس چیز کی اس کے مولا نے ترغیب دلائی اس میں رغبت کرے اور اس کی رحمت پر امید رکھے جو شخص ان صفات سے متصف ہویا اس کے قریب قریب ہو تو تحقیق اس نے قرآن کی تلاوت کا حق ادا کیا اور اس کی کماحقُّہ رعایت کی، قرآن اس کے لئے گواہ، شفیع، مُونِس اور محافظ ہو گا اور جو ایسا ہو گا خود کو اور اپنے اہل خانہ کو فائدہ پہنچائے گا اس کے والدین اور اولاد کو دنیا و آخرت میں بھلائی ملے گی۔

والدین کی تاج پوشی

حضرت معاذ بن انس جُہَنِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہو گی اگر وہ دُنیا کے گھروں میں آجائے تو اس کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جس نے خود اس پر عمل کیا ہو گا؟

(سنن أبي داود،باب في ثواب قراءة القرآن،ج2،ص70،الحديث:1453)

خوش بخت کون؟

حضرت خَیثَمہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ایک عورت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ سلام کے پاس سے گزری اور کہنے لگی اس گود کی خوش بختی جس نے آپ کو اُٹھایا اور اس چھاتی کی خوش بختی جس سے آپ نے دودھ پیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اس کے لئے خوش بختی ہے جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا۔

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،خيثمة بن عبد الرحمن،ج4،ص119)

بروزِقیامت قرآن کا ساتھ

حضرت بُرَیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن قرآن (سفر یا مرض و غیرہ کی وجہ سے) بدلی ہوئی رنگت والے شخص کی شکل میں ایک آدمی کے پاس آئے گا تو آدمی کہے گا تم کون ہو؟ قرآن کہے گا میں وہ ہوں جس نے تجھے دن کو بھوکا اور رات کو جگائے رکھا۔ (سنن ابن ماجه،باب ثواب القرآن،ج2،ص1242،الحديث:3781)

قرآن تین مقاصد کے لئے پڑھا جائے گا

حضرت اِیَاس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا: اگر تم زندہ رہے تو عنقریب دیکھو گے کہ قرآن تین طرح پڑھا جائے گا اللہ کے لیے، دنیا کے لیے، اور جھگڑنے کے لیے جو جیسی نیت کرے گا وہی پائے گا۔ (سنن الدارمي،باب فضل من قرأ القرآن،ج4،ص2097،الحديث:3372)

میں نے اس گروہ کے اخلاق کا ذکر کر دیا ہے جو اللہ پاک کی رضا کے لیے قرآن پڑھتے ہیں اور اب میں ان دونوں قسموں کا ذکر کروں گا جو دنیا اور جھگڑنے کے لئے قرآن پڑھتے ہیں اور ان کے اخلاق بیان کروں گا تاکہ اللہ پاک سے ڈرنے والا ان اخلاق کو پہچانے اور ان دونوں قسموں سے بچے۔

اللہ کی رضا کے بغیر قرآن پڑھنے والوں کا کردار

جس نے قرآن دنیا اور اہلِ دنیا کے لئے پڑھا اس کے مذموم اخلاق میں سے یہ بھی ہوگا کہ وہ قرآن کے حروف کا تو حافظ ہوگا مگر اس کی بیان کردہ شرعی حدود کی پاسداری نہ کرے گا، اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا اور دوسروں پر تکبر کرے گا، قرآن کو کمائی کا ذریعہ بنا لے گا، اس کے ذریعہ مالداروں سے مال بٹورے گا اور اپنی دُنیاوی حاجات پوری کرے گا، دُنیاداروں کی تعظیم اور غرباء کی تحقیر کرے گا، دُنیاوی لالچ کے سبب مالدار کو نرمی و شفقت سے علم سکھائے

گا، اگر کسی غریب کو علم سکھائے گا تو اسے ڈانٹے گا اور اس پر سختی کرے گا اس لیے کہ اس کے پاس دُنیا نہیں جس کی لالچ کی جائے، فقراء سے خدمت لے گا اور اغنیاء پر تکبر کرے گا، اگر اس کی آواز اچھی ہوئی تو حکمرانوں کے سامنے ان سے دنیا حاصل کرنے کی لالچ میں قرات کرنے اور انہیں نماز پڑھانے کو پسند کرے گا اور اگر غرباء اسے نماز پڑھانے کا کہیں ان کے پاس دُنیا کی قلت کے سبب اس پر اُنہیں نماز پڑھانا بھاری پڑ جائے گا، اس کی طلب بس دنیا ہی ہو گی جہاں سے بھی ملے اور اسی کے گرد گھومتا رہے گا لوگوں پر قرآن کے سبب فخر کرے گا اور مختلف قراءتیں یاد ہونے اور قراءتوں کی معرفت کے سبب اپنے سے کمزور حافظے والے حافظ پر فخر کرے گا حالانکہ اگر اسے سمجھ ہوتی تو اسے معلوم ہوتا کہ اس پر واجب ہے کہ ان قراءتوں میں قرات نہ کرے (جو عوام کو معلوم نہیں) تم اسے دیکھو گے کہ وہ متکبر اور بغیر تمیز کے بہت بولنے والا ہو گا اور ہر اس شخص کے عیب نکالتا ہو گا جو اس کی طرح مضبوط حافظ نہیں اور جو اس کی طرح مضبوط حافظ ہو گا اس کے عیب تلاش کرے گا اپنی مجلس میں متکبرانہ انداز میں بیٹھے گا اور دوسرے کو سکھاتے وقت اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا، اس کے دل میں خشوع و خضوع کے لیے کوئی جگہ نہ ہو گی، بہت زیادہ ہنسنے والا اور فضول کاموں میں غور و خوض کرنے والا ہو گا، جو مالکِ کریم اس کی پکڑ کر سکتا ہے اس کے کلام (قرآن) کو چھوڑ کر اپنے پاس بیٹھنے والے سے باتوں میں مشغول ہو جائے گا جس رب نے اپنے کلام قرآن کو غور سے سننا فرض قرار دیا ہے اس سے زیادہ وہ اپنے پاس بیٹھنے والے کی بات توجہ اور غور سے سنتا ہے، قرآن سنتے وقت نہ تو اس پر خشوع کی کیفیت طاری ہوتی ہے نہ آنسو بہاتا ہے اور نہ ہی غمگین ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں غور و فکر کر کے اپنے نفس کی گرفت کرتا ہے حالانکہ قرآن سننے والے کے لئے یہ تمام کام شریعت کو محبوب ہیں، دنیا اور جو چیز دنیا کے قریب کر دے اس میں رغبت رکھتا ہے، اس کی رضا اور ناراضی دنیا

ہی کے لئے ہوتی ہے اگر کوئی اس کے حقوق ادا کرنے میں کوتائی کرے تو کہتا ہے اہلِ قرآن کے حقوق میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اور ان کی حاجتیں پوری کرنی چاہیں، لوگوں سے اپنے حقوق پورے کرنے کا تقاضا کرتا ہے مگر جو حقوقُ اللہ اس پر لازم ہیں اپنے نفس سے ان کی ادائیگی کا تقاضا نہیں کرتا، دوسروں پر غصہ کر کے سمجھتا ہے کہ میرا غصہ اللہ کے لئے ہے اور اپنے نفس پر رضائے الٰہی کے لئے غصہ نہیں کرتا، اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ مال کہاں سے کمایا حرام سے یا حلال سے، دنیا کی عظمت اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے، دنیا کی کوئی حرام شے بھی اسے ملنے سے رہ جائے تو اس کے نہ ملنے پر غمگین ہو جاتا ہے، قرآنِ پاک سے ادب نہیں سیکھتا، اللہ پاک کے وعدہ و وعید کے متعلق اپنے نفس پر سختی نہیں کرتا، جو تلاوت کرتا یا سنتا ہے اس پر عمل سے غافل و بے پرواہ ہوتا ہے، اس کی انتہائی کوشش بس قرآن کے حروف کو یاد رکھنا ہوتی ہے، تلاوت کے دوران ایک حرف کی غلطی بھی اسے ناگوار گزرتی ہے اسلئے کہ کہیں مخلوق کے نزدیک اس کا مرتبہ کم نہ ہو جائے اور تم اسے اس پر غمگین و افسردہ ہوتا دیکھو گے مگر اللہ اور اس کے درمیان وہ معاملات جن کے کرنے کا قرآن میں حکم ہے یا منع کیا ہے انہیں ضائع کرتے ہوئے اسے کوئی رنج و غم لاحق نہیں ہوتا، اکثر امور میں اس کے اخلاق اَن پڑھ جاہلوں جیسے ہوتے ہیں، قرآن نے جو احکام اس پر واجب کئے ہیں اس پر عمل کے معاملے میں نفس کی گرفت نہیں کرتا، جب اس نے اللہ کا فرمان وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔(الحشر:7) سن لیا تو اس پر واجب تھا کہ اپنے نفس پر علم سیکھنا لازم کرتا تاکہ ان امور کی معرفت حاصل کرتا جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور پھر ان سے باز رہتا اللہ اور اس کے مابین جن امور کا علم

اس پر واجب ہے اس پر بہت کم توجہ دیتا ہے لیکن وہ معلومات جس کے ذریعے دنیا داروں کے سامنے آراستہ ہو اور وہ اس کی عزت کریں ان پر اس کی بڑی گہری نظر ہوتی ہے، اسے حلال و حرام کی معرفت۔ جس کا اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا ہے تاکہ علم کی روشنی میں حلال حاصل کرے اور حرام کو چھوڑے۔ نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے، نہ تو نعمتوں کے علم میں اسے رغبت ہوتی ہے اور نہ ہی مُنعِم کے شکر کی معرفت میں دلچسپی، اس کا تلاوتِ قرآن کرنا اس کے باطن میں موجود تکبر اور سامعین کے سامنے مُزَیَّن ہونے کو ظاہر کرتا ہے وہ اس طرح کے اس کے ظاہری اعضاء پر خشوع و خضوع کے اَثرات نظر نہیں آتے جب قرآن پڑھتا یا سنتا ہے تو اس کی سوچ یہی ہوتی ہے کہ کب یہ تلاوت ختم ہو گی؟ یہ نہیں سوچتا کہ میں کب اسے سمجھوں گا؟ تلاوتِ قرآن کے دوران قرآنی مثالوں میں غور و فکر نہیں کرتا، اور نہ ہی اس کے وعدہ و وعید پر ٹھرتا ہے، مخلوق کو راضی کرنے میں مگن رہتا ہے اور ربُ العالمین کی ناراضی کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، کثرتِ تلاوت کے سبب لوگوں میں مشہور ہونا چاہتا ہے اپنے ختمِ قرآن کا اظہار کرتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کا مقام و مرتبہ بلند ہو جو اس کے برے اخلاق سے واقف نہیں ان کی تعریفات نے اسے فتنے میں ڈال دیا ہے جھوٹی تعریف پر خوش ہوتا ہے حالانکہ اس کے اعمال جاہلوں جیسے ہیں خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتا ہے اور قرآن میں ایسے شخص کے متعلق جو زجر و توبیخ ہے اس میں غور و فکر نہیں کرتا اگر یہ قرآن پڑھاتا ہو تو جو کوئی اس کے علاوہ کسی اور قاری کے پاس پڑھے اس پر غصہ کرتا ہے، اس کے پاس کسی اور قاری کی اچھائی کا ذکر کیا جائے تو اسے ناگوار گزرتا ہے اور برائی کا تذکرہ ہو تو خوش ہوتا ہے، اپنے سے کم مرتبے والے کا مذاق اُڑاتا اور بلند مرتبے والے پر طعنہ زنی کرتا ہے، دیگر قاریوں اور حُفَّاظ کے عیب تلاش کرتا رہتا ہے تاکہ انہیں رسوا کرے اور اپنی شان بیان کرے، دوسروں کی خطا

مگر اپنی درستی چاہتا ہے، جو ان بری صفات کا حامل ہو تو اس نے اپنے مولائے کریم کی ناراضی کا ارادہ کر لیا اور اس سے بھی بڑی خطرناک بات یہ ہے کہ وہ تلاوتِ قرآن کے سبب صالحین کے آثار و علامات ظاہر کرتا اور باطنی طور پر جو اللہ کی رضا کے لئے اس پر واجب ہے اس کو ضائع کر دیتا ہے اور جن کاموں سے اس کے مولا نے منع کیا ان میں منہمک ہو جاتا ہے یہ سب کچھ مقام و مرتبے کی محبت اور دنیا کی طرف میلان کا نتیجہ ہے، حفظِ قرآن کے سبب لوگوں میں مشہوری اور خود پسندی نے اسے فتنے میں مبتلاء کر دیا ہے، اگر اُمراء و حکمرانوں میں سے کوئی بیمار پڑ جائے اور اسے ختمِ قرآن کا کہے تو اسے خوشی ہوتی اور دوڑا دوڑا جاتا ہے اور اگر کوئی مستورالحال غریب ختمِ قرآن کا کہے تو اس کی طبیعت بوجھل ہو جاتی ہے، قرآن کی تلاوت و حفظ اس کی زبان پر ہی ہوتے ہیں، عملی طور پر بہت سے احکام کو ضائع کر رہا ہوتا ہے، اس کے اخلاق جاہلوں جیسے ہوتے ہیں کھاتا ہے تو علم کے بغیر، پیتا ہے تو بغیر علم کے، پہنتا ہے تو بھی علم کے بغیر، ازدواجی تعلقات بھی بغیر علم کے انجام دیتا ہے اور سوتا ہے تو بھی علم کے بغیر، کسی کی صحبت اختیار کرے یا ملاقات کے لئے جائے یا سلام کرے یا گھر میں جانے کی اجازت مانگے تو یہ سب کام قرآن و سنت کے علم کے بغیر ہی کرتا ہے(ایسے شخص سے تو وہ بہتر ہے) جس نے تھوڑا قرآن یاد کیا اور اپنے نفس سے فرائض کی ادائیگی اور محارم سے بچنے کے متعلق علم سیکھنے کا مطالبہ کرتا ہے اگرچہ لوگ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں اور نہ ہی اسے شہرت ملے۔

جس شخص کے اندر مذکورہ مذموم صفات ہوں گی وہ ہر فتنے میں مبتلا شخص کے لیے باعثِ فتنہ ہے کیونکہ جب وہ ایسے اخلاق و عادات اپنائے گا جو حافظِ قرآن کے لیے مناسب نہیں تو جاہل اس کی پیروی کریں گے اور جب کسی جاہل کو اس کے عیب پر سمجھایا جائے گا تو وہ بطورِ دلیل کہے گا جب فلاں قاری و

حافظِ قرآن بھی ایسا کرتا ہے میں تو بدرجہ اَولیٰ کر سکتا ہوں تو جس کی یہ حالت ہو اس نے اپنے آپ کو بڑے عظیم خطرے پر پیش کر دیا اور اس پر حجت قائم ہو چکی ہے، اس کے لئے کوئی عذر باقی نہیں سوائے توبہ کے۔

ان برے اخلاق کو بیان کرنے میں میری شدت بھی اہلِ قرآن کی خیر خواہی کی نیت سے ہے تاکہ وہ اچھے اخلاق کو اپنائیں اور اور گھٹیا و برے اخلاق سے بچیں اللہ مجھے اور تمھیں ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جان لو! اللہ تم پر رحم فرمائے اہلِ قرآن کے ناپسندیدہ اخلاق جو میں نے ذکر کیے ہیں ان کے متعلق جو احادیث و اخبار میں نے روایت کی ہیں ان میں سے جو مجھے ابھی مستحضر ہیں ذکر کرتا ہوں تاکہ ہماری کتاب کو پڑھنے والا تلاوتِ قرآن کے وقت اپنے آپ کو نصیحت کرے اور ضروری احکامات کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ اللہ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہم پر ایک زمانہ ایسا گزرا کہ جو بھی قرآن سیکھتا تو اس سے اللہ کی رضا کا ہی ارادہ کرتا تھا اور اس کے بعد جب یہ زمانہ آیا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ لوگ لوگوں کے لئے اور ان کے پاس موجود دنیا کے لئے قرآن سیکھتے ہیں تو قرآن اور اپنے اعمال سے اللہ کی رضا کا ہی ارادہ کرو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے تو ہم تمہیں پہچان لیتے تھے کیونکہ وحی نازل ہوتی تھی اور اللہ تعالیٰ تمہاری خبریں ہمیں بتادیتا تھا آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اب ہم تمہیں اس طرح پہچانتے ہیں کہ جو تم میں بھلائی کا اظہار کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے اور اچھا گمان کرتے ہیں اور جو برائی کا اظہار کرے تو ہم اس سے بغض رکھتے ہیں اور اسے برا سمجھتے ہیں اور

تمہارے باطنی معاملات تمہارے اور اللہ پاک کے مابین ہیں اور دوسری روایت میں اس قول کے شروع میں "یاایھا الناس" اے لوگو! کے الفاظ بھی ہیں۔

(فضائل القرآن للفِرْيابِي،باب ختم القرآن، وما جاء فيه،ج1،ص243)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور میں لوگوں پر مالِ دنیا کے لئے قرآن پڑھنے سے خوف زدہ تھے تو اس دور (تقریبا350ھ) میں تمہارا کیا گمان ہے؟(اور اب 1443ھ میں کیا حال ہو گا۔)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آگاہ فرمادیا کہ کچھ قومیں قرآن پڑھیں گی اور اسے اس طرح درست پڑھیں گی جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے اور اس کا اجر جلد چاہیں گے مؤخر نہیں کریں گے اور اس کے ذریعے جلدی ملنے والی دنیا طلب کریں گے نہ کہ آخرت۔

کچھ قومیں حصولِ دنیا کے لئے قرآن پڑھیں گی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جب ہم قرآن پڑھ رہے تھے عربی اور عجمی سب ہی تھے فرمایا: پڑھے جاؤ سب ٹھیک ہو کچھ قومیں ایسی ہوں گی جو تلاوت کو ایسے درست کریں گی جیسے تیر سیدھا کیا جاتا ہے دنیا میں اجرت لیں گے آخرت کے لیے نہ رکھیں گے۔ (سنن أبي داود،باب ما يجزئ الأمي والأعجمي من القراءة،ج1،ص220،الحديث:830)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن پڑھ رہے تھے اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: الحمد للہ اللہ کی کتاب ایک ہے اور تم میں نیک لوگ موجود ہیں اور تم میں سرخ اور سفید بھی ہیں قرآن پڑھتے رہو اس سے پہلے کہ ایسی قومیں آئیں جو قرآن پڑھیں گی اور اس کے حروف کو ایسے درست

ادا کریں گی جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور اس کا اجر (دنیا میں) جلد چاہیں گے اور (آخرت کے لئے) مؤخر نہ کریں گے۔ (شعب الایمان، ج4، ص206، الحدیث:2402)

دوزخ کا ایندھن بننے والے قاری کون؟

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دین غالب ہو کر رہے گا یہاں تک کہ سمندروں سے تجاوز کر جائے گا اور یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں گھوڑوں کو پانی میں گھسا دیا جائے گا پھر ایسی قوم آئے گی جو قرآن پڑھے گی تو جب وہ قرآن پڑھیں گے تو کہیں گے ہم نے قرآن پڑھا تو ہم سے زیادہ کون قرآن پڑھنے والا ہے؟ اور ہم سے بڑا عالم کون ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور استفسار فرمایا: کیا تم ان لوگوں میں کوئی بھلائی دیکھتے ہو؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی نہیں، فرمایا: وہ تمہیں میں سے ہیں اور اسی امت سے ہیں اور وہی دوزخ کا ایندھن ہیں۔

(الزهد والرقائق لابن المبارك، باب ذم الرياء والعجب۔۔، ج1، ص152، الحديث:450)

عمل سے محروم قاری

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہم اس امت کے ابتدائی لوگ ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان میں اس شخص کو بہترین شمار کیا جاتا تھا جسے قرآن کی ایک سورت یا اس کی مثل یاد ہو اور ان پر قرآن دشوار تھا پر انہیں عمل کی دولت سے نوازا گیا تھا اور اس امت کے آخری لوگوں پر قرآن آسان کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اسے بچہ اور عجمی بھی پڑھ لے گا لیکن وہ اس پر عمل نہیں کریں گے۔ (لم اجد)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ضرور اس قرآن کو ایک قوم ترتیل کے ساتھ پڑھے گی اور اسے ایسے پئیے گی جیسے پانی پیا جاتا ہے (یعنی معانی اور احکام میں غور وفکر کے بغیر پڑھیں گے (فیض القدیر)) مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔

(المعجم الأوسط، من اسمه أحمد، ج1، ص251، الحديث:825)

حقیقی قاری کون؟

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: بے شک اس قرآن کو غلاموں اور بچوں نے بھی پڑھا لیکن وہ اس کا معنیٰ نہیں جانتے اور اللہ عزوجل کے اس حکم کو شروع سے سمجھے ہی نہیں: کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں۔(ص:29) تو تدبر سے اس کی اتباع ہی مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ اللہ کی قسم تدبر سے اس کے حروف یاد کرنا اور اس کی حدود کو ضائع کرنا مراد نہیں یہاں تک کہ ان میں سے کوئی کہے گا: میں نے مکمل قرآن پڑھ لیا ہے اور اس میں سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا حالانکہ اللہ کی قسم اس نے سارا قرآن ہی چھوڑ دیا کہ تمہیں اس کے عمل اور اخلاق میں قرآن نظر نہیں آئے گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی کہے گا: میں پوری سورت ایک سانس میں پڑھ لیتا ہوں اللہ کی قسم وہ قرآن کے قاری نہیں اور نہ صاحبِ حکمت ہیں اور نہ متقی۔ قاری کب اس طرح کہیں گے کہ اللہ ایسے قاریوں کی کثرت نہ کرے۔

(فضائل القرآن للفِرْيابي، باب صفة الخوارج والتغليظ عليهم، ص246، الحديث:177)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اللہ پاک کے اس ارشاد: یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں۔(البقرہ:121) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: وہ اس پر عمل کرتے ہیں جیسا عمل کرنے کا حق ہے۔

(تفسیر طبری، ج2، ص568، الحدیث:1894)

حافظِ قرآن ان خوبیوں سے پہچانا جائے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: حافظِ قرآن کو چاہیے کہ جب لوگ سو رہے ہوں تو وہ اپنی رات کی عبادت سے اور جب لوگ کھا رہے ہوں تو دن کے روزے سے اور جب لوگ حرام و شبہات میں پڑے ہوں تو اپنے ورع سے، جب لوگ تکبر کر رہے ہوں تو اپنی تواضع سے اور جب لوگ خوشیاں منا رہے ہوں تو غمِ آخرت سے اور جب لوگ ہنس رہے ہوں تو خوفِ خدا میں رونے سے اور جب لوگ فضول باتوں میں پڑے ہوں تو اپنی خاموشی سے پہچانا جائے۔ (الزهد لاحمد بن حنبل، ج1، ص133، الحديث:892)

ہم نے جو روایات پیچھے ذکر کیں اس بات پر رہنمائی کرتی ہیں کہ اہلِ قرآن کو چاہیے کہ دوسرے لوگ جو ان کی طرح علم نہیں رکھتے اُن سے ان کے اخلاق جُدا و ممتاز ہوں جب ان پر مصیبتیں اور پریشانیاں آئیں تو اللہ تعالیٰ سے ہی التجا کریں اور مخلوق کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کریں اور ان کے دل اللہ ہی کی طرف سبقت کرنے والے ہوں کیونکہ وہ قرآن و سنت سے ادب سیکھے ہوئے ہیں اور صاحبِ علم و پیشوا ہیں اسلئے بھی کہ وہ اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں۔ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۲۲) یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (المجادلہ:22)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: حافظِ قرآن کو چاہیے کہ اسے مخلوق میں کسی کی حاجت نہ ہو، نہ خلیفہ کی نہ ہی کسی اور کی، بلکہ مخلوق اس کی حاجت مند ہو اور فرمایا: حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اُٹھائے ہوتا ہے اسے چاہیے کہ فضولیات میں پڑھنے والوں کے ساتھ فضول باتوں میں نہ پڑے اور نہ غافلوں کے ساتھ غفلت و کھیل کود میں پڑے۔

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، الفضيل بن عياض، ج8، ص92)

اور فرمایا: قرآن عمل کے لیے نازل کیا گیا ہے یعنی اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانو اور اس کے متشابہات کے متعلق غور و فکر سے رُک جاؤ مگر لوگوں نے صرف تلاوت کو ہی عمل سمجھ لیا ہے۔

(اقتضاء العلم العمل،باب ما قيل في حفظ حروفه وتضييع حدوده،ج1،ص75،الحديث:116)

قرآن پڑھ کر دنیا کو ترجیح دینا کیسا؟

حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ کی طرف خط لکھا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم نے اپنا دین دو پیسوں کے بدلے بیچ دیا ہے کہ تم دودھ والے کے پاس گئے اور اس سے قیمت پوچھی تو اس نے کہا آپ کے لئے درہم کے چھٹے حصے کا ہے تم نے کہا آٹھویں حصے کا دو تو اس نے کہا یہ آپ کا ہوا اور وہ تمھیں جانتا تھا اپنے سر سے غافلوں کی چادر ہٹاؤ اور موت کی نیند سے خبر دار رہو جان لو ! جس نے قرآن پڑھا پھر دنیا کو ترجیح دی تو اس بات سے بے خوف نہ ہو کہ وہ اللہ کی آیات سے مذاق کرنے والا ہے۔

(احیاء علوم الدین،کتاب آداب الألفة والأخوة والصحبة،ج2،ص183)

اہلِ قرآن کی اصلاح کتنی ضروری ہے؟

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر اہلِ قرآن کی اصلاح ہو جائے تو سارے لوگ صحیح ہو جائیں۔ (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،ج4،ص83)

قرآن جن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا

حضرتِ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: چند سالوں کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے تو انہیں غی (جہنم کی وادی) میں ڈال دیا جائے گا پھر ایسے ناخلف ہونگے جو قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور قرآن تین قسم کے لوگ پڑھیں گے مومن منافق اور فاجر۔ بشیر بن ابو عمرو خولانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں

نے حضرت ولید بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا یہ تینوں کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا منافق وہ جو قرآن کا منکر ہے اور فاجر وہ جو قرآن کو کھانے کا ذریعہ بنا لے اور مومن وہ ہے جو اس پر ایمان لائے۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل،ج17،ص440،الحديث:11340)

قرآن کو کھانے اور مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو سورت یوسف کی تلاوت کر رہا تھا حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ رُک کر اس کی قرات سننے لگے جب وہ تلاوت سے فارغ ہوا تو مانگنے لگا آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا چلو بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے قرآن پڑھا اسے چاہیے کہ اس کے وسیلے سے اللہ ہی سے سوال کرے کہ عنقریب ایسی قوم آئے گی جو قرآن پڑھے گی اور اس کے ذریعے لوگوں سے مانگے گی۔ (سنن الترمذي،ج5،ص179،الحديث:2917)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا ہم نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا ہم ایک سائل کے پاس سے گزرے جو قرآن پڑھ رہا تھا حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھرے اور قرآن سننے لگے جب وہ شخص تلاوت سے فارغ ہوا تو مانگنے لگا آپ نے ارشاد فرمایا: ہمیں یہاں سے لے چلو بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا قرآن پڑھو اور اس کے وسیلے سے اللہ سے مانگو بے شک تمہارے بعد ایسی قوم ہو گی جو قرآن پڑھے گی اور اس کے ذریعے لوگوں سے مانگے گی۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل،ج33،ص146،الحديث:19917)

حفاظِ قرآن سے قیامت میں پوچھ گچھ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن حفاظِ قرآن کو لایا جائے گا اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائے گا: تم میرے کلام کے حافظ تھے میں تم سے وہ پوچھ گچھ کروں گا جو انبیاء سے کروں گا سوائے وحی کے۔

(فضائل القرآن وتلاوته،ج1،ص89)

اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو غور و فکر کرے، اللہ سے ڈرے اور قرآن کے اجر کو آخرت پر مؤخر کرے اور اس کی حفاظت کرے اور فانی کو باقی کے بدلے فروخت کر دے۔ اللہ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

اللہ کی رضا کے لئے قرآن پڑھانے بیٹھنے والے کے آداب اور اسے کن آداب سے متصف ہونا چاہیے

جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا علم سکھایا اور مسجد میں بیٹھ کر قرآن پڑھانے کے لئے پسند کیا اسے چاہیے کہ اللہ کی رضا کے لئے قرآن پڑھائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ سے برکات حاصل کرے۔ اور اسے ان اچھے اخلاق کو اپنانا چاہیے جن سے اس کی نیت کی سچائی اور فضیلت کا اظہار ہو وہ یہ کہ جب پڑھانے بیٹھے تو دل میں عاجزی پیدا کرے اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے اور مجلس کا رُخ قبلہ کی طرف ہونا بہتر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجالس میں بہترین مجلس وہ ہے جو قبلہ رو ہو۔

(المعجم الأوسط ،ج8،ص189،الحديث:8361بنحوه)

جسے قرآن سکھائے اس کے لیے عاجزی کرے اور پوری توجہ سے پڑھائے ہر ایک سے اس کے مقام و مرتبے کے مطابق پیش آئے جب اس کے پاس پڑھنے والے چھوٹے، بڑے، نوجوان، امیر، غریب سبھی ہوں تو اسے چاہیے ہر ایک کو اس کا پورا حق دے اور عدل و انصاف سے کام لے اگر پڑھانے

سے اللہ کی رضا چاہتا ہے تو پھر امیر کو قریب اور فقیر کو دُور نہ کرے اور نہ ہی امیر پر نرمی اور فقیر پر سختی کرے اگر اس نے ایسا کیا تو ظلم کیا اس کے لئے حکم ہے کہ امیر و غریب میں عدل و انصاف کرے اور آئندہ امیر کے لئے عاجزی اور فقیر پر تکبر کرنے سے بچے بلکہ فقیر کے لئے تواضع کرے اسے اپنی مجلس کے قریب کرے اور اس پر شفقت کرے تو اس کے سبب اللہ کا محبوب بندہ بن جائے گا۔

امیر کو غریب پر ترجیح نہ دے

ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ اللہ پاک کے فرمان: وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر۔(لقمان:18) کے تحت فرماتے ہیں یعنی امیر و غریب تیرے نزدیک علم (سکھانے) میں برابر ہوں۔

(شعب الایمان،ج10،ص478،الحدیث:7830)

یہی قول انہوں نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے بھی روایت کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غریب صحابہ کرام پر شفقت

اس بارے میں اللہ پاک نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آداب سکھائے ہیں ان کو اپنائے جیسے اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کے غریبوں کو اپنا قرب عطا فرمائیں وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔(الکہف:28) جب ایک دنیا کی متمنی قوم (کفار) نے یہ چاہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے قریب بٹھائیں اور مسلمان فقراء سے بلند مقام پر بٹھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے ارادے سے نہیں بلکہ اسلام سے قریب کرنے کے لئے ان کی بات مان لی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین اخلاق کی طرف رہنمائی فرمائی اور حکم دیا کہ فقراء کو اپنا قرب عطا کریں اور ان کے لئے کشادگی کریں اور ان پر صبر

کریں اور وہ اُمراء جو دنیا کی طرف مائل ہیں انہیں اپنے سے دور رکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تو جو بھی قرآن اور علم سکھانے کی مجلس لگائے اگر اسے اللہ کی رضا ہی مطلوب ہے تو اس کے لئے یہی رہنما اصول ہے اسی کو اپنائے اور اپنے اوپر لازم کرلے اسی اصول کے متعلق میں مزید ذکر کرتا ہوں تاکہ ہماری یہ کتاب پڑھنے والا ان آداب کو سمجھ لے جن کے ذریعے وہ اللہ کا قرب حاصل کرسکے اور اللہ کی رضا کے لئے قران پڑھائے اور اللہ ہی سے اجر کا طالب ہو نہ کہ مخلوق سے۔[3]

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صہیب ،حضرت بلال ،حضرت عمار اور حضرت خباب رضی اللہ عنہم کے ساتھ دیگر فقراء مومنین کے درمیان تشریف فرما تھے تو وہ دونوں کہنے لگے ہم چاہتے ہیں کے آپ ہمارے لئے الگ مجلس لگائیں جس سے سب عرب والے ہمیں پہچان سکیں(کہ ہم سردار ہیں) تب ہم آپ کے پاس آئیں گے کیونکہ ہمیں اس بات سے شرمندگی ہوتی ہے کہ عرب والے ہمیں ان غلاموں کے ساتھ بیٹھا دیکھیں جب ہم آپ کے پاس آئیں تو آپ انہیں ہم سے الگ کردیا کریں یا اسی طرح کے کلمات انہوں نے کہے جب ہم فارغ ہو جائیں تو پھر آپ چاہیں تو بے شک انہیں اپنے پاس بیٹھالیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے انہوں نے کہا آپ اس بات پر ہمیں تحریر لکھ دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیفہ منگوایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر لکھنے کے لئے بلایا اور ہم ایک کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضر

[3] یہ پیراگراف دار الکتب العلمیہ، بیروت کے نسخے میں نہیں ہے بلکہ "دار عمار" کے نسخے میں ہے۔

ہو گئے۔ وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ(۵۲) اور دُور نہ کروانہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے۔(انعام:52) پھر اَقرع اور عیینہ کا ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ(۵۳) اور یونہی ہم نے ان میں ایک کو دوسرے کے لیے فتنہ بنایا کہ مالدار کافر محتاج مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں سے کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔(الانعام:53) پھر اللہ پاک نے فرمایا:وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام تمہارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے۔ (الانعام:54)

تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے صحیفہ رکھ دیا اور ہمیں پاس بلایا ہم حاضر ہوئے تو فرمایا: سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ تم پر سلام ہو تمہارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے۔اس کے بعد ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب ہو کر بیٹھتے کہ ہمارے زانو آپ کے مبارک زانو سے مل جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف فرما رہتے تھے اور جب جانے کا ارادہ فرماتے تو ہمیں وہیں چھوڑ کر تشریف لے جاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار (زینت) چاہو گے۔(الکہف:28) یعنی ان سے آنکھیں نہ پھیریں اور سرداروں کو پاس نہ بٹھائیں۔ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔ یعنی عیینہ اور اقرع۔ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ (الکہف:28)

پھر اللہ نے ان کے لئے دو مردوں اور دنیا کی زندگی کی مثال بیان فرمائی حضرت خباب فرماتے ہیں اس کے بعد ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے رہتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کا وقت ہوتا تو ہم خود ہی اُٹھ کر چلے جاتے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے جاتے۔ (سنن ابن ماجه،باب مجالسة الفقراء،ج2،ص1382،الحدیث:4127)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد ان اخلاق کو اپنانے کے سب سے زیادہ حق دار وہ اہلِ قرآن ہیں جو اللہ کی رضا کا ارادہ رکھتے ہوئے تعلیم قرآن کے لیے بیٹھیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی نابینا پر شفقت

حضرت ابو عمر زاذان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے قیمتی لباس والے افراد کو پایا کے وہ مجلس میں مجھ پر سبقت لے گئے ہیں میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ندا دی کہ میں ایک نابینا آدمی ہوں اس لیے آپ نے ان لوگوں کو قریب اور

مجھے دور کر دیا ہے انہوں نے ارشاد فرمایا: قریب آجایئے تو میں ان کے اتنا قریب ہو گیا کہ میرے اور ان کے درمیان صرف ایک شخص بیٹھا تھا۔

(الزهد والرقائق لابن المبارك، ج1، ص497، الحديث:1416)

قرآن کی تعلیم دینے والا طلبہ کو پہلے کیا سکھائے

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں معلمِ قرآن کے لئے پسند کرتا ہوں کہ جب اس کے پاس چھوٹا، بڑا یا کوئی نوجوان قرآن سیکھنے کے لئے آئے تو وہ اس کو سورہ بقرہ سکھانے سے پہلے اس کا امتحان لے کہ جتنی فاتحہ اسے یاد ہے وہ اسے اتنا درست پڑھنا بھی جانتا ہے جس سے نماز ادا کر سکے یا بوقتِ ضرورت امامت کرا سکے اگر وہ وہ درست پڑھنا جانتا ہو مگر زبانی پڑھنے سے دیکھ کر اچھی طرح پڑھ لیتا ہو تو اسے پختہ یاد کرائے تاکہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کر سکے اس کے بعد سورہ بقرہ سکھانی شروع کرے جب شاگرد اس کو قرآن سنائے تو کامل توجہ سے سنے، کسی اور بات یا کام میں مشغول نہ ہو تو شاگرد کو بھی فائدہ ہو گا اور اسے خود بھی نفع ہو گا اور جو سنے اس میں غور و فکر کرے کبھی اس کا قرآن سننا اس کے لیے زیادہ نفع بخش اور اجرِ عظیم کا باعث ہو گا اور اللہ پاک کے اس فرمان کو تھام لے۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(۲۰۴) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔(الاعراف:204) جب دورانِ سماعت کسی سے گفتگو نہ کرے گا اور خاموشی سے قرآن سنے گا تو اللہ کی رحمتوں کا اس پر نزول ہو گا اور اس کا اس طرح توجہ سے سننا شاگرد کے لئے بھی زیادہ فائدہ مند ہو گا۔

مجھے قرآن سناؤ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: مجھے قرآن سناؤ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ میں آپ کو

قرآن سناؤں؟ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے دوسرے سے قرآن سننا پسند ہے۔

(صحيح البخاري،باب قول المقرئ للقارئ حسبك،ج6،ص197،الحديث:5056)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے قرآن سناؤ میں نے عرض کی کیا میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل کیا گیا ہے؟ فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ میں کسی اور سے قرآن سنوں حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا (۴۱) تو کیسی ہوگی (وہ گھڑی) جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔(النساء:41) تو میں نے دیکھا کے آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس کر دو۔

(صحيح البخاري،باب قول المقرئ للقارئ حسبك،ج6،ص196،الحديث:5050)

معلمِ قرآن طلبہ پر بے جا سختی نہ کرے

میں قرآن پڑھانے والے کے لئے پسند کرتا ہوں کہ ایک وقت میں ایک ہی طالب علم کا سبق سنے اور کوئی دوسرا اس کے ساتھ نہ ہو تو یہ سب کے لئے زیادہ نفع مند ہوگا اور پڑھاتے وقت پوری جماعت کو ایک ساتھ پڑھانے میں کوئی حرج نہیں قاری کو چاہئیے کہ جب سنانے والا غلطی کرے تو اس پر سختی نہ کرے بلکہ نرمی سے سمجھائے اور اس پر ظلم نہ کرے بلکہ صبر کرے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ سختی کرنے سے وہ متنفّر ہو کر بھاگ جائے گا اور شاید پھر کبھی مسجد میں لوٹ کر نہ آئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سکھاؤ اور سختی نہ کرو سکھانے والا سختی کرنے والے سے بہتر ہے۔ (شعب الإيمان، ج3، ص256، الحديث:1614)

اور ارشاد فرمایا: تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو تنگی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ (صحيح البخاري، باب صب الماء على البول في المسجد، ج1، ص54، الحديث:220)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم سکھاؤ اور سختی نہ کرو بے شک سکھانے والا سختی کرنے والے سے بہتر ہے۔ (شعب الإيمان، ج3، ص256، الحديث:1614)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آسانی کرو تنگی نہ کرو اور راحت پہنچاؤ متنفر نہ کرو۔ (صحيح البخاري، ج1، ص25، الحديث:69)

متکبر علماء نہ بنو

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: علم سیکھو اور علم کے لئے سکینہ اور حلم بھی سیکھو اور جنہیں علم سکھاؤ ان کے لئے عاجزی کرو اور علم سیکھنے والے بھی تمہارے لئے تواضع کریں اور متکبر علماء نہ بنو کہ تمہارا علم تمہاری جہالت کے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔ (شعب الإيمان، ج3، ص281، الحديث:1651)

جس شخص کے اندر یہ مذکورہ اخلاق ہوں گے تو اس سے قرآن پڑھنے والا فائدہ اٹھائے گا پھر اللہ کی رضا کے لئے قرآن پڑھانے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو قرآن سیکھنے والوں سے حاجات پوری کروانے سے باز رکھے اور انہیں ایسے کام کا پابند بھی نہ کرے جو خود کر سکتا ہو اور اگر کسی سے کام کروانے کی حاجت پیش آہی جائے تو اس شخص سے کہے جس نے اس سے پڑھا نہ ہو۔ مجھے یہ پسند ہے کہ تعلیمِ قرآن کو حاجتیں پوری کروانے کا ذریعہ بنانے سے بچایا جائے اگر کوئی حاجت پیش آجائے تو اپنے مولا کریم سے التجاء کرے اور اگر

بغیر سوال کیے خود ہی کوئی بھائی اس کی حاجت پوری کر دے تو اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے سوال کرنے اور اہلِ دنیا کے سامنے جُھکنے سے بچایا اور اس کی حاجت پوری کرنے میں آسانی کر دی جس کے ذریعہ حاجت پوری کروائی گئی اس کا بھی شکریہ ادا کرے کیونکہ یہ اس پر ضروری ہے اور جو آداب میں نے ذکر کئے ہیں ان کے متعلق میں نے روایات کی ہیں جو بیان کردہ آداب پر دلالت کرتی ہیں اور اب ان شاء اللہ میں ان روایات کو ذکر کرتا ہوں تاکہ ہماری کتاب کا مطالعہ کرنے والے کی بصیرت میں مزید اضافہ ہو۔

استاد شاگرد سے اپنی حاجات پوری نہ کروائے

حضرت حسن بن ربیع بورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں عبد اللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھا جب میں جانے لگا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: صابن کی قیمت پتا کر آؤ جب میں معلوم کرنے چلا تو مجھے واپس بلا لیا اور فرمایا: تم رہنے دو کیونکہ تم نے مجھ سے حدیث لکھی ہے اور میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ جس نے مجھ سے حدیث سنی ہے اس سے کسی حاجت کا سوال کروں۔ (الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع،من تورع أن يستقضي سامع الحديث منه حاجة،ج1،ص368،الحديث:846)

خلف بن تمیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے والد محترم وفات پا گئے تو ان پر قرض تھا میں حمزہ زیّات رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ قرض خواہ سے سفارش کر دیں کہ وہ میرے والد صاحب کا کچھ قرض معاف کر دے حضرت حمزہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: تیری بربادی ہو اس نے مجھ سے قرآن پڑھا ہے اور جس نے مجھ سے قرآن پڑھا ہے اس کے گھر سے تو میں پانی پینا بھی پسند نہیں کرتا۔

(جامع البيان في القراءات السبع،ذكر حمزة الكوفي،ج1،ص211،الحديث:355)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: حافظِ قرآن کو چاہیے کہ اسے مخلوق میں کسی کی حاجت نہ ہو، نہ خلیفہ کی اور نہ ہی اس سے کم مرتبہ کسی شخص کی بلکہ مخلوق کی حاجتیں اس سے وابستہ ہوں۔

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،الفضيل بن عياض،ج8،ص92)

حضرت ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: تورات میں لکھا ہے مفت علم سکھاؤ جیسے تمہیں مفت سکھایا گیا۔

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،أبو العالية،ج2،ص220)

حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن پڑھا کرو اس میں غُلُو نہ کرو اور اس سے کنارہ کشی نہ کرو اسے کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ اور اس کے ذریعے مال کی کثرت نہ چاہو۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل،ج24،ص228،الحديث:15529)

جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کی رضا کے لیے حاصل کیا جانے والا علم دنیا کا ساز وسامان حاصل کرنے کے لئے سیکھا وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ (سنن أبي داود،باب في طلب العلم لغير الله تعالى،ج3،ص323،الحديث:3664)

حضرت زاذان رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن اس لیے پڑھا کہ لوگوں سے مال حاصل کرے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا اس کا چہرہ ہڈیاں ہو گا اس پر گوشت نہ ہو گا۔

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء،زاذان أبو عمرو الكندي،ج4،ص199)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر علماء علم محفوظ رکھتے اور اسے اہل ہی پر پیش کرتے تو اس کی برکت سے اپنے زمانہ والوں کے سردار ہو جاتے مگر انہوں نے علم دنیاداروں کے لیے خرچ کیا تاکہ اس سے

ان کی دنیا کمائیں اس سے وہ ان پر ہلکے ہوگئے میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو تمام غموں کو ایک آخرت کا غم بنالے اللہ اسے دنیا کے غموں سے کافی ہوگا اور جسے دنیا کے غم ہر طرف لئے پھریں تو اللہ اس کی پروا بھی نہ کرے گا کہ کون سے جنگل میں ہلاک ہوا۔

(سنن ابن ماجه،باب الانتفاع بالعلم والعمل به،ج1،ص95،الحديث:257)

تین قسم کے قاری

عیسی بن عمر نحوی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا: اس قرآن کو تین طرح کے لوگوں نے پڑھا۔

پہلا: وہ شخص جس نے قرآن پڑھا اور اسے مال کمانے کا ذریعہ بنالیا اور اسے ایک شہر سے دوسرے شہر اٹھائے اٹھائے پھرتا ہے۔

دوسرا: وہ شخص جس نے قرآن پڑھا اور اس کے تلفظ کو درست کیا لیکن اس کی حدود کو ضائع کیا اور کہتا ہے بے شک اللہ کی قسم میں نے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں چھوڑا اللہ ایسوں کے سبب قبور کی کثرت کرے اور ان سے گھروں کو خالی کرے اللہ کی قسم ان کا تکبر تو تخت پر بیٹھنے والے اور منبر پر موجود شخص سے بھی بڑھ کر ہے۔

تیسرا: وہ شخص جس نے قرآن پڑھا اور قرآن نے اسے رات کو جگایا اور دن کو پیاسا رکھا اور نفسانی خواہشات سے روکا اور پنجوں کے بل دوزانوں بیٹھا رہتا اور محراب میں کھڑا رہتا ہے (یعنی عبادت کرتا رہتا ہے) اللہ اس کے صدقے دشمن کو ہم سے دُور کرتا اور اسی کے طفیل بارش برساتا ہے قاریوں کی یہ قسم سرخ یاقوت سے بھی زیادہ کمیاب ہے۔ (شعب الايمان،ج4،ص193،الحديث:2381،بالتغير)

روایات اس بارے میں کثیر ہیں اور میرا مقصد اہلِ قرآن کو نصیحت کرنا ہے تاکہ ان کی کوشش رائیگاں نہ جائے اگر وہ قرآن کے ذریعے دنیا کی

عزت و مقام چاہیں گے تو آخرت کی عزت و مرتبے سے محروم کردیئے جائیں گے کیونکہ انہوں نے اسے دنیاداروں سے دنیا حاصل کرنے کی لالچ میں پڑھا ہوگا اللہ حفاظِ قرآن کو اس سے بچائے۔ جو مسلمانوں کو قرآن پڑھانے بیٹھے اسے چاہیے کہ قرآن سے ادب سیکھے اور اللہ سے ثواب کا طالب ہو، قرآن کے سبب مخلوق میں ہر ایک سے بے نیاز ہو جائے، دل سے عاجزی کرے تاکہ اللہ کی بارگاہ میں بلند ہو۔

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: عالم کو چاہیے کہ وہ اللہ کے لئے تواضع کرتے ہوئے اپنے سر پہ راکھ ڈالے۔

(المدخل إلى السنن الكبرى، باب كراهية طلب العلم لغير الله وما جاء في الترغيب في العمل بالعلم، ج1، ص324، الحديث:509)

قرآن سیکھنے والے (شاگرد) کے آداب

جو کسی کو قرآن سنائے اور سیکھے تو استاد کے سامنے بادب طریقے سے بیٹھے بیٹھنے میں عاجزی والا انداز اپنائے اور پوری توجہ استاذ کی طرف رکھے، اگر استاذ سختی کرے تو صبر کرے، ڈانٹ دے تو برداشت کرے اور اپنا لہجہ نرم رکھے، دل سے ان کی عزت و مقام کا معتقد رہے اور میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ شاگرد جتنا یاد کر سکتا ہو اتنا ہی سبق لے کہ وہ اپنے متعلق خود زیادہ جانتا ہے اگر سمجھے کے پانچ آیتوں سے زیادہ سیکھنا دشوار ہو گا تو اس سے زیادہ سبق نہ لے اور اگر سمجھے کہ تین آیات ہی سیکھ سکے گا تو پانچ کا سوال نہ کرے اور اگر استاد تین آیتیں پڑھائے تو اس سے زیادہ نہ سنائے اور اگر سمجھے کہ اب پانچ آیتیں یاد کر لے گا تو استاذ سے انتہائی نرم لہجے میں پانچ آیتیں سکھانے کی التجا کرے مگر وہ انکار کر دیں تو اِصرار نہ کرے اور استاذ کی مرضی پر صبر کرے کیونکہ اگر استاد کی مرضی پر راضی رہا تو اس کا ایسا کرنا استاد کے زیادہ سکھانے کا سبب بنے گا۔ ان شاءاللہ۔ استاد کو غمگین نہ کرے کہ وہ اسے ہلکا سمجھنے لگے گا جب استاذ کچھ سکھائے تو ان کا شکریہ ادا کرے ان کے لئے دعا کرے، ان کی اور

زیادہ تعظیم کرے اور بالفرض استاذ زیادتی کرے تو شاگرد حد سے نہ بڑھے اور استاد کی عزت کرے اگرچہ وہ اس کی عزت نہ کریں اوران سے حیا کرے اگرچہ وہ اس کا لحاظ نہ کریں اور ان کے حقوق کی ادائیگی کو اپنے اوپر لازم کرلے تو وہ تمہارے حقوق زیادہ ادا کریں گے کیونکہ اہلِ قرآن اہلِ خیر و باادب اور بیدار مغز ہوتے ہیں، حقوق کی ادائیگی کو جانتے ہیں اگر وہ تیرا حق ادا کرنے سے غافل ہو جائیں تو تم ان کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت نہ برتو بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیاہے کہ عالم کا حق مانو علماء کی اطاعت کرو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم ہے۔

علماء کا ادب واحترام

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے علماء کو نہ پہچانے۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل،ج37،ص416،الحديث:22755)

احمد بن عیسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء کو نہ پہچانے سے مراد ہے یعنی ان کا حق نہ پہچانے۔

کس دور سے پناہ مانگی گئی

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ مجھ پر وہ زمانہ نہ آئے اور نہ میں اس زمانے کو پاؤں جس میں عالم کی اِتباع اور حلیم سے حیا نہ کی جائے اور ان کے دل عجمیوں والے اور زبانیں عربیوں والی ہوں۔

(شعب الإيمان،ج10،ص179،الحديث:7346)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے اگر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نرم لہجہ اختیار کرتا تو ان سے علم حاصل کر لیتا۔

(سنن الدارمي،باب في توقير العلماء،ج1،ص394،الحديث:426)

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اللہ پاک کے فرمان یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (النساء:59) میں "اُولِی الْاَمْرِ "سے مراد فقہاء اور علماء ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے۔ (الدر المنثور،ج2،ص575)

استاذ جتنا پڑھائے اس سے آگے نہ بڑھو

جب استاذ اسے دوسرے طالبِ علم سے سبق سننے کے لئے منتخب کرے تو جتنا اس نے خود استاذ سے پڑھا ہے اس سے آگے نہ سنے اور جب دوسرے سے سیکھنے بیٹھے تو اس سے بھی اتنا ہی سیکھے جتنا اس نے استاذ سے سیکھا ہے یعنی جو قرات استاذ سے سیکھی ہے اس سے ہٹ کر ایک حرف بھی نہ سیکھے یہ اس کے لئے زیادہ فائدہ مند اور اس کی قرات کے لئے زیادہ صحیح ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پڑھو جیسے تمہیں پڑھایا جائے۔ (الشريعة،باب ذكر النهي عن المراء في القرآن،ج1،ص472)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص سے کہا مجھے سورت اَحقاف کی تیس آیتیں پڑھاؤ تو جیسے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا تھا اس نے اس کے خلاف پڑھایا میں نے ایک اور شخص سے کہا کہ مجھے سورت اَحقاف کی تیس آیتیں پڑھاؤ اس نے پہلے شخص کے بر خلاف پڑھایا تو میں دونوں کو بارگاہ رسالت میں لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے جلال فرمایا حضرت علی بھی وہاں بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا پڑھو جیسے تمہیں پڑھایا گیا ہے۔
(الشريعة،باب ذكر النهي عن المراء في القرآن،ج1،ص472)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سورت پڑھائی میں مسجد میں داخل ہوا اور پوچھا تم میں کوئی قاری موجود ہے ایک شخص نے کہا میں ہوں تو اس نے وہ سورت پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھائی تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے مجھے پڑھائی اس نے اس کے بر خلاف پڑھی ہم دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے میں نے عرض کی ہمارا قرات میں اختلاف ہو گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا[4] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے لوگ اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے[5] تو ہر شخص وہی قرات کرے جو اسے پڑھائی گئی ہے۔ (الشريعة،باب ذكر النهي عن المراء في القرآن،ج1،ص473)

تو جو استاد کے سکھانے پر قناعت کرے اور خود سے آگے نہ بڑھے تو اسے یہی لائق ہے کہ اسی پر ہمیشگی اختیار کرے اور میں بھی اس کے لئے یہی پسند کرتا ہوں جب وہ استاذ کے دیئے ہوئے سبق سے زیادہ سیکھنے کی کوشش کرے گا تو پھر استاذ اسے پڑھانے سے بے رغبتی کرے گا اور یہ بات اسے ناگوار

---

[4] یہ ناراضی قرآن شریف میں اختلاف کی وجہ سے ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہ کہیں مسلمان کتاب اللہ میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف نہ کرنے لگیں۔ یعنی تم نے جو سنا وہ ٹھیک سنا اور انہوں نے جو پڑھا درست پڑھا تمہارا سننا ان کا پڑھنا دونوں ٹھیک ہیں چونکہ تمہیں یہ خبر نہ تھی کہ قرآن کریم کی قرآت مختلف طریقوں سے جائز ہے اس لیے تم یہ انکار کر بیٹھے تمہیں ان صحابی سے اچھا گمان کرنا چاہیئے تھا انہیں میرے پاس لانا نہ چاہیئے تھا۔

[5] اس طرح کہ یہود نے توریت کے اور عیسائیوں نے انجیل کے مختلف نسخے بنا دیئے اور ہر جماعت نے دوسرے نسخے کا انکار کر دیا اور کلام الٰہی کا انکار کفر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج3، ص437)

ہو گی اور اس کام کا انجام اچھا نہ ہو گا۔ مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب استاد اسے پڑھائے تو جب تک استاذ سبق پڑھانا ختم نہ کرے یہ بھی پڑھتا رہے اور استاذ سو آیتیں پڑھانا چاہے اور یہ پچاس پڑھنا چاہے تو اگر کسی حاجت کے سبب ایسا ہو تو پہلے ہی استاذ سے اپنا عذر بیان کر دے تاکہ استاذ اسے اتنا ہی پڑھائے شاگرد کو چاہیے کہ (دورانِ سبق) استاذ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو اور انہی سے علم حاصل کرے کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو اور اگر استاذ کسی ضروری گفتگو میں مصروف ہو جائیں تو یہ سبق سنانے سے رک جائے تاکہ استاد گفتگو سے فارغ ہو کر کامل توجہ سے اس کا سبق سنیں اور اگر مسجد میں استاد کو سبق سنایا ہے اور اب مسجد سے جانا چاہتا ہے تو ادب و وقار کے ساتھ جائے اور راستے میں جو کچھ سیکھا ہے اسے دوہراتا جائے اور اگر مسجد میں رُک کر کسی کو سنانا چاہے تو سنا دے اگر مسجد میں بیٹھا اور وہاں کوئی ایسا موجود نہیں جسے سنا سکے تو نماز پڑھ کر ثواب کمائے یا اللہ کا ذکر کرتا رہے اور اللہ نے اپنی کتاب کا جو علم اسے سکھایا اس پر شکر ادا کرے یا اگر مسجد میں ہی ٹھہرا رہے اور باہر نکلنے کو ناپسند کرے اس خوف سے کہ کہیں حرام پر نگاہ نہ پڑ جائے اور کسی ایسے کہ پاس نہ بیٹھ جائے جس کے پاس بیٹھنا اچھا نہ ہو تو جب تک مسجد میں بیٹھا رہے اپنے نفس پر نگاہ رکھے کہ لایعنی باتوں میں نہ پڑے اور لوگوں کی عزتیں اُچھالنے سے بچے (یعنی غیبت و چغلی سے بچے) دنیاوی و فضول باتوں سے بچے کیونکہ بہت دفعہ نفس ان کاموں سے راحت حاصل کرتا ہے جن میں کوئی نفع نہیں ہوتا اور ان کا انجام بھی اچھا نہیں ہوتا تو وہاں بیٹھنے اورآنے جانے میں ایسے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرے جو اہلِ قرآن کے شایانِ شان ہوں۔ اللہ ہی اس کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

تلاوت قرآن کے وہ آداب جن سے قاریوں کو جاہل نہیں رہنا چاہیئے

میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جو شخص دن یا رات میں کسی وقت تلاوتِ قران کا ارادہ کرے تو تعظیمِ قرآن کی نیت سے وضو اور مسواک کرلے اس لیے کہ وہ رب کے کلام کی تلاوت کرنے لگا ہے اور تلاوت کے وقت فرشتے اس کے قریب ہوتے ہیں اور فرشتہ اس کے قریب ہوتا رہتا ہے اگر اس نے مسواک کی ہو تو اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے تو جب بھی وہ کوئی آیت پڑھتا ہے تو فرشتہ اسے اپنے منہ میں لے لیتا ہے اگر مسواک نہ کی ہو تو فرشتہ اس سے دور ہو جاتا ہے اے اہلِ قرآن تم سے فرشتوں کو دُور نہیں ہونا چاہیے تو ادب کرو کہ تم میں سے کوئی بھی مسواک کئے بغیر اپنے دوستوں کے پاس بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتا۔

مجھے پسند ہے کہ اکثر دیکھ کر تلاوت کرو اس لئے کہ دیکھ کر قراءت کرنا افضل ہے اور قرآن پاک کو بغیر طہارت (کپڑے وغیرہ سے بھی) نہ اُٹھائے اور اگر بغیر وضو قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا چاہے تو کوئی حرج نہیں لیکن اس کو چھوئے نہیں اور اس کے صفحات کو کسی چیز سے پلٹ لے اور بغیر طہارت اسے ہر گز نہ چھوئے اگر زبانی پڑھتے ہوئے ریح خارج ہو جائے تو اتنی دیر تلاوت سے رک جائے کہ ریح کا اثر (بُو) ختم ہو جائے پھر اگر وضو کر کے باوضو قراءت کرے تو یہ افضل ہے اور اگر بغیر وضو زبانی قراءت کرے تو بھی کوئی حرج نہیں دورانِ تلاوت جماہی آجائے تو جماہی ختم ہونے تک تلاوت موقوف کر دے، جنبی اور حائضہ قرآن کی تلاوت نہ کریں ایک آیت بلکہ ایک حرف کی بھی تلاوت نہ کریں اور اگر سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھے یا (جنبی) اذان دے تو کوئی حرج نہیں[6] اور میرے نزدیک قاری کے لیے پسندیدہ یہ ہے کہ جب

---

[6] (احناف کے نزدیک) جنب کی اَذان مکروہ ہے، ان سب کی اَذان کا اعادہ کیا جائے۔　(بہارِ شریعت، حصہ 3، ص466)

جب آیتِ سجدہ پڑھے تو سجدہ کرلے[7] قرآن میں پندرہ سجدے ہیں اور (امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک) چودہ ہیں اور گیارہ کا بھی قول ہے بہرحال میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جب جب آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے تو سجدہ کرلے کہ سجدہ کرنا رب کو راضی کرتا اور اس کے دشمن شیطان کو غصہ دلاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب آدمی آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے اور رو کر کہتا ہے: ہائے میری بربادی! ابنِ آدم کو سجدہ کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا، اس کے لئے جنت ہے اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا میرے لیے دوزخ ہے۔" (مسند الإمام أحمد بن حنبل،ج15،ص445،الحديث:9713)

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ جو راستے میں چلتے ہوئے قرآن پڑھ رہا ہو اور آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے تو قبلہ رو ہو کر سر سے سجدے کا اشارہ کر دے اسی طرح اگر سوار ہے[8] اور آیتِ سجدہ پڑھی تو اگر ممکن ہو تو قبلے کی طرف رخ کر کے اشارے سے سجدہ کرلے، اور بیٹھ کر تلاوت کرنے والا ممکنہ صورت میں قبلہ رو ہو کر تلاوت کرے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجالس میں بہترین مجلس وہ ہے جو قبلہ رو ہو۔ (المعجم الأوسط،ج8،ص189،الحديث:8361بنحوه)

شوافع کی کے نزدیک: فإن أذن على غير طهارة محدثا كان أو جنبا فقد أساء وأجزأه أذانه، ويعصي المؤذن بالدخول في المسجد بے وضو یا جنبی نے اذان دی تو برا کیا مگر اذان ہو جائے گی اور اگر مؤذن حالتِ جنابت میں مسجد میں گیا تو گناہ گار ہو گا۔ (الحاوی الکبیر، ج2، ص45، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[7] مسئلہ ۲۸: آیت سجدہ بیرون نماز پڑھی تو فوراً سجدہ کر لینا واجب نہیں ہاں بہتر ہے کہ فوراً کر لے اور وضو ہو تو تاخیر مکروہِ تنزیہی۔ (بہارِ شریعت، حصہ 4، ص733، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

[8] مسئلہ ۶۰: مرض کی حالت میں اشارہ سے بھی سجدہ ادا ہو جائے گا۔ یوہیں سفر میں سواری پر اشارہ سے ہو جائے گا۔ (بہارِ شریعت، حصہ 4، ص738)

غم و حزن کے ساتھ تلاوت کرے اگر ممکن ہو تو روئے ورنہ رونے کی کوشش کرے اور جو تلاوت کر رہا ہے اس میں غور و فکر و تدبر کرے دورانِ تلاوت نظر ان چیزوں پر نہ ڈالے جو دل کو غافل کر دیں، دورانِ تلاوت دیگر تمام کام ترک کر دے تو یہ زیادہ پسندیدہ ہے تاکہ سمجھ بھی سکے، اور اپنے مولا کریم کے کلام کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہو، آیتِ رحمت پر اپنے مولا تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرے، آیتِ عذاب پڑھے تو جہنم سے اللہ کی پناہ مانگے، اور جب ایسی آیت پڑھے جس میں کفار کے کفریات سے اللہ کی پاکی بیان کی گئی ہو تو اللہ کی تسبیح کرے اور اس کی بڑائی بیان کرے اور اگر نیند آجائے تو تلاوتِ قرآن موقوف کر کے اتنی دیر سو جائے یہاں تک کہ جو کچھ پڑھ رہا ہے اسے سمجھ سکے۔

قرآن کی تلاوت کرنے والے کے لئے جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے سب سنت اور علماء کے اقوال کے موافق ہے۔ان شاءاللہ ۔ ان میں سے کچھ روایات جو مجھے مستحضر ہیں ذکر کرتا ہوں۔

تلاوت سے قبل مسواک کرلے

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسواک کر کے نماز میں کھڑا ہو کر تلاوت کرتا ہے تو فرشتہ قرآن سننے کے لئے اس کے گرد چکر لگاتا ہے یہاں تک کے اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے یہ جو آیت پڑھتا ہے اس کے منہ سے نکل کر فرشتے کے منہ میں جاتی ہے اور اگر مسواک کئے بغیر نماز میں کھڑا ہو کر تلاوت کرتا ہے تو فرشتہ اس کے گرد چکر تو لگاتا ہے پر اس کے منہ پر اپنا منہ نہیں رکھتا۔
(الزهد والرقائق لابن المبارك،باب فضل ذكر الله عز وجل،ج1،ص428،الحديث:1218،بالمعنى)

ابو عبد الرحمن سُلمی فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسواک کی ترغیب دلاتے اور اس کا حکم دیتے ہوئے فرماتے: بندہ جب نماز کے لئے کھڑا

ہوتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے قریب ہو کر اس کی قراءت کو غور سے سنتا ہے اوراس کے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے تو وہ جو بھی آیت پڑھتا ہے وہ فرشتے کے منہ میں داخل ہو جاتی ہے۔

(شعب الإیمان،ج3،ص448،الحدیث:1937)

حضرت اسحاق بن منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بغیر وضو (زبانی) تلاوت کے متعلق پوچھاتو فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں لیکن مصحف سے تلاوت نہ کرے مگر باوضو۔ اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جیسا (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا یہی سنتِ مسنونہ ہے۔ (مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه،ج2،ص344)(سنن ترمذی،ج1،ص273،الحدیث:146)

حضرت ابو بکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ابو عبد اللہ (یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کبھی بغیر وضو کئے مصحف شریف سے تلاوت کرتے لیکن ورق پلٹنے کے لیے اپنے ہاتھ میں عود کی لکڑی یا کوئی اور شے پکڑ لیتے۔

حضرت زُرزُر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کے تلاوت کے دوران اگر ریح خارج ہو جائے تو کیا کروں فرمایا: تلاوت موقوف کر دو یہاں تک کہ ریح کا اثر ختم ہو جائے۔

(شرح السنة، باب المحدث لا یمس المصحف،ج2،ص50)

نیند کا غلبہ ہو تو تلاوت نہ کرے

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دورانِ تلاوت اگر تمہیں جماہی آجائے تو اس کے اختتام تک تلاوت موقوف کر دو۔

(شعب الإیمان،ج3،ص453،الحدیث:1943)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو اونگھ آئے تو سو جائے کہ وہ استغفار کرنا چاہے گا اور (نیند کے غلبہ کے سبب) اپنے خلاف دعا کر رہا ہو گا۔

(صحيح البخاري، باب الوضوء من النوم۔۔،ض1،ص53،الحديث:212،بنحوه)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابت کے علاوہ تلاوتِ قرآن سے کوئی چیز نہ روکتی تھی۔

(سنن ابن ماجه، باب ما جاء في قراءة القرآن على غير طهارة،ج1،ص195،الحديث:594)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنبی اور حائضہ قرآن سے کچھ بھی نہ پڑھے۔

(سنن ابن ماجه، باب ما جاء في قراءة القرآن على غير طهارة،ج1،ص196،الحديث:596)

جو آداب میں نے ذکر کئے اہلِ قرآن کو چاہیے کہ اِن آداب کو اپنائیں اور ان سے غفلت نہ کریں اور تلاوتِ قرآن کے بعد اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور ان کے مولا کریم نے جن فرائض کی ادائیگی اور محارم سے اجتناب کا حکم فرمایا اگر اس پر اپنا عمل پائیں تو اس کی حمد اور شکر کریں کہ اس نے عمل کی توفیق عطا فرمائی اور اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ جن کاموں کی طرف ان کے مولا کریم نے انہیں دعوت دی ہے یہ اس پر عمل سے منہ پھیرے ہوئے اور لاپرواہی کا شکار ہیں تو اپنی کوتاہی پر اللہ پاک سے استغفار کریں اور اس حالت سے جو اہلِ قرآن کے لائق نہیں اور جس سے ان کا مولا کریم راضی نہیں اس حال کی طرف پلٹنے کی دعا کریں جس سے رب راضی ہو کہ بے شک جو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہے اللہ اسے محروم نہیں کرتا اور جس کا حال ان آداب کے مطابق ہو وہ تلاوتِ قرآن کا فائدہ اپنے تمام امور میں پائے گا اور قرآن کی برکت سے دنیا اور آخرت میں جو چاہے گا وہ پائے گا۔ان شاءاللہ

قرآن ایمان والوں کے لیے شفا

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جو بھی قرآن کے ساتھ بیٹھتا ہے تو وہ نفع یا نقصان کے ساتھ ہی کھڑا ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے فیصلہ فرما دیا ہے۔وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا

یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا (۸۲) اور ہم قرآن میں اُتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔ (بنی اسرائیل: 82)(سنن الدارمي،باب: في تعاهد القرآن،ج4،ص2106،الحديث:3387)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ پاک کے اس فرمان وَ الۡبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخۡرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ اور جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے۔کے متعلق فرماتے ہیں :اس میں الۡبَلَدُ الطَّیِّبُ سے وہ مومن مراد ہے جس نے کتابُ اللہ کو سن کر اسے قبول کیا اور اس پر عمل کر کے اس سے نفع اُٹھایا جیسے وہ زمین جس پر بارش برسی تو اس نے سبزہ اُگایا اور سرسبز وشاداب ہوگئی وَ الَّذِیۡ خَبُثَ لَا یَخۡرُجُ اِلَّا نَکِدًا اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل۔(الاعراف:52) یہ اس کافر کی مثال ہے جس نے قرآن سن کر اس پر عمل کرکے نفع نہیں اُٹھایا تو وہ اس بنجر زمین کی طرح ہے جس پر بارش برسے اور وہ کچھ بھی نہ اُگائے اور نہ سرسبز ہو۔

(الدر المنثور،تحت الاعراف:52،ج3،ص478)

اچھی آواز میں قرآن پڑھنا

حضرت فَضَالہ بن عُبَید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شوق ورغبت سے گانے کا شوقین اپنی گانے والی کنیز کا گانا سنتا ہے بیشک اللہ عزوجل اس سے زیادہ پسند ورضا واِکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے۔ (سنن ابن ماجه، باب في حسن الصوت بالقرآن،ج1،ص425،الحديث:1340)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔

(سنن ابن ماجه، باب في حسن الصوت بالقرآن،ج1،ص426،الحديث:1342)

حضرت صالح نے اپنے والد محترم امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مذکورہ حدیث کے الفاظ "زینت دو" کا مطلب پوچھا تو انھوں نے فرمایا: اسے اچھی طرح خوبصورتی سے پڑھو۔

اچھی آواز سے قرآن پڑھنے کی نیتیں

جس کو اللہ تعالیٰ نے خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے وہ جان لے کہ اللہ نے اسے خیرِ عظیم کے ساتھ خاص کیا ہے اور وہ اس خصوصیت کی قدر کرے اور مخلوق کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے تلاوت کرے دنیا میں رغبت کی وجہ سے سامعین کے نزدیک مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے لئے تلاوت سنانے کی طرف میلان سے بچے دنیاداروں کے پاس حبِ جاہ اور اپنی تعریفات سننے اور عوامُ النّاس کی بجائے حکمرانوں کو نماز پڑھانے کی طرف مائل ہونے سے بچے جن چیزوں سے میں نے منع کیا ہے جس کا نفس ان کی طرف مائل ہو تو مجھے خوف ہے کہ اس کی خوش الحانی اس کے لئے فتنے کا سبب بن جائے گی اوراس کی اچھی آواز اسے تب ہی نفع دے گی جب ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرتا رہے اور اس کی نیت یہ ہو کہ مجھ سے اچھی آواز میں قرآن سن کر غافل اپنی غفلت سے بیدار ہوں اور جن کاموں کی اللہ نے رغبت دلائی ہے ان کی طرف راغب ہوں اور جن سے منع کیا ہے ان سے باز آ جائیں تو جس کی یہ نیت ہو گی وہ خود بھی اور دوسرے لوگ بھی اس کی خوش الحانی سے نفع اٹھائیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں بہترین آواز سے قرآن پڑھنے والا شخص وہ ہے کہ جب تم اس سے تلاوت سنو تو تمہیں لگے کہ وہ اللہ سے ڈر رہا ہے۔

(سنن ابن ماجه، باب في حسن الصوت بالقرآن،ج1،ص425،الحديث:1339)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں بہترین آواز سے قرآن پڑھنے والا وہ شخص ہے کہ جب تم اس کی تلاوت سنو تو تمہیں ایسا لگے کہ وہ اللہ سے ڈر رہا ہے۔ (الزهد والرقائق لابن المبارك،باب ما جاء في فضل العبادة،ج1،ص27،الحديث:114)

لحن اور مُروَّجہ موسیقی کی طرز پر قرآن پڑھنے کو میں ناپسند کرتا ہوں اور کثیر علماء کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ ہے جیسے یزید بن ہارون، احمد بن حنبل، ابو عبید، قاسم بن سلام، سفیان بن عیینہ اور ان کے علاوہ کئی علماء رحمھم اللہ، وہ قاری کو فرمایا کرتے تھے جب وہ قرآن پڑھے تو غم کی کیفیت طاری کرنے اور رونے کی کوشش کرے اور دلی خشوع کے ساتھ تلاوت کرے۔

قرآن کو سوز و غم کے ساتھ پڑھو

حضرت عبد الرحمن بن سائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا ہونے کے بعد تشریف لائے تو میں سلام کرتے ہوئے ان کے پاس حاضر ہوا انہوں نے مجھے اپنا تعارف کرایا اور میں نے انہیں اپنا تعارف کروایا تو انہوں نے فرمایا: میرے بھتیجے خوش آمدید مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اچھی آواز میں قرآن کی تلاوت کرتے ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: بے شک یہ قرآن غم کے ساتھ نازل ہوا ہے جب تم اس کی تلاوت کرو تو رؤو اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو اور اسے اچھی آواز میں پڑھو فَمَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِهِ فَلَيْسَ مِنَّا جو اسے اچھی آواز میں نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

(سنن ابن ماجه، باب في حسن الصوت بالقرآن،ج1،ص424،الحديث:1337)

حضرت بُرَیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کو سوز و غم کے ساتھ پڑھو کہ یہ سوز و غم

کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ ابن ابی مُلَیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اگر قاری کی آواز اچھی نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا بقدرِ استطاعت اچھی کرنے کی کوشش کرے۔ (سنن أبي داود،باب استحباب الترتيل في القراءة،ج2،ص74،الحديث:1471)

حضرت وکیع اور ابن عُیَینہ رحمہا اللہ نے فرمایا: فَمَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِهِ سے قرآن کے ذریعے لوگوں سے بے نیاز ہونا مراد ہے۔

(سنن أبي داود،باب استحباب الترتيل في القراءة،ج2،ص75،الحديث:1472)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کسی چیز کو ایسی توجہ ورضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے پڑھنے کو جو جہر کے ساتھ خوش اِلحانی سے کلامِ الٰہی کی تلاوت کرتا ہے۔

(صحيح البخاري،باب قول النبي صلى الله عليه وسلم:الماهر بالقرآن مع الكرام البررة،ج9،ص158،الحديث:7544)

میں قاریِ قرآن کے لیے یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ تلاوتِ قرآن کے وقت بتکلف غمگین ہو، رونے کی کوشش کرے، اپنے دل میں خوف پیدا کرے ، قرآن میں موجود رحمت کے وعدے اور عذاب کی وعید میں غور وفکر کرے تاکہ وہ غمگین ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان صفات سے متصف قاری کی جو تعریف بیان کی تم نے نہیں سنی؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ نے اُتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں۔(الزمر:23) پھر ان لوگوں کی مذمت کی جن کے دلوں میں

قرآن سن کر بھی خوفِ خدا پیدا نہیں ہوتا۔ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ (۵۹) وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ (۶۰) وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ (۶۱) تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔(النجم:59 تا 61) قرآن پڑھنے والے کو چاہیئے کہ وہ ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے قرآن کی تلاوت کرے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (۴) اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔(المزمل:4) اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ حروف کو خوب واضح جُدا جُدا کر کے پڑھو۔ (الدر المنثور، ج4، ص574)

جان لو کہ جب قاری خوب ٹھہر ٹھہر کر بالکل واضح انداز میں قراءت کرے گا تو سننے والا اور یہ خود دونوں ہی فائدہ اُٹھائیں گے اس لئے کہ اس نے ایسے تلاوت کی جیسے اللہ کے اس حکم میں ارشاد ہے۔ وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ اور قرآن ہم نے جدا جدا کر کے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ (بنی اسرائیل:106)

ترتیل کے معانی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت : وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (۴) اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔(المزمل:4) کی تفسیر میں منقول ہے یعنی قرآن خوب واضح پڑھو یا (اس کے معانی خوب واضح کر کے بیان کرو)۔ (الدر المنثور، ج4، ص574)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ اس آیت وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ اور قرآن ہم نے جدا جدا کر کے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔(بنی اسرائیل:106) کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔
(تفسیر عبد الرزاق، ج2، ص319، الحدیث:1637)

کم مگر غور و فکر و تدبر کے ساتھ قرآن پڑھنا میرے نزدیک غور و فکر اور تدبر کے بغیر بہت سارا قرآن پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ قرآن و سنت اور ائمہ کرام کے اقوال سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت ابو جمرہ ضبعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کی میں تیز قرآت کرنے والا ہوں اور تین دن میں پورا قرآن پڑھ لیتا ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا: میں ایک رات میں صرف سورہ بقرہ کی تلاوت کروں اور اس میں غور و فکر و تدبر کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھوں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جیسے تم نے کہا۔

(شعب الإيمان،ج3،ص406،الحديث:1882)

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے دو شخصوں کے متعلق سوال کیا گیا ایک وہ جس نے نماز میں سورہ بقرہ اور آلِ عمران کی تلاوت کی اور دوسرے نے صرف سورہ بقرہ کی تلاوت کی ان دونوں کی قراءت کا وقت برابر تھا اور دونوں نے رکوع سجود اور جلسہ بھی ایک جیسا ہی کیا تو دونوں میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ اور قرآن ہم نے جُدا جُدا کرکے اُتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ (بنی اسرائیل:106)

(الزهد والرقائق لابن المبارك،باب فضل ذكر الله عز وجل،ج1،ص455،الحديث:1285)

اہلِ قرآن کو چاہیے کہ جو آداب میں نے بیان کئے ان میں سے جن اچھے اخلاق کو اپنانے کی میں نے انہیں ترغیب دلائی ان کو اپنائیں اور جن برے اخلاق کو ان کے لیے ناپسند کیا ان سے بچیں اللہ کریم ہمیں اور تمہیں ہدایت والے راستے پر چلائے۔

اٰمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

والدِ اعلیٰ حضرت رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان رحمۃ اللّٰہ علیہ کے بیان کردہ آدابِ تلاوت

حق تلاوت کا یہ ہے نیت ثوابِ آخرت اور ضبطِ احکامِ عبودیت کی کرے اور ذوق و شوق کے ساتھ بَرِعایتِ آدابِ تلاوت پڑھے اور آدابِ تلاوت تیرہ ہیں۔

پہلا ادب: وضو بامسواک کرے اور خوشبو کپڑوں میں لگا کر دو زانو قبلہ رو تفکر اور تدبر کے ساتھ بحضورِ قلب و خشوعِ دل و خضوعِ جوارح تلاوت میں مشغول ہو۔

دوسرا ادب: رات کے وقت تلاوت کی کثرت کرے کہ اس وقت دل فارغ ہوتا ہے۔

تیسرا ادب: بہتر یہ ہے کہ دیکھ کر پڑھے کہ قرآن کا دیکھنا بھی عبادت ہے اور دو عبادتوں میں ثواب دوچند ملتا ہے۔

چوتھا ادب: تین دن سے کم میں ختم نہ کرے کہ تَفَقُّہ کو مانع ہے سات دن یا چالیس دن میں ختم کیا کرے مگر صاحبِ باطن مختار ہے کہ اس کے حق میں شہادتِ قلب کا اعتبار ہے۔

پانچواں ادب: ترتیل کرے کہ تعظیم کے مناسب ہے اور تفکر و تدبر عجائب و غرائب سوچنا اور معانی سمجھنا بے ترتیل کے دشوار ہے نظر صحابہ کرام اور سلف عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تدبر اور تفہُّم معنی میں مُنحَصِر تھی یہاں تک کہ سِوا چند اشخاص کے ان میں کوئی حافظ نہ تھا اور اکثر کو صرف ایک دو سورت یاد تھیں اور تردِید یعنی بار بار ایک آیت اور سورت کو پڑھنا اور اس کی

تکرار کرنا بھی اس بات کے واسطے مفید ہے عل[9] تمام رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آیت کی تکرار کی جو لوگ شرابِ محبت کا مزا چکھے ہوئے ہیں اس تکرار کی کیفیت اور لطف سے واقف ہیں۔ وَلَنِعمَ مَا قِيَل (کسی نے کیا خوب کہا ہے)

اَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَان لَنَا فَاِنَّ ذِكْرَه

هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَه يَتَضَوَّعُ

(ہمارے سامنے نعمان (بن ثابت یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کا ذکر بار بار کرو کہ ان کا تذکرہ تو مشک کی طرح ہے جسے جب بھی رگڑو گے تو خوشبو ہی پھیلے گی)

چھٹا ادب: معانی پر نظر رکھے اور امر و نہی و وعدہ و وعید کے سمجھنے سے غافل نہ رہے اور ہر خطاب میں آپ کو مخاطب فرض کرے اور امر و نواہی میں استقلالاً اور قصص و حکایات میں تمثیلاً و تشبیہاً، اور اس کے احکامات بجالانے کا اور نواہی سے بچنے کا عزمِ مُصَمَّم کرے حدیث میں ہے عل قرآن کو اس طرح پڑھ کہ تجھے برائیوں سے باز رکھے اور جو باز نہ رکھا تو نے قرآت نہ کی یعنی حق پڑھنے کا نہ پڑھا اور جس وقت آیت رحمت اور وعدہ کی پڑھے خوش اور مشتاق ہو اور جب آیتِ غضب پر پہنچے اس وقت غمگین و خائف ہو جاوے اور اپنے آپ کو اس مضمون کا جو گنہگاروں اور تقصیر واروں کے حق میں نازل ہے مصداق سمجھے اور اپنی خطاکاری اور تقصیر پر روئے حدیث میں ہے عل قرآن پڑھو اور روؤ اگر رونا نہ آوے بزور دل کو رونے کی طرف متوجہ کرو دوسری حدیث میں ہے عل جب قرآن پڑھو حزن و غم دل میں لاؤ۔

---

9 عل رمز ہے جس سے مراد عین العلم کتاب ہے جس کی شرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔

علماء کہتے ہیں جو تکلُّف سے بھی رونا نہ آوے تو اس نہ آنے پر کہ بڑی مصیبت ہے رونا چاہیئے۔ اِحیاءُ العلوم میں نقل کرتے ہیں کہ زُرارہ بن اَوْفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تلاوت کرتے تھے جب اس آیت پر پہنچے فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۙ (المدثر:08)(ترجمہ: پھر جب صور پھونکا جائے گا)۔ مر کر گر پڑے۔

اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب یہ آیت سنتے تھے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (انشقاق:01) (ترجمہ: جب آسمان شق ہو) اس قدر پڑھتے تھے کہ ہر بند ان کے بدن کا کانپنے لگتا اے عزیز! اگر بندۂ ذلیل کا دل اس تصور سے کہ ایک دن مالکِ قہار کے سامنے مجھے کھڑا ہونا ہے اور ان اہوال اور عذابوں کو اُٹھانا ہے جل کر راکھ ہو جاوے تو لائق اور بجا ہے اور جو نہیں ڈرتا ہے یا اس کو خدا کی وعید پر اعتبار نہیں اور یا ان عذابوں کو بے حقیقت اور آسان سمجھتا ہے۔

ان عذابوں سے نہیں دہشت تجھے
ہے اُٹھانے کی مگر طاقت تجھے

ساتواں ادب: اور موانعِ تفہُّم سے کہ تحقیقِ مخارج اور استعمالِ قواعدِ موسیقی اور اصرار گناہوں پر اور اتصاف بَرزائل ہیں اجتناب کرے قال اللہ تعالیٰ: تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ (ق:08) (ترجمہ: سوجھ اور سمجھ ہر رجوع والے بندے کے لیے)۔

آٹھواں ادب: قبل تلاوت کے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھے بعد ختم کے پھر شروع کر دے یعنی کئی آیتیں سورہ بقر کی پڑھ لے کہ جب بندہ کسی عبادت کو ختم کر کے پھر شروع کرتا ہے شیطان غمگین ہوتا ہے۔

نواں ادب: اثناءِ تلاوت میں جنت یا لِقَا یا رِضوان یا سلامتیِ ایمان یا ان کے مانند اور امرِ مَرجُوّ کا جس جگہ ذکر آوے وہاں ذکر اور جس مقام پر دُعا کا اَمر ہو وہاں دُعا اور جس جگہ اور مطلوب ہو وہاں وہی اُمور بجالاوے۔

دسواں ادب: اگر ریا یا کسی نمازی کی تشویش یا مسلمانوں کے گنہگار ہونے کا خوف نہ ہو تو جہر کرے کہ تنبیہِ قلب اور جمعِ ہمت اور صَرفِ سمع اور نفیِ نوم و کسل اور زیادتیِ نشاط میں اثرِ تمام رکھتا ہے اور سونے والوں کو بیدار اور غافلوں کو عبادت کی طرف راغب اور ہوشیار کرتا ہے اور علیٰ فرشتے اور عمّارِ بیت یعنی وہ جِن جو اِس گھر میں رہتے ہیں قرآت اِس کی سن کر اس پر درود بھیجتے ہیں۔

اور جب قاری ان باتوں کی نیت کر لیتا ہے ثواب اس کا دوچند ہو جاتا ہے اور جو خوف ریا کا ہو یا کسی نمازی کی تشویش کا کہ وہاں نماز پڑھتا ہے اندیشہ ہو یا وہاں کچھ لوگ باتیں کرتے ہوں اور ان کے خاموش نہ ہونے اور قرآن نہ سننے پر یقین ہو تو وہاں آہستہ پڑھنا بہتر ہے ایسی ہی جگہ کے واسطے وارد ہے علیٰ کہ عملِ سِر عملِ ظاہر سے ستر حصہ زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ مدار صلاحِ قلب پر ہے جس کا دل جہر پر گواہی دے اس کے لئے جہر اور جس کا دل اِسراء پر گواہی دے اس کے حق میں اِسراء بہتر ہے مگر حد سے زیادہ تجاوز دونوں میں ممنوع ہے اِعتدال ہر حال میں ضرور ہے۔

گیارہواں ادب: خوش آوازی اور تجوید کے ساتھ پڑھے مگر اس میں اس قدر مشغول ہونا کہ تدبر کو مانع ہو اور قواعدِ موسیقی کی رعایت کرنا درست نہیں

بارہواں ادب: تلاوت کے وقت قرآن کی عظمت پر نظر رکھے اور مضمون کریمہ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ

لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ(الحشر:21) (ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔) ذہن میں حاضر۔

حدیث میں ہے علیہ جو شخص قرآن پڑھے اور سمجھے کہ خدا نے اس چیز سے جو مجھے عنایت کی دوسرے کو افضل چیز دی اس نے حقیر سمجھا اس چیز کو جسے خدا نے بزرگ کیا۔

تیرہواں ادب: قرآت کے وقت یہ تصور کرے گویا خدا کے حضور میں پڑھ رہا ہے جب اس مقام پر قائم ہو جاوے یہ تصور کرے کہ خدا تعالیٰ اس سے خطاب کر رہا ہے اور انتہا ترقی کی اس تصور پر ہے کہ قاری گویا خدا کو اور اس کے صفات اور افعال کو کلام میں دیکھ رہا ہے یہ مقام صدیقوں کے لئے مخصوص ہے اگر پہلے دونوں مقام سے بھی بہرہ نہیں رکھتا غافلوں میں داخل ہے۔ **اللھم اجعلنا من الصدیقین ولا تجعلنا من الغافلین** (اے اللہ ہمیں صدیقین میں شامل کر اور غافلوں میں شمار نہ کر۔)[10]

---

[10] انوارِ جمالِ مصطفی، ص328، شبیر برادرز، لاہور

مآخذومراجع

قرآن مجید	کلام الٰہی	
نام کتاب	**مصنف / مؤلف / متوفی**	**مطبوعہ**
کنزالایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان، (المتوفی 1440ھ)	مکتبۃ المدینہ کراچی
تفسیر طبری	ابو جعفر محمد بن جریر الطبري (المتوفی: 310ھ)	مؤسسۃ الرسالہ، 1420ھ
تفسیر عبد الرزاق	أبو بكر عبد الرزاق بن همام (المتوفى: 211هـ)	دار الكتب العلمية، بيروت 1419هـ
تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم	أبو محمد، ابن أبي حاتم عبد الرحمن بن محمد الرازي (المتوفى: 327هـ)	مكتبة نزار مصطفى الباز، 1419ھ
تفسیرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، (المتوفی: 510ھـ)	دار إحياء التراث العربي، بيروت 1420ھ
الدر المنثور	جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی (المتوفی: 911ھ)	دار الفکر، بیروت
الزهد والرقائق لابن المبارك	أبو عبد الرحمن عبد الله بن المبارك (المتوفى: 181هـ)	دار الكتب العلمية، بيروت
فضائل القرآن للقاسم بن سلام	أبو عُبيد القاسم بن سلاّم بن عبد الله الهروي البغدادي (المتوفى: 224هـ)	دار ابن كثير 1415هـ
مسند الامام احمد بن حنبل	أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل (المتوفى: 241هـ	مؤسسة الرسالة، 1421هـ
الزهد لاحمد بن حنبل	أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل (المتوفى: 241هـ	دار الكتب العلمية، بيروت 1424ھ
سنن الدارمي	أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي، (المتوفى: 255هـ)	دار المغني للنشر والتوزيع 1412ھ
صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللّٰہ علیہ (المتوفّٰی: 256ھـ)	دار طوق النجاة 1422هـ

صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری رحمۃ اللّٰہ علیہ (المتوفی: 261ھ)	دار إحياء التراث العربي ، بيروت
سنن ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللّٰہ علیہ (المتوفّٰی: 275ھ)	المكتبة العصرية، صيدا، بيروت
سنن الترمذی	امام محمد بن عیسٰی ترمذی رحمۃ اللّٰہ علیہ (المتوفّٰی: 279ھ)	شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، 1395ھ
سنن النسائی	امام احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللّٰہ علیہ (المتوفّٰی: 303ھ)	مكتب المطبوعات الإسلامية حلب، 1406
سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی 273ھ	دار إحياء الكتب العربية
الزهد لابي داود	أبو داود سليمان بن الأشعث السِّجِسْتاني (المتوفى: 275ھ)	دار المشكاة للنشر والتوزيع، حلوان 1414ھ
فضائل القرآن للفِرْيابِي	أبو بكر جعفر بن محمد الفِرْيابِي (المتوفى: 301ھ)	مكتبة الرشد، الرياض 1409ھ
المعجم الصغير	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللّٰہ علیہ (المتوفّٰی: 360ھ)	دار عمار، بيروت ، 1405ھ
المعجم الأوسط	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللّٰہ علیہ (المتوفّٰی: 360ھ)	دار الحرمين، القاهرة
المعجم الكبير	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللّٰہ علیہ (المتوفّٰی: 360ھ)	مكتبة ابن تيمية، القاهرة
الأوسط في السننوالإجماع والاختلاف	أبو بكر محمد بن إبراهيم النيسابوري (المتوفى: 319ھ)	دار طيبة، الرياض السعودية، 1405ھ
الشريعة	أبو بكر محمد بن الحسين الآجُرِّيُّ البغدادي (المتوفى: 360ھ)	دار الوطن، رياض 1420ھ
العظمة للاصبهاني	أبو محمد عبد الله بن محمد الأصبهاني (المتوفى: 369)	دار العاصمة، الرياض 1408ھ
الترغيب و الترهيب لابن شاهين	أبو حفص عمر بن أحمد البغدادي المعروف بـابن شاهين (المتوفى: 385ھ)	دار الكتب العلمية، بيروت، 1424ھ
المستدرك على الصحيحين	أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله (المتوفى: 405ھ)	دار الكتب العلمية بيروت 1411ھ

حلية الأولياء	أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني (المتوفى: 430هـ)	دار الكتب العلمية، بيروت 1409
صحيح ابن حبان	أبو حاتم محمد بن حبان البُستى (المتوفى: 354هـ)	مؤسسة الرسالة، بيروت، 1414ھ
جامع البيان في القراءات السبع	أبو عمرو عثمان بن سعيد الداني (المتوفى: 444هـ)	جامعة الشارقة، الإمارات 1428ه
فضائل القرآن وتلاوته	أبو الفضل عبد الرحمن بن أحمد الرازي المقرىء (المتوفى: 454هـ)	دار البشائر الإسلامية، 1415ھ
المدخل إلى السنن الكبرى	أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (المتوفى: 458هـ)	دار الخلفاء للكتاب الإسلامي، كويت
شعب الإيمان	أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (المتوفى: 458هـ)	مكتبة الرشد ،الرياض 1423ھ
جامع بيان العلم وفضله	أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر النمري القرطبي (المتوفى: 463هـ)	دار ابن الجوزى، 1414ھ
الفقيه و المتفقه	أبو بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي (المتوفى: 463هـ)	دار ابن الجوزي، عرب 1421ھ
اقتضاء العلم العمل	أبو بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي (المتوفى: 463هـ)	المكتب الإسلامى، بيروت 1397ھ
الجامع لأخلاق الراوي و آداب السامع	أبو بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي (المتوفى: 463هـ)	مكتبة المعارف، الرياض
تاريخ بغداد	أبو بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي (المتوفى: 463هـ)	دار الغرب الإسلامي، بيروت 1422ھ
احياء علوم الدين	أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505هـ)	دار المعرفة، بيروت
الفردوس بمأثور الخطاب	أبو شجاع شيرويه بن شهردار الديلميّ الهمذاني (المتوفى: 509هـ)	دار الكتب العلمية، بيروت 1406 ھ
شرح السنة	محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد البغوي (المتوفى: 516هـ)	المكتبه الإسلامي، بيروت 1403هـ
المنتظم في تاريخ الأمم والملوك	جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي الجوزي (المتوفى: 597هـ)	دار الكتب العلمية، بيروت 1412هـ

سير أعلام النبلاء	شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد الذهبي (المتوفى: 748هـ)	مؤسسة الرسالة، 1405ھ
مرآة الجنان	امام عفيف الدين عبد الله بن اسعد يافعي رحمة الله عليه (المتوفى: 768ھ)	دار الكتب العلمية، بيروت 1417ھ
مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (المتوفى: 807هـ)	مكتبة القدسي، القاهرة 1414ھ
الإكليل في استنباط التنزيل	عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ)	دار الكتب العلمية، بيروت 1401هـ
طبقات الحفاظ	جلال الدين عبد الرحمن بن ابی بكر السيوطى (المتوفى: 911ھ)	،دار الكتب العلمية، بيروت 1403

فہرست

(استاد شاگرد کے آداب)

حالاتِ مصنف علیہ الرحمہ..........................157
نام و نسب:..................................157
ولادت و پرورش:..................................157
تحصیلِ علم:..................................157
منصبِ تدریس و خطابت و افتاء و قضاء:..................................158
عبادت و ریاضت:..................................159
تصنیفات:..................................159
شاگرد:..................................159
علماء و محدثین کی نظر میں مقام:..................................160
وصال:..................................161
(مقدمہ)..................................162
وجہِ تصنیف..................................164
اسلوبِ کتاب..................................164
پہلا باب..................................165
علم و علماء اور علم سیکھنے سکھانے کی فضیلت .165
قرآنِ پاک میں علم اور علماء کی شان..................................165
احادیث میں علم اور علماء کی شان..................................167

فرشتوں کے پر بچھانے سے کیا مراد ہے؟ 168
علم و علماء کی شان میں صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کے اقوال 171
علم کے نفلی عبادت سے افضل ہونے کی وجوہات 173
فصل 173
علم اور علماء کے فضائل کن کے لئے ہیں؟ 173
دوسرا باب 175
عالم کی اپنی ذات اور طلبہ و سبق کی رعایت کے متعلق آداب . 175
پہلی فصل 175
عالم کی اپنی ذات کے متعلق آداب 175
پہلا ادب: مراقبہ، سکینہ و وقار 176
دوسرا ادب: علم کی قدر کرے 177
تیسرا ادب: دنیا سے بے رغبتی 178
چوتھا ادب: علم کو دُنیاوی اغراض کے حصول کا ذریعہ نہ بنائے 179
پانچواں ادب: گھٹیا پیشے اور مقامِ تہمت سے بچے 180
چھٹا ادب: احکامِ شرع کی پابندی 181
ساتواں ادب: مستحبات، نوافل، تلاوت، اوراد و وظائف کی پابندی 182
آٹھواں ادب: حُسنِ اخلاق 183
نواں ادب: ظاہر و باطن کی صفائی 184
دسواں ادب: نیکیوں میں اضافے کی حرص و کوشش 188

گیارہواں ادب: اپنے سے کم مرتبہ سے علم سیکھنے میں عار محسوس نہ کرے
190 ....
بارہواں ادب: تصنیف وتالیف اور علمی کاموں میں مصروف رہے. 192
دوسری فصل...193
تدریس کے آداب...193
پہلا ادب: اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ باوضو تدریس کرے 193
دوسرا ادب: تدریس کے لئے گھر سے نکلتے وقت کی دعا واذکار پڑھے . 194
تیسرا ادب: طلبہ کا حسبِ مراتب اِکرام کرے 196
چوتھا ادب: تدریس کی ابتداء تلاوت، حمد وصلوٰۃ اور دعا سے کرے .. 196
پانچواں ادب: تدریس میں اسباق کی ترتیب و بعض اہم اُمور 198
چھٹا ادب: دورانِ تدریس آواز قدرِ حاجت بلند ہو 199
ساتواں ادب: اہلِ مجلس کو آپس میں گفتگو کرنے، جھگڑنے اور شور و غل سے بچائے.......................... 200
آٹھواں ادب: بے ادب اور حد سے بڑھنے والے کو سختی سے منع کرے
201 ....
نواں ادب: سائل کا سوال غور سے سُنے اور جواب معلوم نہ ہو تو " مجھے نہیں معلوم " کہنے میں شرم محسوس نہ کرے...................... 202
دسواں ادب: اجنبی شخص سے حسنِ سلوک اور طلبہ کے مصالح کی رعایت
204 ....
گیارہوں ادب: درس کے اختتام کا انداز 205
بارہواں ادب: تدریس کی اہلیت ہو تو ہی تدریس کرے 206

تیسری فصل............................208
عالم کے اپنے طلبہ کے ساتھ مطلقاًاور مجلسِ علم کے آداب . 208
پہلاادب: طلبہ کو علم سکھانے میں اچھی نیتیں کرے 208
دوسراادب: طلبہ کو اللہ پاک کی رضاکے لئے علم سیکھنے کی ترغیب دلائے 209
تیسرا ادب: طلبہ کو علم وعلماءکے فضائل سُنا کر طلبِ علم کی ترغیب دلاتا رہے 209
چوتھاادب: طلباءکے لئے وہی پسند کرے جواپنے لئے پسند کرتا ہے . 210
پانچواں ادب:آسان انداز میں نرمی سے علم سکھائےاور بڑی شفقت سے سبق سمجھائے 211
چھٹاادب: سکھانے وسمجھانے کاحریص ہو 212
سبق پڑھانے کاطریقہ: 212
ساتواں ادب: طلبہ کو کتنا سبق سمجھ آیا؟یہ چیک کرے اور اس کا طریقہ 213
آٹھواں ادب: پچھلے اسباق کی دوہرائی اور اہم قواعد ومسائل حفظ کروائے 214
نواں ادب: اسباق پڑھانے میں طالبِ علم کی ذہنی صلاحیت و قابلیت کا لحاظ رکھے 215
دسواں ادب: جوعلم پڑھائے اس کے قواعدِ کلیہ واکثریہ واہم وضروری باتیں یاد کروائے 216
گیارہواں ادب: کسی طالب علم کو دوسرے طلبہ پر ترجیح نہ دے ... 218

بارہواں ادب: طلبہ کے آداب، ہدایت، اور ظاہری و باطنی اخلاق کے احوال کی نگرانی کرتا رہے 219

تیرہواں ادب: طلبہ کی حاجت روائی کرے 220

چودہواں ادب: عاجزی وانکساری سے پیش آئے 222

طلبہ کو خوش آمدید کہے اور عزت دے 223

تیسرا باب 224

طالبِ علم کے آداب 224

پہلی فصل 224

طالبِ علم کی اپنی ذات کے متعلق آداب 224

پہلا ادب: دل کو ہر طرح کے کھوٹ، میل، کینے، حسد، بد عقیدگی اور بد خلقی سے پاک رکھے 225

دوسرا ادب: اچھی نیت سے علم سیکھے 225

تیسرا ادب: بالخصوص جوانی میں دیگر تمام مصروفیات ختم کرکے خوب محنت و دل جمعی سے علم حاصل کرے 226

چوتھا ادب: قناعت اختیار کرے 228

پانچواں ادب: اوقات کی تقسیم کاری اور پڑھنے و یاد کرنے کے لئے بہترین اوقات و مقامات 229

چھٹا ادب: کم کھائے 230

ساتوں ادب: تقوی و ورع اختیار کرے 231

نواں ادب: نیند کم کرے 233

دسواں ادب: میل جول کو ترک کردے 234

دوسری فصل..........................236
استاد و پیشوا کے ساتھ آداب..........................236
پہلا ادب: نیک و ماہر استاد سے علم سیکھے 236
دوسرا ادب: استاد کی اطاعت کرے اور ان کی رائے و مشورے پر عمل کرے
..........................237
تیسرا ادب: استاد کو عزت و تعظیم کی نگاہ سے دیکھے اور ان کے بارے میں درجۂ کمال کا اعتقاد رکھے 239
چوتھا ادب: استاد کا حق پہچانے، اور ان کی فضیلت نہ بھولے 240
پانچواں ادب: استاد کی جفاء اور سختی پر صبر کرے 241
چھٹا ادب: استاد سختی سے بھی اصلاح کرے تو بُرا نہ منائے 242
ساتواں ادب: استاد کی بارگاہ میں اجازت لے کر حاضر ہو 243
استاد سے اپنے لئے مخصوص ٹائم نہ مانگے 244
آٹھواں ادب: استاد کے سامنے باادب بیٹھے 245
نواں ادب: استاذ سے گفتگو کا انداز انتہائی مؤدبانہ ہو 247
دسواں ادب: استاد کی گفتگو غور اور شوق سے سننے 249
گیارہواں ادب: استاد سے پہلے کسی مسئلے کی شرح بیان نہ کرے ...251
بارہواں ادب: استاد سے کوئی شے لینے دینے کے آداب 252
تیرہواں ادب: استاد کے ساتھ چلنے کے آداب 254
تیسری فصل..........................255
سبق اور حلقہ درس کے آداب اور اس میں استاذ اور رفقاء کے ساتھ آداب 255

1: علم کی ابتداء قرآنِ کریم سے کرے 255

2: ابتداءً مسائل میں اختلافات نہ پڑھے 256

3: سبق یاد کرنے سے قبل تصحیح (چیک) کروالے 258

4: علمِ حدیث سیکھنے میں پہل کرے 259

5: مختصرات یاد کرنے اوران کی شروحات اچھی طرح سمجھنے کے بعد ہی اس علم کی بڑی کتابوں کا مطالعہ کرے 260

6: استاذ کے درس وتدریس کے حلقہ میں لازمی شرکت کرتا رہے .. 261

طلبہ کے آپس میں سبق کی تکرار کرنے کے فوائد 262

7: استاذ کی مجلس میں حاضر ہو تو حاضرین کو اتنی آواز سے سلام کرے 263

8: طالبِ علم استاد کی مجلس کے حاضرین کا ادب کرے 264

9: سبق سمجھ نہ آئے تو پوچھنے میں شرم محسوس نہ کرے 266

10: اپنی باری آنے پر سبق پڑھے 268

11: استاد سے سبق پڑھنے اور سُنانے کے آداب 269

12: طالبِ علم اپنی باری آنے پر استاد سے سبق پڑھنے کی اجازت طلب کرے 270

13: بقیہ طلباء کو بھی علم حاصل کرنے کی ترغیب دلائے 271

چوتھا باب 272

کتابیں جو علم کا آلہ ہیں ان کے اور ان کی تصحیح کرنے، لکھنے، اُٹھانے، رکھنے، خریدنے، عاریت لینے، اور نقل کرنے وغیرہ کے آداب 272

1: اپنی ضرورت کی کتابیں حاصل کرے 272

2: کتاب عاریت لینے دینے کے آداب 273

3: کتاب رکھنے اور پڑھنے کے آداب 275

4: کتاب خریدتے وقت کی احتیاطیں 276

5: کتاب نقل کرنے اور لکھنے کے آداب 277

6: کتاب نقل کرنے میں بہت چھوٹا و باریک لکھنے سے بچنا چاہیئے .. 278

7: مشکل الفاظ و عبارت پر اِعراب لگادے 279

8: "لَحَق" اور "بین السطور" لکھنے کا طریقہ 281

9: اپنی ذاتی کتاب پر اہم حواشی، فوائد اور تنبیہات لکھنے 282

10: ابواب، فصول اور تراجم 282

11: زائد الفاظ یا عبارت کاٹنے اور مٹانے کے آداب 283

پانچواں باب 284

استاذ اور طالبِ علم کی مدارس میں رہائش کے آداب 284

1: انتظامی معاملات کے اعتبار سے مدرسے کا انتخاب 284

2: اساتذہ کے اعتبار سے مدرسے کا انتخاب 285

3: مدرسے میں رہنے والے کو واقف کی شرائط معلوم ہونی چاہئیں 287

4: مدرسے میں رہائش رکھنے کی احتیاطیں و آداب 288

5: مدرسے میں رہائش کا اصل مقصد 289

6: جس مدرسہ میں رہائش رکھے وہاں کے طلبہ و منتظمین کا اِکرام کرے 290

7: نیک و پڑھنے والے طلبہ کے ساتھ رہے 291

مدرسے میں کس کو کہاں رہائش دی جائے؟ 291
8:رہائش والی جگہ کے آداب 292
9:مدرسہ کے دروازے پر بیٹھنے کی عادت نہ بنائے 293
10: کمروں میں نہ جھانکے 294
11: کلاس میں استاذ کے آنے سے پہلے حاضر ہو 295
علمی بحث کرنے میں جھگڑانہ کرے 296
ماخذومراجع 298

حالاتِ مصنف علیہ الرحمہ

نام ونسب:

آپ کا نامِ گرامی امام ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ بن جماعہ بن علی بن جماعہ بن حازم بن صخر کنانی حموی شافعی اَشعری ہے اور بدرُ الدین، قاضی القُضَاۃ (چیف جسٹس)، شیخ الاسلام، آپ کے مشہور القابات ہیں آپ بڑے پائے کے محدث، فقیہ، مفسر، صوفی، اور مؤرخ تھے۔

ولادت وپرورش:

آپ ربیع الآخر چھ سو اُنتالیس ہجری (639ھ) میں حماۃ کے علاقے میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کے والدِ محترم بڑے نیک سیرت، فقیہ، عابد وزاہد، اور کثرت سے ذکرُ اللہ کرنے والے صوفی بزرگ تھے اور اپنے علاقے حماۃ میں سلسلہ بیانیہ کے شیخ تھے اور جب اپنے گھر والوں کو الوداع کہہ کر حماۃ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے تو جاتے ہوئے فرمایا: میں جارہا ہوں اور بیتُ المقدس میں ہی میری وفات ہو گی تو جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی ہوا اور (675ھ) میں عید الاضحیٰ کے دن آپ کا وصال ہو گیا۔

تحصیلِ علم:

آپ بچپن سے ہی تحصیلِ علم میں مشغول ہو گئے اپنے والد محترم سے علم سیکھنا شروع کیا اور 646ھ میں صرف سات سال کی عمر میں رشید بن مسلمہ، مکی بن عَلان، اسماعیل عراقی اور دیگر علماء نے آپ کو حدیث روایت کرنے کی اجازت عطا فرما دی اور 650ھ میں آپ نے حماۃ میں شیخ الشیوخ سے حدیث سماعت کی اور مصر میں رضی بن برہان، رشید عطار، اسماعیل بن عزرون وغیرہ اور دمشق میں ابن ابی الیسر، کمال الدین عبد العزیز بن عبد سے علم حاصل کیا اور ابن الازرق، نجیب عبد اللطیف حرانی، ابن علاق، معین دمشقی،

، شمس الدین بن ابی عمر، تاج قسطلانی، مجد بن دقیق العید اور رحمہم اللہ سے مختلف علوم حاصل کئے اور علمِ نحو جمال الدین بن مالک سے حاصل کیا اور اکثر علوم قاہرہ میں قاضی تقی الدین بن رزین سے حاصل کئے۔

منصبِ تدریس وخطابت وافتاء وقضاء:

اولاً آپ نے دمشق کے مدرسہ قیمریہ میں تدریس و خطابت فرمائی پھر 687ھ میں بیت المقدس میں خطابت و قضاء کے منصب پر فائز ہوئے پھر 690ھ میں آپ کو مصر کا قاضی مقرر کر دیا گیااور کافی عرصہ آپ اس منصب کے ساتھ دیگر منصبوں پر فائز رہے پھر آپ کی جگہ کسی اور کو قاضی بنادیا گیا مگر آپ وہاں تدریس فرماتے رہے پھر 694ھ میں آپ کو شام کے قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس کے عہدے پر فائز کیا گیااور دمشق میں خطابت، مشیخۃ الشیوخ کا منصب بھی آپ کو دے دیا گیا آپ کے علاوہ کسی میں بیک وقت یہ تین منصب جمع نہ ہوئے کافی عرصہ اسی منصب پر رہنے کے بعد 702ھ میں دوسری بار آپ کو مصر کا قاضی مقرر کیا گیاپھر یکم ربیع الاول 710ھ میں آپ کی جگہ جمال الدین زرعی کو چیف جسٹس بنا دیا گیا مگر اس دوران آپ مدرسہ ناصریہ میں تدریس فرماتے رہےاور پھر اکیس ربیع الآخر 710ھ کو دوبارہ آپ کو چیف جسٹس کے منصب پر فائز کر دیا گیا منصبِ قضاء کے علاوہ آپ جامعہ کاملیہ اور جامع ابن طولون کے شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز رہے اور مدرسہ صالحیہ اور ناصریہ میں تدریس بھی فرماتے رہے اور بالآخر 727ھ میں آپ نے خود منصبِ قضاء سے استعفیٰ دے دیا مصر میں جب تک آپ فتویٰ دیتے رہے لوگ کسی اور عالم کے پاس فتویٰ لینے نہ جاتے تھے کہا جاتا ہے کہ آپ کے فتاوی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کئے گئے تو انہوں نے آپ کے فتاویٰ کی تعریف کی۔

عبادت وریاضت:

آپ کو عوام و خواص میں مقبولیت حاصل تھی بڑے نرم و متحمل مزاج تھے عبادت گزاروزاہد بزرگوں کی سیرت کے عارف تھے اور دنیا کے مال سے بے پروا تھے سلطان ملک ناصر نے آپ کے لئے ماہانہ ایک ہزار درہم اوردس ارادب (تقریباً24 صاع) گندم وظیفہ مقرر کیا تھا مگر آپ نے قاضی کے عہدہ سے استعفیٰ دینے سے کافی عرصہ قبل ہی یہ وظیفہ لینا ترک کر دیا تھا آپ کثرت سے عبادت کرتے تھے اور چھ بار حج کی سعادت حاصل کی۔

تصنیفات:

آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو، تاریخ، میقات، ہیئت، ہندسہ وغیرہ کئی علوم میں تصنیفات کیں ان میں سے چند مشہور کتب یہ ہیں۔

1: المنهل الرويّ في الحديث النبوي (اصول حديث)

2: كشف المعاني في المتشابه من المثاني (علوم قرآن)

3: إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل (عقائد)

4: تحرير الأحكام في تدبير أهل الإسلام (فقه)

5: تنقيح المناظرة في تصحيح المخابرة (فقه)

6: تذكرة السامعِ والمتكلم في أَدب العالم والمتعلم (آداب)

شاگرد:

آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں چند مشہور نام یہ ہیں علامہ خلیل بن ایبک صفدی، علامہ تاج الدین سبکی شافعی، آپ کے اپنے بیٹے عزالدین ابو عمر عبدالعزیز شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ

علماء ومحدثین کی نظر میں مقام:

مشہور محدث علامہ ذہبی (متوفی: 748ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَلَهُ مُشَارَكَةٌ حَسَنَةٌ فِي عُلُومِ الإِسْلامِ مَعَ دِينٍ وَتَعَبُّدٍ وَتَصَوُّفٍ وَأَوْصَافٍ حَمِيدَةٍ، وَأَحْكَامٍ مَحْمُودَةٍ وَلَهُ النَّظْمُ وَالنَّثْرُ وَالْخُطَبُ وَالتَّلامِذَةُ وَالْجَلالَةُ الْوَافِرَةُ وَالْعَقْلُ التَّامُّ وَالْخُلُقُ الرَّضِيُّ، فَاللَّهُ يُحْسِنُ خَاتِمَتَهُ" دین داری، عبادت، تصوف، اوصافِ حمیدہ و قابلِ تعریف احکام کے ساتھ ساتھ آپ کو علومِ اسلامیہ میں بہت اچھا حصہ نصیب ہوا تھا آپ نظم و نثر، خطابت، کثیر شاگرد، بڑی شان و شوکت، عقل تام، پسندیدہ اخلاق کی خوبیوں سے متصف تھے اور اللہ پاک نے آپ کو خاتمہ بالخیر نصیب کیا۔

[معجم الشيوخ الكبير للذهبي 130/2]

علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدي (متوفی: 764ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "كان إمام زمانه، وصدر أوانه، وانتهت إليه رياسة الدين والدنيا، رقى بسيادته في مراتب العليا، وجمع له من المناصب ما لم يجمع في وقته لسواه" آپ اپنے زمانے کے امام اور وقت کے سردار تھے دین و دنیا کی ریاست کی انتہاء آپ پر ہوتی تھی اپنی بزرگی کی وجہ سے آپ نے بلند مراتب پائے اور بیک وقت آپ کو اتنے منصب حاصل تھے جو آپ کے دور میں کسی اور میں جمع نہ ہوئے۔

[أعيان العصر وأعوان النصر 209/4]

علامہ تاج الدین سبکی (متوفیٰ: 771ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حَاكم الإقليمين مصرا وشاما وناظم عقد الفخار الَّذِي لَا يسامى متحل بالعفاف متخل إِلَّا عَن مِقْدَار الكفاف مُحدث فَقِيه ذُو عقل لَا يقوم أساطين الْحُكَمَاء بِمَا جمع فِيهِ" مصر وشام کے علاقوں کے قاضی، خوبیاں کا ایسا ہار پرونے والے جس کا کوئی مقابل نہیں، پاک دامنی سے

متصف اور بقدرِ ضرورت مال کے علاوہ سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے، محدث، فقیہ اور ایسے صاحبِ عقل کہ حکماء کے سردار بھی آپ کے برابر نہیں ہو سکتے۔

[طبقات الشافعية الكبرى للسبكي 139/9]

وصال:

آخری عمر میں آپ کی بینائی کمزور ہو گئ تو آپ نے مشاغل ترک کر دیئے اور چھ سال تک گھر میں ہی تشریف فرما رہے تو اس دوران لوگ آپ سے برکت حاصل کرنے اور آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔

اکیس جمادی الاولیٰ 733ھ بروز پیر رات کے وقت آپ کا وصال ہوا اور قرافہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔



(مقدمہ)

تمام خوبیاں اللہ کے لئے جو احسان فرمانے والا مہربان وسعت والا علم والا اور بڑے فضل والا ہے افضل درود اور اکمل سلام ہو ہمارے آقا نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن پر قرآن حکیم میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (۴)

اور بیشک تمہاری خوبو(سیرت) بڑی شان کی ہے۔(القلم:4)

اور ان کی آل واصحاب کرام پر درود وسلام ہو جو جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہوں گے اہم ترین امور میں سے جس کی طرف عقل مند کو جوانی کی ابتداء میں ہی جلدی کرنی چاہیئے اور اور نفس کو جس کے حاصل کرنے کا عادی بنانا چاہئیے وہ اچھا ادب ہے جس کی فضیلت پر شریعت وعقل دونوں گواہ ہیں اور آراء اور زبانیں باادب کی تعریف پر متفق ہیں۔

لوگوں میں اس خوبی کے سب سے زیادہ حق دار اور اس بلند مرتبے کو پانے کے سب سے اولین مستحق اہلِ علم ہیں جنہوں نے بزرگی وبلندی کی انتہا کو ادب کے زیور سے آراستہ کیا اور اسی کے ذریعے انبیاء کرام کی وراثت کو پانے میں سب سے سبقت لے گئے کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ و آداب اور اہلِ بیت وصحابہ کرام جیسے پاکیزہ بزرگوں کی بہترین سیرت اور ائمۂ علماءِ سلف کی سیرت اور خلف (متاخرین) کی سلف (متقدمین) کی سیرت وہدایت میں پیروی کرنے سے واقف ہیں۔

ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پہلے لوگ ہدایت(ادب) بھی اسی طرح سیکھا کرتے جس طرح علم سیکھا کرتے تھے۔ [الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع، ج1،ص79]

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بے شک پہلے آدمی کئی سال تک ادب سیکھنے کے بعد پھر مزید کئی سال ادب سیکھا کرتا تھا۔ (لم اجد)

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہی میزانِ اکبر (سب سے بڑا معیار) ہے جن پر اشیاء کو پیش کیا جاتا ہے تو جو شے ان کے اخلاق وسیرت اور بتائے ہوئے راہِ ہدایت کے موافق ہو گی وہی حق ہے اور جو مخالف ہو گی وہ باطل ہے۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع،ج1،ص79]

حبیب بن شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا: اے بیٹا! فقہاء اور علماء کی صحبت میں رہا کرو ان سے علم سیکھو اور ان کے آداب اختیار کرو کہ میرے نزدیک یہ کثیر احادیث حاصل کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع،ج1،ص79]

کسی بزرگ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹا! تمہارا ادب کا ایک باب سیکھنا میرے نزدیک علم کے ستر باب سیکھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (لم اجد)

حضرت مخلد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ مبارک رحمہ اللہ سے فرمایا: ہمیں کثیر احادیث سیکھنے سے زیادہ کثیر ادب سیکھنے کی حاجت ہے۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع،ج1،ص80]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: ادب سیکھنے کے لئے آپ کی خواہش کیسی ہے؟ فرمایا: جب میں ادب کے متعلق ایک حرف بھی ایسا سنتا ہوں جو میں نے پہلے نہ سنا ہو تو میرے تمام اعضاء کی خواہش ہوتی ہے کہ کاش ان سب میں سننے کی صلاحیت ہوتی تو وہ اسے سننے کی لذت سے لطف اندوز ہوتے پوچھا گیا ادب کی جستجو میں آپ کی کیا کیفیت ہے؟ فرمایا: اس عورت کی جستجو جیسی جس کا اِکلوتا بیٹا گم گیا ہو اور اس کے سوا اس کا کوئی سہارا بھی نہ ہو۔

[مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما يؤثر عن الشافعي، رحمه الله، في فضل العلم، ج2، ص139]

وجہِ تصنیف

جب ادب کا رُتبہ فضیلت میں اس قدر بلندی کو پہنچا ہوا ہے اور اس کی تفصیلات کو پانے کے مقامات پوشیدہ ہیں جبکہ میں نے طلبہ کے لئے اس کی ضرورت اور انہیں اس پر بار بار آگاہ کرنے کی دشواری کو دیکھا یا تو شرم کی وجہ سے جو انہیں ادب سیکھنے کے لئے حاضر ہونے سے مانع ہوتی ہے یا ان پر ظلم کی وجہ سے جو ان میں نفرت پیدا کر دیتا ہے تو ان باتوں نے مجھے اس مختصر کتاب لکھنے پر اُبھارا جو عالم کو اس کے منصب کے آداب یاد دلاتی اور ان آداب پر متنبہ کرتی ہے جو صرف طالبِ علم یا عالم و طالبِ علم دونوں پر لازم ہیں اور کتابوں کے ساتھ جن آداب کا لحاظ کرنا چاہئیے اور منتہی اور ابتدائی طلبہ کی مدارس میں رہائش کے آداب پر متنبہ کرتی ہے کیونکہ اس دور میں اکثر طلبہ کی رہائش مدارس میں ہی ہوتی ہے۔

اسلوبِ کتاب

میں نے اس کتاب میں وہ آداب جمع کئے ہیں جن پر اتفاق ہے یا جو میں نے بڑے بڑے مشائخ سے سنے ہیں یا دورانِ مطالعہ جو میری نظر سے گزرے ہیں یا علمی مذاکرات سے حاصل کئے ہیں اور ان آداب کے دلائل و اَسناد میں نے ذکر نہیں کیں تاکہ کتاب طویل نہ ہو یا پڑھنے والا اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جائے۔

بحمد اللہ تعالیٰ میں نے اس کتاب کے ابواب میں متفرق آداب جمع کر دیئے جو کسی اور کتاب میں اس جامع انداز میں نے نہیں دیکھے اور میں نے کتاب کی ابتداء میں بطورِ تبرک و اقتداء علم و علماء کی فضیلت پر ایک مختصر باب بھی تحریر کیا ہے۔

اور اس کتاب کو پانچ ابواب پر مرتب کیا ہے جو کتاب کے مقصود کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

پہلا باب: علم واہلِ علم کی فضیلت اور عالم کے بلند مقام و مرتبے کے بارے میں

دوسرا باب: عالم کی اپنی ذات اور طلبہ و تدریس کے متعلق آداب

تیسرا باب: طالبِ علم کی اپنی ذات اور استاد ورفقاء وسبق کے آداب

چوتھا باب: کتابوں کی صحبت اور ان سے متعلق آداب

پانچواں باب: مدارس میں رہائش کے آداب اور اس کے متعلق نفیس باتیں

میں نے اس کتاب کا نام "تَذْكِرَةُ السَّامِعِ وَ الْمُتَكَلِّمِ فِيْ أَدَبِ الْعَالِمِ وَ الْمُتَعَلِّمِ" رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں علم و عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی رضا سے امید کی انتہا پر پہنچائے۔

پہلا باب
علم وعلماء اور علم سیکھنے سکھانے کی فضیلت
قرآنِ پاک میں علم اور علماء کی شان

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔ (المجادلة:11)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: علماء عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہوں گے جن میں ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔ [إحياء علوم الدين، كتاب العلم، الباب الأول في فضل العلم والتعليم۔۔۔، ج 1، ص 05، مگر اس میں دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کے الفاظ ہیں]

اور فرمایا: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ۔۔۔ اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے۔ (آل عمران: 18)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنا ذکر فرمایا دوسرے نمبر پر فرشتوں اور تیسرے نمبر پر علماء کا ذکر کیا تو علماء کی بزرگی و فضیلت، جلالت و بلند رتبے کے بیان لئے یہی بات کافی ہے۔

اور فرمایا: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ (الزمر: 9)

اور فرمایا: فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۷) تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (الانبیاء: 7)

اور فرمایا: وَ مَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (۴۳) اُنہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔ (العنکبوت: 43)

اور فرمایا: بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ

بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔ (العنکبوت: 49)

اور فرمایا: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (فاطر: 28)

اور فرمایا: أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝

وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔ (البينة: 7،8)

ان دونوں آیتوں کا تقاضا یہ ہے کہ علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہی مخلوق میں بہترین ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ علماء ہی مخلوق میں بہترین ہیں۔

احادیث میں علم اور علماء کی شان

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

[صحيح البخاري، كتاب العلم، باب: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، جلد 1، ص 25، رقم: 71]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔

[سنن أبي داود، كتاب العلم، باب الحثّ على طلب العلم، جلد 5، ص 485، رقم: 3641]

بزرگی و فخر کے اعتبار سے یہ مقام اور شرف و ذکر کے لحاظ سے یہی رُتبہ تجھے کافی ہے تو جس طرح رُتبۂ نبوت سے اوپر کوئی رُتبہ نہیں اسی طرح نبوت کے وارث ہونے کی فضیلت سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دو شخصوں کا ذکر کیا گیا جن میں ایک عبادت گزار اور دوسرا عالم تھا تو فرمایا: فَضْلُ العَالِمِ عَلَى العَابِدِ كَفَضْلِي عَلىٰ أَدْنَاكُمْ عالم کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے اَدنیٰ پر۔ [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْعِلْمِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الفِقْهِ عَلَى العِبَادَةِ، ج5/ص50، رقم:2685]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے تو وہ اس کے سبب جنت کے راستے پر چل پڑتا ہے اور بے شک فرشتے طالبِ علم کی خوشنودی کے لیے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لئے آسمانوں اور زمین میں موجود تمام مخلوق یہاں تک کہ مچھلیاں سمندر میں بخشش کی دعا کرتی ہیں عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں شب میں چاند کی فضیلت سارے تاروں پر اور علماء انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کے وارث ہیں انبیاء کرام نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہ بنایا انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔

[سنن أبي داود، کتاب العلم، باب الحثّ علی طلب العلم، جلد5، ص485، رقم:3641]

جان لو کہ اس سے بڑھ کر کسی کا رتبہ نہیں جس کے لئے فرشتے اور دیگر مخلوق استغفار اور دعامیں مصروف ہوں اور فرشتے جس کے لئے اپنے پر بچھاتے ہوں کیونکہ جب نیک شخص یا جس کے نیک ہونے کا گمان ہی ہو اس کی دعامیں رغبت کی جاتی ہے تو پھر فرشتوں کی دعا کا کیا عالم ہو گا؟

فرشتوں کے پر بچھانے سے کیا مراد ہے اس میں اختلاف ہے کہا گیا ہے کہ اس سے طالبِ علم کے لئے ان کا تواضع کرنا مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ فرشتوں کا اس کے پاس اُترنا اور اس کے ساتھ رہنا مراد ہے اور ایک قول یہ ہے فرشتوں کا اس کی تعظیم و توقیر کرنا مراد ہے اور یہ بھی

کہا گیا ہے کہ فرشتوں کا اس کو اپنے پروں پر اُٹھانا اور اسے اس کے مقاصد تک پہنچانا مراد ہے۔

حیوانات علماء کے لئے استغفار اس لئے کرتے ہیں کہ حیوانات انسانوں کے مصالح و منافع کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور علماء ان منافع میں سے حلال و حرام بیان کرتے ہیں اور حیوانات کے ساتھ بھی بھلائی کرنے اور ان سے ضرر دور کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: يُوزَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ وَدَمُ الشُّهَدَاءِ بروزِ قیامت علماء کی روشنائی اور شہداء کے خون کو تولہ جائے گا۔ [جامع بیان العلم وفضلہ، تَفْضِيلُ الْعُلَمَاءِ عَلَى الشُّهَدَاءِ، ج1، ص150، رقم:153]

بعض علما نے فرمایا: یہ اس بنا پر ہو گا کہ شہید کے لئے سب سے اعلیٰ شے اس کا خون ہے اور عالم کی سب سے ادنیٰ شے اس کی روشنائی ہے۔

[التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف اليَاء، ج2، ص509]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وَمَا عُبِدَ اللَّهُ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ فِقْهٍ فِي الدِّينِ، وَلَفَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ دین میں سمجھ سے افضل کسی شے کے ذریعے اللہ عزوجل کی بندگی نہیں کی گئی اور ضرور ایک فقیہ شیطان پر ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ سخت ہے۔

[جامع بیان العلم وفضلہ، بَابُ تَفْضِيلِ الْعِلْمِ عَلَى الْعِبَادَةِ، ج1، ص127، رقم:125]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیز گار لوگ سیکھتے رہیں گے جو غلو والوں کی تحریفات اور جھوٹوں کے جھوٹ اور جاہلوں کی غلط تاویلیں اس سے دور کرتے رہیں گے۔ [مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثاني، ج1، ص82 رقم:248]

حدیث پاک میں ہے:"يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ: الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْعُلَمَاءُ، ثُمَّ الشُّهَدَاءُ"قیامت کے دن تین قسم کے افراد شفاعت فرمائیں گےانبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پھر علماء پھر شہداء۔

[سنن ابن ماجه،أَبْوَابُ الزُّهْدِ،بَابُ ذِكْرِ الشَّفَاعَةِ،ج 5،ص 367،رقم:4313]

مروی ہے: علماء بروزِ قیامت نور کے منبروں پر ہوں گے۔

قاضی حسین بن محمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تعليقة" کے شروع میں نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: جس نے علم اور علماء سے محبت کی اس کی زندگی کی خطائیں نہیں لکھی جائیں گی۔ اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: جس نے عالم کی عزت کی گویا اس نے ستر انبیاء کرام کی عزت کی اور جس نے طالبِ علم کی عزت کی گویا اس نے ستر شہیدوں کا اکرام کیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی عالم کے پیچھے نماز ادا کی گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز ادا کی اور جس نے کسی نبی کے پیچھے نماز ادا کی اسے بخش دیا گیا۔

[التعليقة (على مختصر المزني) للقاضي حسين،ج 1،ص 79]

شرمساحی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "نظم الدُرَر" کے شروع میں نقل کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:«مَنْ عَظَّمَ الْعَالِمَ فَإِنَّمَا يُعَظِّمُ اللهَ تعالىٰ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْعَالِمِ فإنما ذٰلِكَ اِسْتِخْفَاف بِاللهِ وَرَسُولِهِ»

جس نے عالم کی تعظیم کی تو بلاشبہ اس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی اور جس نے عالم کی اہانت کی تو بے شک اس کا ایسا کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کے حق) کو ہلکا جاننا ہے۔

[الجامع لمسائل المدونة، كتاب الجامع، الباب العاشر، باب في العلم وفضله۔۔۔،ج 24،ص 97]

علم اور علماء کی شان میں صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کے اقوال

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: علم کے شرف کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ علم نہ جاننے والا بھی صاحب علم ہونے کا دعوی کرتا ہے اور جب اس کی طرف علم کی نسبت کی جائے تو خوش ہوتا ہے اور جہالت کی مذمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جہالت میں مبتلاء شخص بھی اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہے۔

[المجموع شرح المهذب، فَصْلٌ فِي أَحْوَالِ الشَّيْخِ أَبِي إِسْحَاقَ، ج1، ص19]

اسلاف میں سے ایک بزرگ کا فرمان ہے: بہترین عطیہ عقل اور بدترین مصیبت جہالت ہے۔ [بستان العارفين للنووي، باب في نفائس مأثورة ص41]

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علماء زمین میں ایسے ہیں جیسے آسمان میں تارے کہ جب وہ لوگوں پر ظاہر ہوتے ہیں تو لوگ ان کے ذریعے ہدایت پاتے ہیں اور جب وہ چُھپ جاتے ہیں تو لوگ حیران و پریشان رہ جاتے ہیں۔ [المدخل إلى السنن الكبرى البيهقي، بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ، ص274، رقم:393]

ابو الاسود دُئِلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علم سے بڑھ کر کوئی شے عزت والی نہیں کہ بادشاہ لوگوں پر حاکم ہیں اور علماء بادشاہوں پر حاکم ہیں۔

[الحث على طلب العلم والاجتهاد في جمعه، ص53]

حضرت وہب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صاحبِ علم کو علم سے شرف ملتا ہے اگرچہ وہ (پہلے) کم مرتبہ ہو، عزت ملتی ہے اگرچہ رُسوا ہو، قرب ملتا ہے اگرچہ دُور ہو، غنیٰ ملتا ہے اگرچہ فقیر ہو، رُعب حاصل ہوتا ہے اگرچہ کم حیثیت ہو۔ [النكت الوفية بما في شرح الألفية، آدابُ المحدّثِ، ج2، ص294]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: علم سیکھو بے شک اس کا سیکھنا بھلائی، اس کی طلب عبادت، اس کا مذاکرہ تسبیح، تلاش جہاد، خرچ کرنا نیکی اور نہ جاننے والے کو سکھانا صدقہ ہے۔

[تنبيه الغافلين للسمرقندي، بَابُ: فَضْلِ طَلَبِ الْعِلْمِ، ص429، رقم:671]

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: علم سکھانے والے عالم کو آسمانوں کی سلطنت میں "کبیر" کہا جاتا ہے۔

[سنن الترمذي، بأَبْوَابُ الْعِلْمِ۔۔ابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الفِقْهِ عَلَى العِبَادَةِ، ج5، ص50]

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی بارگاہ میں مقام و مرتبے کے لحاظ سے سب سے بلند اشخاص وہ ہیں جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام اور علماء کرام ہیں۔

[الفقيه والمتفقه، ذِكْرُ أَحَادِيثَ وَأَخْبَارٍ شَتَّى۔۔۔، ج1، ص149]

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی ارشاد فرمایا: دنیا میں نبوت سے افضل کسی کو کوئی شے نہیں دی گئی اور نبوت کے بعد علم و فقہ سے افضل کوئی شے نہیں آپ سے پوچھا گیا یہ فرمان کن کے متعلق ہے؟ تو فرمایا تمام فقہاء کے متعلق ہے۔

[مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما يؤثر عن الشافعي، رحمه الله، في فضل العلم، ج2، ص139]

حضرت عبد اللہ بن سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو انبیاء کرام کی مجالس کو دیکھنا چاہے وہ علماء کی مجالس کو دیکھ لے لہذا ان کا حق پہچانو۔

[المجموع شرح المهذب، فَصْلٌ فِي أَحْوَالِ الشَّيْخِ أَبِي إِسْحَاقَ، ج1، ص20]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اگر باعمل فقہاء بھی اللہ کے ولی نہیں تو پھر کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں۔

[مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما يؤثر عن الشافعي، رحمه الله، في فضل العلم، ج2، ص155]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فقہ کی مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ [المجموع شرح المهذب، فَصْلٌ فِي أَحْوَالِ الشَّيْخِ أَبِي إِسْحَاقَ، ج1، ص21]

حضرت سفیان ثوری اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہے کہ فرائض کے بعد طلبِ علم سے افضل کوئی عمل نہیں۔

[المجموع شرح المهذب، فَصْلٌ فِي أَحْوَالِ الشَّيْخِ أَبِي إِسْحَاقَ، ج1، ص20]

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فقہ جیسی کسی اور شے کے ذریعے اللہ کی عبادت نہیں کی گئی۔

[المدخل إلى السنن الكبرى البيهقي، بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ، ص308، رقم:467]

حضرت ابوذر وابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے فرمایا: ہمیں علم کا ایک باب سیکھنا ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے اور علم کا ایک باب سکھانا چاہے اس پر عمل کیا جائے یانہ کیا جائے سو رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ پیاراہے۔ [المجموع شرح المهذب، فَصْلٌ فِي أَحْوَالِ الشَّيْخِ أَبِي إِسْحَاقَ، ج1، ص21]

علم کے نفلی عبادت سے افضل ہونے کی وجوہات

ان مذکورہ فضائل سے ظاہر ہوگیا کہ اللہ کی رضا کے لئے علم میں مشغول رہنا نماز، روزہ، تسبیح، دعا اور ان جیسی نفلی بدنی عبادات سے افضل ہے کیونکہ علم کا نفع صاحبِ علم کے ساتھ ساتھ اور لوگوں کو بھی ملتا ہے جبکہ بدنی نفلی عبادات کا نفع صرف اسی شخص تک محدود رہتا ہے اور علم دوسری عبادات کی دُرستی کا سبب بنتا ہے کہ عبادات علم کی محتاج اور اسی پر موقوف ہیں جبکہ علم ان پر موقوف نہیں ہے اور اس لئے بھی علم افضل ہے کہ علماء ہی انبیاء کرام کے وارث ہیں نہ کہ عبادت گزار اور عالم کی اطاعت علمی معاملات میں غیرِ عالم پر واجب ہے اور علم کا اَثر صاحبِ علم کی وفات کے بعد بھی رہتا ہے جبکہ علم کے علاوہ نفلی عبادات موت کے ساتھ ہی منقطع ہو جاتی ہیں اور علم کی بقاء میں ہی شریعت کا اِحیاء اور دینی شعائر کی حفاظت ہے۔

فصل

علم اور علماء کے فضائل کن کے لئے ہیں؟

جان لو کہ علم اور علماء کے جو فضائل ذکر کئے گئے وہ سب ان باعمل نیک اور متقی علماء کے لئے ہی ہیں جنہوں نے علم سے صرف اللہ کریم کی رضا اور نعمتوں کے

باغات جنت میں اس کی بارگاہ کا قرب پانے کا قصد کیا نہ کہ وہ علماء جنہوں نے علم بُری نیت یا باطنی خباثت یا دُنیاوی اغراض یعنی مرتبے یا مال یا پیروکاروں اور طلبہ کی کثرت پر فخر کے لئے حاصل کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علماء کے سامنے فخر کرنے یا جاہلوں سے جھگڑنے یا لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے علم حاصل کیا اللہ عزوجل اسے جہنم میں داخل کرے گا۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا۔ [سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْعِلْمِ، بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَطْلُبُ بِعِلْمِهِ الدُّنْيَا، ج 5، ص 33، رقم: 2654]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے غیرُ اللہ کے لئے علم سیکھا یا اس کی نیت اللہ کی رضا نہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا۔

[سنن الترمذي، أَبْوَابُ الْعِلْمِ، بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَطْلُبُ بِعِلْمِهِ الدُّنْيَا، ج 5، ص 33، رقم: 2655]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَن تعلَّم علماً مما يُبتَغىٰ به وجهُ الله عزَّوجلَّ لا يتعلَّمُه إلا ليُصيبَ به عَرَضاً من الدُّنيا لم يَجِدْ عَرْفَ الجنةِ يومَ القيامة جس نے ایسا علم جس کے ذریعے اللہ کی رضا طلب کی جاتی ہے دنیا کمانے کے لیے حاصل کیا قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو تک نہ پاسکے گا۔ اسے امام ابو داود نے روایت کیا۔

[سنن أبي داود، أول كتاب العلم، باب في طلب العلم لغير الله عزوجل، ج 5، ص 505، رقم: 3663]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جس کا فیصلہ قیامت میں ہوگا۔ پھر تین اشخاص کا ذکر کیا۔ ان میں ایک وہ ہوگا جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن پڑھا اسے لایا جائے گا اپنی نعمتوں کا اقرار کرایا جائے گا وہ اقرار کرلے گا تو اللہ پاک فرمائے گا تو نے شکریہ میں کیا عمل کیا عرض کرے گا علم سیکھا سکھایا تیری راہ میں قرآن

پڑھا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لیے علم سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے اس لیے قرآن پڑھا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہو گا تو اسے اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا پھر آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ امام مسلم و امام نسائی نے اسے روایت کیا۔

[صحیح مسلم، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِلرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ اسْتَحَقَّ النَّارَ، ج 3، ص 1513، رقم: 1905]

حضرت حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جس نے غیرُ اللہ کے لئے حدیث کا علم حاصل کیا وہ اللہ پاک کی خفیہ تدبیر کا شکار ہوا۔

[بستان العارفين للنووي، فصل في حقيقة الاخلاص والصدق، ص 31]

حضرت بِشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: اللہ پاک نے حضرت داود علیہ السلام کو وحی فرمائی: میرے اور اپنے درمیان کسی فتنے میں مبتلاء عالم کو واسطہ نہ بنانا کہ وہ اپنے نشے کے سبب تمہیں میری محبت سے روک دے گا یہی میرے بندوں پر ڈاکہ مارنے والے ہیں۔

[المدخل إلى السنن الكبرى البيهقي، بَابُ مَا يُكْرَهُ لِأَهْلِ الْعِلْمِ وَغَيْرِهِمْ، ص 335، رقم: 545]

دوسرا باب
عالم کی اپنی ذات اور طلبہ و سبق کی رعایت کے متعلق آداب

اس باب میں تین فصلیں ہیں۔

پہلی فصل
عالم کی اپنی ذات کے متعلق آداب

اس میں بارہ قسم کے آداب ہیں۔

پہلا ادب: مراقبہ، سکینہ ووقار

1: مراقبہ (یعنی یہ تصور کہ اللہ پاک مجھے دیکھ رہا ہے) پر خلوت و جلوت میں ہمیشگی اختیار کرے اور تمام حرکات و سکنات اور اقوال و افعال میں خوفِ خدا کو پیشِ نظر رکھے کیونکہ اسے جو علوم امانت دیئے گئے ہیں اور جو حواس و سمجھ بوجھ عطا کی گئی ہے وہ اِن پر اَمین ہے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۲۷) اے ایمان والو اللہ و رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت۔ (الانفال: 27)

اور فرمایا: بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ۔۔۔۔ (۴۴) کہ ان سے کتابُ اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو۔ (المائدہ: 44)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: علم وہ نہیں جو یاد ہو علم تو وہ ہے جو نفع دے۔ [مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما يؤثر عن الشافعي، رحمه الله، في فضل العلم، ج2، ص149]

اسی قسم میں سکینہ، وقار، خشوع، خضوع، ورع اور اللہ پاک کے لئے عاجزی پر ہمیشگی اختیار کرنا بھی داخل ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ہارون الرشید کو لکھا: جب تم کوئی علم سیکھو تو اس کا اثر یعنی اطمینان، سکون، وقار و حلم تم پر نظر آنا چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

[الجامع لمسائل المدونة، كتاب الجامع، الباب الثامن والعشرون، باب في العلم وفضله۔۔۔، ج24، ص255]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: علم سیکھو اور اس کے لیے اطمینان و وقار بھی سیکھو۔ [الفردوس بمأثور الخطاب، بَاب التَّاء، ج 2، ص 41، رقم: 2235]

بزرگوں سے منقول ہے: عالم پر حق ہے کہ ظاہر و باطن میں اللہ پاک کے لئے عاجزی کرے اور خواہشِ نفس سے اپنے آپ کو بچائے اور جو مسئلہ اس پر مشتبہ ہو اسے بیان کرنے سے رُک جائے۔

[عقد الجواهر الثمينة في مذهب عالم المدينة، فصل به اختتام الكتاب، ج 3، ص 1312]

دوسرا ادب: علم کی قدر کرے

اپنے علم کی ایسے حفاظت کرے جیسے گزشتہ علماء نے کی اللہ پاک نے اسے علم کے سبب جو قدر و عزت عطا کی ہے اسے قائم رکھے اور بلا ضرورت و حاجت خود دنیا داروں کے پاس جا کر علم کی بے قدری نہ کرے اور ان دنیا داروں میں سے کوئی علم سیکھنا چاہے تو اس کے پاس بھی خود چل کر نہ جائے اگرچہ بظاہر وہ بڑے مقام و مرتبے والا ہی کیوں نہ ہو۔

امام زُہری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: عالم کا طالبِ علم کے گھر جانا علم کی بے قدری ہے۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع، بَابُ ذِكْرِ مَا يَنْبَغِي لِلْمُحَدِّثِ۔۔۔، إِعْزَازُ الْمُحَدِّثِ نَفْسَهُ۔۔۔، ج 1، ص 369]

اس بارے میں بزرگوں کے کثیر فرامین ہیں۔

قاضی ابو الحسن جُرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

وَلَمْ أَبْتَذِلْ فِي خِدْمَةِ الْعِلْمِ مُهْجَتِي ... لِأَخْدُمَ مَنْ لَاقَيْتُ لَكِنْ لِأُخْدَمَا

أَأَشْقٰى بِهِ غَرْسًا وَأَجْنِيهِ ذِلَّةً ... ... إِذًا فَاتِّبَاعُ الْجَهْلِ قَدْ كَانَ أَحْزَمَا

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوهُ صَانَهُمْ ... وَلَوْ عَظَّمُوهُ فِي النُّفُوسِ لَعُظِّمَا

میں نے اپنی جان خدمتِ علم میں اس طرح رُسوا نہیں کی کہ جسے میں ملوں اس کی خدمت کروں بلکہ میری خدمت کی جائے گی۔ کیا میں درخت لگاؤں اور اس سے ذلت کا پھل کاٹوں؟ پھر تو جہالت کی پیروی زیادہ لائق ہے۔ اگر اہلِ علم علم کی حفاظت کرتے تو علم ان کی حفاظت کرتا اگر وہ لوگوں کے دلوں میں علم کی عظمت ڈالتے تو ان کی بھی تعظیم کی جاتی۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،بَابُ ذِكْرِ مَا يَنْبَغِي لِلْمُحَدِّثِ۔۔۔،إِعْزَازُ الْمُحَدِّثِ نَفْسَهُ۔۔۔،ج1،ص371]

اگر واقعی ضرورت و حاجت ہو یا ایسی دینی مصلحت ہو جو اس کی خرابی پر راجح ہو اور نیت بھی درست ہو تو پھر امید ہے کے ان لوگوں کے پاس جا کر علم سکھانے میں کوئی حرج نہیں ہو گا ان شاء اللہ۔ اور بعض سلف صالحین جیسے امام زہری و امام شافعی وغیرہ جو خود چل کر بادشاہوں اور اُمَراء کے پاس تشریف لے جاتے تھے ان کے اس فعل کو اسی پر محمول کرنا چاہیئے کیونکہ وہ حضرات فضول دنیاوی اغراض کے ارادے سے ان کے پاس نہیں جاتے تھے۔

اسی طرح جس کے پاس جایا جائے اگر وہ علم وزہد میں بلند مقام و مرتبے پر فائز ہو تو اسے علم سکھانے جانے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ علم سکھانے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خود تشریف لے جایا کرتے تھے حضرت ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی بن مدینی کو غریبُ الحدیث سنانے خود تشریف لے جایا کرتے۔

تیسرا ادب: دنیا سے بے رغبتی

دنیا سے زہد اختیار کرے اور اتنی قلیل دنیا پر اکتفاء کرے جو اسے اور اس کے عیال کے لئے مُضر نہ ہو کہ قناعت کے مُعتدل طریقے پر چلتے ہوئے بقدرِ حاجت دنیا حاصل کرنا دنیا میں شمار نہیں کیا جاتا۔

عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ وہ دنیا سے تعلق کو بُرا جانے کیونکہ وہ دنیا کی بے وُقعتی، اس کے فتنے، جلد زائل ہونے اور اس کو حاصل کرنے میں کثرتِ تھکاوٹ و پریشانی کو لوگوں سے زیادہ جانتا ہے پس وہ اس کی طرف توجہ نہ کرنے اور اس کے غموں میں مشغول نہ ہونے کا زیادہ حق دار ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مسئلہ منقول ہے: "اگر کسی نے سب سے زیادہ عقلمند کے لئے مال کی وصیت کی تو وہ مال زہد اختیار کرنے والوں کو دیا جائے گا"۔ [التھذیب في فقہ الإمام الشافعي، کتاب الوصایا، ج 5، ص 80]

کاش میں جان لیتا کہ علماء سے بڑھ کر کون عقل کی زیادتی اور کمال کا حق دار ہے؟

حضرت یحیی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: دنیا سونے کا فانی ٹکڑا ہوتی اور آخرت باقی رہنے والی مٹی کی ٹھیکری ہوتی تو بھی عقلمند کو چاہیئے تھا کہ فنا ہونے والے سونے کے ٹکڑے پر باقی رہنے والی مٹی کی ٹھیکری کو ترجیح دیتا تو اب آخرت کو کیسے ترجیح نہ دے جبکہ آخرت باقی رہنے والا سونا اور دنیا فنا ہونے والی مٹی کی ٹھیکری ہے؟

[تفسیر القرطبی، سورۃ الأعلٰی، تحت الایۃ، 18، 19، ج 20، ص 24 مگر یہاں یہ قول مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے اور احیاء العلوم میں حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے اور بعض کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے]

چوتھا ادب: علم کو دنیاوی اغراض کے حصول کا ذریعہ نہ بنائے

علم کو دنیاوی اغراض یعنی حبِ جاہ، مال، نمود و نمائش، شہرت، اپنے معاصرین سے آگے بڑھنے یا ان سے خدمت لینے کے حصول کا ذریعہ بنانے سے بچتا رہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: میری خواہش ہے کہ تمام مخلوق مجھ سے علم سیکھے مگر میری طرف ایک حرف بھی منسوب نہ کرے۔
[المجموع شرح المھذب، باب آداب المعلم، ج1، ص28]

اسی طرح عالم کو چاہیئے کے جو طلبہ اس سے علم سیکھنے میں مشغول اور اس کے حاجت مند ہیں ان سے مال یا خدمت وغیرہ لینے کی طمع سے بچتا رہے۔

حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو بھی علم سیکھنے آتا آپ اس سے اپنی کسی ضرورت میں مدد طلب نہ کرتے تھے۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،مَنْ تَوَرَّعَ أَنْ يَسْتَقْضِيَ سَامِعَ الْحَدِيثِ مِنْهُ حَاجَةً، ج1، ص368]

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: مجھے قرآن کا فہم عطا کیا گیا مگر جب میں نے ابو جعفر سے تھیلا لیا تو فہمِ قرآن مجھ سے سلب کر لیا گیا۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،مَنْ نَزَّهَ نَفْسَهُ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ عَنْ قَبُولِ أَمْوَالِ السَّلَاطِينِ، ج1، ص368]

ہم اللہ پاک سے درگزر کا سوال کرتے ہیں۔

پانچواں ادب: گھٹیا پیشے اور مقامِ تہمت سے بچے

طبعاً رذیل و گھٹیا اور عادۃً و شرعاً ناپسندیدہ پیشہ اختیار کرنے سے بچے جیسے حجامہ لگانا، چمڑا دباغت کرنا، زرگری، بیع صرف اسی طرح تہمت کے مقامات اگرچہ وہ بعید ہی ہوں ان سے بچے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جو مُرُوَّت کی کمی پر مشتمل ہو یا بظاہر ناجائز ہو اگرچہ حقیقت میں اس کے لئے جائز ہی ہو کہ ایسا کرنے سے وہ اپنی ذات کو تہمت اور عزت کو غیبت پر پیش کر کے لوگوں کو بدگمانی اور غیبت کے گناہ میں مبتلاء کر دے گا اگر اتفاقاً کبھی کسی حاجت وغیرہ کے باعث اس طرح کا کوئی کام کرنا پڑ ہی جائے تو دیکھنے والے کو اس کا حکمِ شرعی اور اپنا عذر و مقصد بتا دے تا کہ دیکھنے والا اس کے سبب گناہ میں پڑنے یا بدظن

ہو کر اس کے علم سے نفع حاصل کرنا چھوڑنے سے بچ جائے اور جاہل کو حکمِ شرع بھی معلوم ہو جائے۔

اسی لئے جب دو مرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کرتے دیکھ کر پلٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: ٹھہرو! یہ صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں پھر فرمایا: بے شک شیطان آدمی میں خون کی طرح چلتا ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بات نہ ڈال دے۔ یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ "**فَتَهلِكَا**" پھر تم ہلاک ہو جاتے۔

[صحیح البخاري، كِتَابُ الِاعْتِكَافِ،بَابُ زِيَارَةِ المَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي اعْتِكَافِهِ، ج3،ص50،رقم:2038، مگر "فتهلكا" کے الفاظ نہیں مل سکے۔]

چھٹا ادب: احکامِ شرع کی پابندی

شعائرِ اسلام اور ظاہری احکام کی ادائیگی پر ہمیشگی اختیار کرے جیسے نمازِ باجماعت، خاص وعام کو سلام کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا اور اس کے سبب پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنا، حکمرانوں کے سامنے حق کی آواز بلند کرنا، اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جان خرچ کر دے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو یاد کرے۔

وَ اصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۱۷) جو اُفتاد (مصیبت) تجھ پر پڑے اس پر صبر کر بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔ (لقمان:17)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے کرام علیہم السلام کا تکالیف پر صبر اور جو مشقتیں وہ اللہ کی راہ میں برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا ان کو یاد کرے۔ اسی طرح سنتوں کے اظہار اور بدعتوں کو مٹانے پر ثابت

قدم رہے اور اللہ کی رضا کے لئے دینی امور اور جن باتوں میں مسلمانوں کے فوائد ہوں ان کو شرعی و مضبوط طریقے سے ادا کرنے میں مصروف رہے۔

ظاہری و باطنی افعال میں صرف جواز پر عمل نہ کرے بلکہ اَحسن و اَکمل صورت پر عمل کرے کیونکہ علماء ہی پیشوا ہیں اور احکامِ شرع میں انہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور یہ عوام پر اللہ تعالیٰ کی دلیل ہیں کہ جو لوگ غور و فکر کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ ان کو دیکھ کر سیکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے وہ ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں اور اگر عالم خود اپنے علم سے نفع نہ اٹھائے تو غیر تو اس کے علم سے نفع حاصل کرنے سے مزید دُور ہو جائے گا جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علم وہ نہیں جو یاد ہو علم تو وہ ہے جو نفع دے۔

[مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما يؤثر عن الشافعي، رحمه الله، في فضل العلم، ج2، ص149]

کیونکہ لوگ عالم کی پیروی کرتے ہیں اس لئے عالم کی معمولی لغزش بھی بڑی شمار ہوتی ہے اور اس پر بہت سے مفاسد مرتب ہوتے ہیں۔

ساتواں ادب: مستحبات، نوافل، تلاوت اوراد و وظائف کی پابندی

عالمِ دین قولی و فعلی مستحباتِ شرعیہ پر بھی عمل کرے پس ان باتوں کو اپنے اوپر لازم کر لے تلاوتِ قرآن، قلبی و زبانی ذکرُ اللہ، احادیث میں مذکور دن و رات کے اذکار اور دعائیں، نوافل، روزے، حجِ بیتُ اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم و تکریم واجب ہے اور آپ کا اسمِ گرامی سننے اور سنت کے ذکر کے وقت ادب کرنا مطلوب و مسنون ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے تو آپ کا رنگ تبدیل ہو جاتا اور آپ جھک جایا کرتے تھے۔

[الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الْقِسْمُ الثاني، الْبَابِ الثالث، فصل وَاعْلَمْ أَنَّ حُرْمَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهِ وَتَوْقِيرَهُ۔۔۔، ج2، ص42]

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا۔(ایضاً)

ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت کے سبب آپ کے منہ میں زبان خشک ہو جاتی۔(ایضاً)

عالمِ دین کو چاہیئے کہ دورانِ تلاوت قرآن کے معانی، اوامر (جن باتوں کا حکم دیا گیا) ونواہی (جن سے منع کیا گیا) اور وعدے ووعیدوں میں غور کرے قرآن کی بیان کردہ حدوں سے آگے نہ بڑھے اور قرآن یاد کرنے کے بعد بھولنے سے بچے کہ احادیثِ مبارکہ میں اس پر زجر وتوبیخ وارد ہوئی ہے۔

بہتر یہ ہے کہ روزانہ بلاناغہ ایک مخصوص مقدار میں قرآن کی تلاوت کرے اور اگر یہ مشکل ہو تو پھر ایک دن چھوڑ کر ایک دن تلاوت کرے اور یہ بھی نہ کر سکے تو پھر منگل اور جمعہ کی رات تلاوت کرے کیونکہ عموماً ان دو دنوں میں چھٹی کے سبب مصروفیت نہیں ہوتی اور سات دن میں ختمِ قرآن کرنا بہتر ہے کہ اس بارے میں حدیثِ پاک بھی وارد ہے اور اسی پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عمل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جو ہر سات دن میں ختمِ قرآن کرے اسے قرآن کبھی نہ بھولایا جائے گا۔

آٹھواں ادب: حُسنِ اخلاق

لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے یعنی چہرہ کِھلا رکھنا، سلام عام کرنا، کھانا کھلانا، غصہ پینا، لوگوں کو تکلیف سے بچانا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف برداشت کرنا، ایثار کرنا اور اپنے لئے ایثار طلب کرنے سے بچنا، انصاف کرنا اور اپنے لئے انصاف طلب کرنے سے بچنا، کسی کے احسان پر

شکریہ ادا کرنا، راحت پہنچانا، لوگوں کی حاجات پوری کرنے کی کوشش کرنا، اپنے مرتبے کے سبب لوگوں کی جائز سفارش کرنا، غریبوں پر شفقت و مہربانی کرنا، پڑوسیوں اور رشتہ داروں سے محبت بھرا سلوک کرنا، طلبہ سے نرمی و بھلائی کرنا، ان کی مدد کرنا جیسا کہ عنقریب آئے گا ان شاء اللہ

جب کسی شخص کو نماز، طہارت یا کسی واجب میں کوتاہی کرتا دیکھے تو اسے نرمی و شفقت سے سمجھائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پیشاب کر دینے والے دیہاتی[11] اور حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ کو نرمی سے سمجھایا جب انہوں نے نماز میں گفتگو کی تھی۔[12]

نواں ادب: ظاہر و باطن کی صفائی

اپنے ظاہر و باطن کو بُرے اخلاق سے پاک کرے اور پسندیدہ اخلاق اپنائے۔

---

[11]: روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے فرمایا ٹھہر ٹھہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے نہ روکو چھوڑ دو لوگوں نے چھوڑ دیا حتی کہ اس نے پیشاب کرلیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لئے نہیں یہ تو صرف اللہ کے ذکر نماز اور تلاوتِ قرآن کے لئے ہیں یا جیسا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرماتے ہیں کہ قوم کے ایک آدمی کو حکم دیا وہ پانی کا ڈول لایا جسے اس پر بہادیا۔ (مراٰۃ المناجیح) [صحیح مسلم، كِتَابِ الطَّهَارَةِ، بَابُ وُجُوبِ غُسْلِ الْبَوْلِ وَغَيْرِهِ مِنَ النَّجَاسَاتِ، ج1، ص236، رقم:285]

[12]: حضرت معاویہ ابن حکم سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ قوم میں سے ایک شخص چھینکا میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے مجھے لوگوں نے تیز نگاہوں سے دیکھا تو میں نے کہا ہائے میری ماں کا رونا تمہیں کیا ہوا کہ مجھے دیکھتے ہو تو وہ رانوں پر ہاتھ مارنے لگے جب میں نے دیکھا کہ مجھے خاموش کر رہے ہیں تو میں بھی خاموش ہو گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو میرے ماں باپ ان پر نثار میں نے ایسا اچھا سکھانے والا مُعلم نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ خدا کی قسم نہ مجھے ڈانٹا نہ مارا نہ بُرا کہا فرمایا کہ ان نمازوں میں انسانی کلام مناسب نہیں یہ صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوتِ قرآن ہے۔۔۔ (مراٰۃ المناجیح)

[صحیح مسلم، بكِتَابُ الصَّلَاةِ، بابُ تَحْرِيمِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ، وَنَسْخِ مَا كَانَ مِنْ إِبَاحَتِهِ، ج1، ص381، رقم:537]

بُرے اخلاق: کینہ، حسد، سرکشی، بے جا غصہ، دھوکا دہی، تکبر، ریاکاری، خود پسندی، شہرت و ناموری، بخل، بدباطنی، اکڑ، حرص، فخر و تکبر، دنیا میں آگے بڑھنے کی خواہش، اور دنیا پر فخر کرنا، مداہنت، لوگوں کے لئے آرائش کرنا، جو عمل نہیں کیا اس پر بھی تعریف کی خواہش، اپنے عیوب کو نظر انداز کرنا اور مخلوق کے عیب تلاش کرنے میں لگے رہنا، غیرُ اللہ کے لئے بے جا غیرت و قومی یا نسلی حمایت کرنا، رضائے الہی کی نیت کے بغیر کوئی کام کرنا یا چھوڑ دینا، غیبت، چغلی، اِلزام تراشی، جھوٹ، فحش گوئی، لوگوں کو حقیر سمجھنا اگرچہ وہ مرتبہ میں اس سے کم ہوں ان خبیث صفات اور گھٹیا اخلاق سے مکمل طور پر بچے کیونکہ یہ ہر برائی کا دروازہ بلکہ سراپا شر ہیں۔

اس زمانے میں بعض بد باطن فقہاء ان میں سے بہت سی بُری صفات خاص طور پہ حسد، خود پسندی، ریاکاری، لوگوں کو حقیر سمجھنا میں مبتلاء ہیں مگر جسے اللہ بچائے۔

ان باطنی امراض کی دوائیں تصوف کی کتابوں میں تفصیل سے موجود ہیں تو جو اپنے آپ کو ان بری صفات سے پاک کرنا چاہے وہ ان کتابوں کا مطالعہ کرے ان میں سب سے فائدہ مند امام حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اَلرِّعَایَۃ" ہے۔[13]

حسد کی دوا: اس کے متعلق غور و فکر کرے کہ یہ تو اللہ پاک کی حکمت پر اعتراض ہے کہ اس نے محسود کو نعمت کیوں عطا کی؟ جیسے کہ عربی شاعر نے کہا:

فإن تغضبوا من قسمة الله بيننا ... فللّه إذ لم يرضكم كان أبصرا

---

[13] امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی "احیاء العلوم" (مترجم) مطبوعہ "مکتبۃ المدینہ" بھی بہت مفید ہے۔ (عمران)

اگر تم ہمارے مابین اللہ پاک کی تقسیم پر ناراض ہو تو ضرور اللہ تم سے راضی نہ ہو گا اور وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ حسد میں دل کو ایسے رنج و غم اور دُکھ میں مبتلاء کرنا بھی پایا جاتا ہے جس میں محسود کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

خود پسندی کی دوا: اس بات کو یاد کرے کہ اس کا علم، فہم، ذہانت، فصاحت اور اس کے علاوہ نعمتیں اس پر اللہ کا فضل اور امانت ہیں تاکہ ان کی کماحقہٗ رعایت کرے اور اسے یہ نعمتیں عطا کرنے والا اس بات پر قادر ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے اس سے یہ نعمتیں سلب کرلے جس طرح بلعام (بن باعورا) سے اس کا علم پلک جھپکنے جتنے وقت میں سلب کر لیا اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں **اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ** کیا اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر ہیں۔ (الاعراف:99)

ریاکاری کی دوا: یہ سوچے کہ ساری مخلوق اس کو وہ نفع پہنچانے پر قادر نہیں جس کا اللہ پاک نے اس کے لئے فیصلہ نہیں فرمایا نہ ہی مخلوق اس کو وہ نقصان پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے اس کے مقدر میں نہیں لکھا تو پھر کیوں اپنے عمل کو برباد کرتا اور اپنے دین کا نقصان کرتا اور اپنے آپ کو اس کی رعایت میں مشغول رکھتا ہے جو حقیقت میں اس کے کسی نفع نقصان کا مالک نہیں؟ حالانکہ اللہ پاک اس کی نیت اور باطنی برائی لوگوں پر ظاہر بھی کر سکتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: جو سنانا چاہے گا اللہ اسے سنا دے گا اور جو دکھانا چاہے گا اللہ اسے دکھا دے گا۔[14] [صحیح مسلم، کِتَابُ الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، بَابُ مَنْ أَشْرَكَ فِي عَمَلِهِ غَيْرَ اللهِ، ج4، ص2289، رقم:2986]

14: یعنی جو کوئی عبادات لوگوں کے دِکھلاوے سنانے کے لیے کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں یا آخرت میں اس کے عمل لوگوں میں مشہور کر دے گا مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذلت کے ساتھ کہ لوگ اس کی عمل سن کر اس پر پھٹکار ہی کریں گے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج7)

لوگوں کو حقیر جاننے کی دوا: اللہ پاک کے اس فرمان میں غور و فکر کرنا ہے۔

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ

نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں۔
(الحجرات:11)

اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (الحجرات:13)

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (۳۲) تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ (النجم:32)

کبھی جسے حقیر سمجھا جا رہا ہوتا ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں قلبی طور پر زیادہ ستھرا اور عملی لحاظ سے زیادہ پاکیزہ اور نیت کے اعتبار سے زیادہ مخلص ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے: اللہ پاک نے تین چیزوں کو تین میں پوشیدہ رکھا ہے اپنے ولی کو بندوں میں، اپنی رضا کو اطاعت میں اور اپنی ناراضی کو گناہوں میں۔

[احیاء علوم الدین، کتاب المراقبۃ والمحاسبۃ، صفۃ الشفاعۃ، ج4، ص526]

پسندیدہ اخلاق: میں توبہ پر ہمیشگی، اخلاص، یقین، تقوی، صبر، رضا، قناعت، زہد، توکل، تفویض، باطنی سلامتی، درگزر، حسنِ اخلاق، احسان کی قدر، نعمت کا شکر، مخلوق پر شفقت، اللہ پاک اور لوگوں سے حیا کرنا ہے اور اللہ پاک سے محبت جو تمام خوبیوں کی جامع صفت ہے صرف اتباعِ رسول سے حاصل ہوتی ہے۔

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ؕ اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (آل عمران:31)

دسواں ادب: نیکیوں میں اضافے کی حرص وکوشش

مسلسل جدوجہد اور اوراد و وظائف، عبادت، اپنے آپ اور دوسروں کو استقامت کے ساتھ قرآن وحدیث پڑھنے پڑھانے، مطالعہ کرنے، غور وفکر، علم یاد کرنے، تصنیف، تعلیق، تحقیق میں مصروف رکھتے ہوئے ہمیشہ نیکیوں میں اضافے کا حریص رہے۔

اپنی عمر کے اوقات میں سے تھوڑا سا وقت بھی اپنے مقصد یعنی علم وعمل کے علاوہ کسی کام میں ضائع نہ کرے مگر بقدرِ ضرورت یعنی کھانا، پینا، سونا، یا اکتاہٹ کی وجہ سے آرام کر لینا، زوجہ یا مہمان کے حقوق ادا کرنا، بقدرِ ضرورت رزق کی تلاش، اور اس کے علاوہ جن چیزوں کی ضرورت ہو، یا کوئی ایسی بیماری وغیرہ جس کے سبب دینی کاموں میں مصروف رہنا ناممکن ہو جائے تو ان کاموں میں بقدرِ ضرورت ہی وقت صرف کرے کیونکہ مومن کی بقیہ زندگی انمول ہے جس کی قیمت کوئی شے نہیں ہو سکتی اور جس کے دو دن برابر ہوں (یعنی ہر اگلے دن نیکیوں میں اضافہ نہ ہو) تو وہ نقصان میں ہے۔

اور بعض علماء تو چھوٹے موٹے مرض یا درد میں اپنی مصروفیات ترک نہیں کرتے تھے بلکہ علم کے ذریعے ہی شفا طلب کرتے تھے اور جہاں تک ممکن ہوتا علمِ دین میں مصروف رہتے تھے جیسے کسی نے کہا:

إِذَا مَرِضْنَا تَدَاوِينَا بِذِكْرِكُمُ ... وَنَتْرُكُ الذِّكْرَ أَحْيَانًا فَنَنْتَكِسُ

جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو تمہارے ذکر سے اپنا علاج کرتے ہیں اور جب کبھی تمہارا ذکر چھوڑتے ہیں تو دوبارہ بیمار ہو جاتے ہیں۔

اور وہ ایسا اس لئے کرتے کہ علم کا درجہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت کا درجہ ہے اور بلندیاں نفس کی مشقت سے ہی ملتی ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت یحیی بن ابو کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جسمانی راحت سے علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

[صحیح مسلم، كِتَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةَ، بَابُ أَوْقَاتِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، ج1، ص428، رقم:612]

اور حدیث پاک میں ہے: جنت مشقتوں سے ڈھانپ دی گئی ہے۔

[صحیح مسلم، کتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا، ج4، ص2174، رقم:2822]

جیسے کسی نے کہا:

تُرِيدِينَ إِدْرَاكَ الْمَعَالِي رَخِيصَةً ... وَلا بُدَّ دُونَ الشَّهْدِ مِنْ إِبَرِ النَّحْلِ

تم بلندیوں کو آسانی سے حاصل کرنا چاہتے ہو جبکہ شہد پانے کے لئے شہد کی مکھی کا ڈنک برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اور جیسے کسی نے کہا:

لَا تَحْسب الْمَجْدَ تَمْرًا أَنْتَ اكلُهُ ... لَا تَبْلُغ الْمَجْدَ حَتَّى تَلْعَقَ الصَّبْرَا

بزرگی کو کھجور نہ سمجھ جسے تو کھاتا ہے تُو اس وقت تک بزرگی کو نہیں پا سکتا جب تک کڑوے درخت کا رس نہ چاٹ لے۔ (یعنی مشقت برداشت نہ کر لے)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: طلبائے علمِ دین پر لازم ہے کہ وہ علم میں اضافے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں اور علم کی طلب میں آنے والی ہر پریشانی پر صبر کریں اور علم کو نص کی صورت میں پائیں یا

استنباط کر کے ہر صورت میں نیت خالص اللہ کی رضا ہو اور اس پر مدد حاصل کرنے کے لئے اللہ پاک کی بارگاہ میں رجوع کریں۔

[المجموع شرح المھذب، باب آداب المعلم، ج1، ص37]

حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے کبھی بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو تصنیفی مصروفیت کے سبب دن کے وقت کھاتے اور رات کو سوتے نہیں دیکھا۔(ایضاً)

مشقت کے باوجود اپنی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے تاکہ وہ اکتاہٹ اور ملال میں نہ پڑ جائے کیونکہ اس وجہ سے کبھی نفس ایسا متنفر ہو جاتا ہے جس کا تدارک ناممکن ہو جاتا ہے بلکہ اس بارے میں میانہ روی اختیار کرے اور اس بارے میں ہر انسان اپنے متعلق زیادہ جانتا ہے۔

گیارہواں ادب: اپنے سے کم مرتبہ سے علم سیکھنے میں عار محسوس نہ کرے

جو علم یہ نہیں جانتا اسے منصب، نسب اور عمر میں اپنے سے کم شخص سے سیکھنے میں عار محسوس نہ کرے بلکہ فائدہ حاصل کرنے کا حریص ہو جہاں سے بھی ملے کہ حکمت مومن کا گمشدہ خزانہ ہے وہ اسے جہاں ملے لے لیتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: انسان اس وقت تک عالم رہتا ہے جب تک سیکھتا رہے جب سیکھنا چھوڑ دیتا ہے اور اپنے آپ کو سیکھنے سے بے نیاز سمجھتا ہے اور جو علم اس کے پاس ہے اسی پر اکتفاء کرلیتا ہے تو وہ جاہل ہو جاتا ہے۔

[الفقیہ والمتفقہ، بَابُ ذِكْرِ شُرُوطِ مَنْ يَصْلُحُ لِلْفَتْوَى---، ج2، ص337]

کسی عربی شاعر نے کہا:

وليس الْعَمَى طُولُ السُّؤَالِ وَإِنَّمَا. تَمَامُ الْعَمَى طُولُ السُّكُوتِ عَلَى الْجَهْلِ

سوال کی طوالت جہالت نہیں بلکہ مکمل جہالت تو جہالت پر طویل خاموشی ہے۔

سلف صالحین کی ایک جماعت اپنے طلبہ سے وہ علم حاصل کرتی رہی جو ان کے پاس نہیں تھا۔

امام حُمَیدی رحمۃ اللہ علیہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں نے فرمایا: میں مکہ مکرمہ سے مصر تک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا تو میں ان سے مسائل سیکھتا رہا اور وہ مجھ سے احادیث سنتے رہے۔

[مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما يؤثر عن الشافعي رحمه الله في فضل العلم--، ج2، ص153]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ہم سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم مجھ سے زیادہ حدیث جانتے ہو تو جب تمہارے نزدیک کسی حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے تو مجھے بیان کر دینا تاکہ میں اسے دلیل بنا سکوں۔ (ایضاً)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت کا تابعین علیہم الرحمۃ سے حدیث روایت کرنا ثابت ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو تلاوت سنائی اور ارشاد فرمایا: مجھے اللہ پاک نے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی تلاوت سناؤں۔

[صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، بابُ مَنَاقِبِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ج5، ص36، رقم: 3809]

علماء کرام نے فرمایا: اس حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ فاضل مفضول سے علم حاصل کرنے سے نہ رُکے۔

بارہواں ادب: تصنیف و تالیف اور علمی کاموں میں مصروف رہے

تصنیف و تالیف اور جمعِ علم میں مصروف رہے مگر کامل اہلیت اور کامل علم کے ہوتے ہوئے یہ کام کرے۔ کیونکہ اس کام کے لئے اِسے کثرت سے (مسائل و کتابوں) کی چھان بین، تلاش، مطالعہ، اور اصل کتابوں کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پڑے گی تو تصنیف و تالیف کا کام اسے فنون کے حقائق اور علوم کی باریکیوں سے آگاہ کرے گا۔ جیسا کی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے (تصنیف کے متعلق) فرمایا: تصنیف حفظ کو برقرار رکھتی، قلب کو تیز کرتی، طبیعت کو جِلا دیتی، بیان کو عمدہ کرتی، ذکرِ جمیل اور اجرِ عظیم کا ذریعہ بنتی، اور اس کا نام آخر زمانے تک باقی رکھتی ہے۔

بہتر یہ ہے کہ تصنیف و تالیف میں اس موضوع کو اختیار کرے جس کا نفع زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہو اور جس کی حاجت بھی زیادہ ہو اور اس بات کا بھی اہتمام کرے کہ اس موضوع پر پہلے کوئی تصنیف نہ ہو۔

بھرپور کوشش کرے کہ عبارت آسان وواضح ہو ملال میں ڈالنے والی طوالت سے پرہیز کرے اور ایسے اختصار سے بھی بچے جس سے بات سمجھنا ہی مشکل ہو جائے اور ہر تصنیف کے لائق جو باتیں ہوں وہی تحریر کرے اور اپنی تصنیف کو کانٹ چھانٹ، نظرِ ثانی (پروف ریڈنگ) اور ترتیب دینے سے پہلے اپنے ہاتھ سے نہ نکالے (یعنی شائع نہ کرے)۔

اس زمانے میں کچھ لوگ ایسے شخص کے لئے بھی تصنیف و تالیف کرنے کے منکر ہیں جس کی اہلیت ظاہر اور معرفت مشہور ہے ہم عصروں کے اس انکار کی حسد کے سوا کوئی وجہ نہیں کیونکہ جب ایک شخص اپنی روشنائی سے صفحات پر جائز اشعار اور حکایات وغیرہ لکھے تو اس پر انکار نہیں کیا جا سکتا تو پھر

اس پر کیوں انکار کیا جاتا ہے اور اسے کیوں بُرا جانا جاتا ہے جو فائدہ مند باتیں یعنی علومِ شرعیہ تحریر کرتا ہے؟

بہر حال جو اس کام کا اہل نہیں اس پر انکار و اعتراض درست ہے کہ اس کی تصنیف جہالت پر مشتمل ہو گی اور جو اسے پڑھے گا اسے بھی ہلاکت میں ڈالے گی اور اس کام میں اپنا وقت ضائع کرے گا جس میں خود اسے مہارت نہیں اوراس کام میں مہارت حاصل کرنا بھی چھوڑے گا حالانکہ تصنیف سے زیادہ اسے اس علم میں مہارت حاصل کرنے کی ضرورت تھی۔

دوسری فصل
تدریس کے آداب

اس میں بارہ قسم کے آداب ہیں۔

پہلا ادب: اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ باوضو تدریس کرے

جب تدریس کے لئے جانے لگے تو وضو یا غسل کر کے طہارت حاصل کر لے اور پاک صاف ہو کر خوشبو لگائے ایسا بہترین لباس پہنے جو اُس دَور کے لوگوں کے مابین اس کے شایانِ شان ہو اور ان باتوں میں علمِ دین اور شریعت کی تعظیم کی نیت کرے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب لوگ حدیث سیکھنے آتے تو آپ غسل کرتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے اور چادر سر پر رکھ کر پھر تخت پر تشریف فرما ہوتے اور مجلس کے اختتام تک عود کی خوشبو سُلگتی رہتی تھی اور فرمایا کرتے مجھے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم محبوب ہے۔

[الشفا بتعریف حقوق المصطفی، الفصل الرابع تعظیم السّلف لروایۃ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ، ج2، ص100]

پھر اگر مکروہ وقت نہ ہو تو تدریس سے پہلے دو رکعت نمازِ استخارہ ادا کرے اور علم پھیلانے، سکھانے، شریعت کے فوائد عام کرنے، اللہ پاک کے

احکام جس پر اسے امین بنایا گیا یا جن کو بیان کرنے کا حکم دیا گیا ان کی تبلیغ کرنے، علم میں اضافہ، درست بات کا اظہار اور حق بات کی طرف رجوع کرنے، ذِکرُ اللہ کے لئے جمع ہونے، مسلمانوں کو سلام کرنے، اور سلف صالحین کے لئے دعا کرنے کی نیتیں کرے۔

دوسرا ادب: تدریس کے لئے گھر سے نکلتے وقت کی دعا و اذکار پڑھے

جب گھر سے نکلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صحیح حدیث میں وارد یہ دعا پڑھ لے۔ اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ بھکوں یا بہکایا جاؤں یا ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں جہالت کروں یا مجھ پر جہالت کی جائے تیری پناہ غالب ہے، تیری ثنا عظیمُ الشَّان ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں

[سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا خرج من بيت، ج 7، ص 424، رقم:5094]

نوٹ: عَزَّ جَارُكَ وَ جَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ کے الفاظ ترمذی شریف میں مذکور ایک اور دعا کے الفاظ ہیں جو مصنف علیہ الرحمہ نے ملا کر لکھ دئے ہیں۔

[سنن الترمذي، أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج 5، ص 539، رقم:3523]

پھر یہ پڑھے۔ بِسْمِ اللهِ وبِاللهِ حَسْبِيَ اللهُ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ جَنَانِيْ، وأَدِرْ اَلْحَقَّ عَلٰى لِسَانِيْ اللہ کے نام اور اس کی مدد سے وہ مجھے کافی ہے میں نے اللہ پر بھروسہ کیا بلندی وعظمت والے اللہ کے بغیر نہ (گناہ سے بچنے کی) طاقت ہے نہ (نیکی کرنے کی) قوت اے اللہ! میرے دل کو قائم رکھ اور میری زبان پر حق جاری فرما۔

[بِاسْمِ الله، توكلتُ على اللهِ، لا حولَ ولا قوةَ إلا بالله یہ الفاظ سنن أبي داود، باب ما يقول إذا خرج من بيته، ج 7، ص 425 میں موجود ہیں بقیہ بعینہ دعا کے مذکورہ الفاظ نہیں مل سکے]

تدریس کی مجلس میں جاتے ہوئے ذِکرُ اللہ کرتا رہے اور وہاں پہنچ کر حاضرین کو سلام کرے اور اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھے اور اگر

مجلسِ علم مسجد میں ہو پھر تو مطلقاً ان نوافل (یعنی تحیۃُ المسجد) کی تاکید ہے، پھر اللہ پاک سے توفیق و مدد طلب کرے اور خطا سے حفاظت کی دعا مانگے، ممکن ہو تو قبلہ رو اور اطمینان و وقار اور عاجزی و خشوع کے ساتھ چار زانو یا کسی بھی ایسے طریقے سے بیٹھے جو مکروہ نہ ہو۔

اس طرح نہ بیٹھے:

1: گھٹنے کھڑے ہوں اور سُرین اور ہاتھ زمین پر رکھے ہوں۔

2: گھٹنے زمین پر ہوں اور سرین اٹھی ہو جیسے ابھی کھڑا ہونے لگا ہے۔

3: ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر۔

4: بلا عذر دونوں یا ایک ٹانگ پھیلا کر۔

5: ہاتھ ایک طرف یا پیٹھ کے پیچھے کی طرف کر کے زمین پر ٹیک لگا کر۔

بدن کو اپنی جگہ سے سِرکانے اور نقل و حرکت سے بچائے اور ہاتھوں کو فضول حرکت دینے، انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے اور بلا حاجت اِدھر اُدھر دیکھنے سے بچے۔

مذاق اور زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرے کہ اس سے ہیبت کم ہوتی اور وقار ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: جو مذاق کرتا ہے حقیر سمجھا جاتا ہے اور انسان جو کام زیادہ کرتا ہے اسی سے پہچانا جاتا ہے۔

بھوک، پیاس، غم، غصہ، نیند اور بے چینی کے وقت اور تکلیف دہ سردی اور سخت گرمی کی حالت میں بھی تدریس نہ کرے کہ اس حالت میں

جواب یا فتوی دینے میں غلطی کا اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ ان کیفیات میں مکمل غور و فکر نہ کر سکے گا۔

تیسرا ادب: طلبہ کا حسبِ مراتب اکرام کرے

ایسی جگہ بیٹھے جہاں سے تمام حاضرین کو نظر آسکے اور جو علم، عمر، نیکی، اور شرف میں بڑے ہوں ان کا اکرام کرے اور امامت کے زیادہ حق دار ہونے کے اعتبار سے ان کو عزت دیتے ہوئے آگے بٹھائے، بقیہ حاضرین پر بھی شفقت کرے اچھے طریقے سے سلام کرے، اور کھلے چہرے اور مزید اکرام سے ان کو بھی عزت دے اور دورانِ درس اکابرینِ اسلام کی آمد پر ان کے لئے تعظیماً کھڑے ہونے میں کوئی کراہت نہیں کہ علماء اور طلبہ کا اکرام کرنے کے متعلق کثیر نصوص وارد ہیں۔

حسبِ ضرورت قصداً حاضرین کی طرف متوجہ ہوتا رہے اور جو اِس سے بات یا سوال کرے یا علمی بحث کر رہا ہو اُس کی طرف بالخصوص مزید توجہ کرے اگرچہ کم عمر یا کم مرتبہ ہی ہو کہ ایسا نہ کرنا متکبرین کا طریقہ ہے۔

چوتھا ادب: تدریس کی ابتداء تلاوت، حمد و صلوٰۃ اور دعا سے کرے

تدریس یا علمی گفتگو سے قبل عرف و عادت کے مطابق برکت کے لئے کچھ نہ کچھ تلاوتِ قرآن کرے اور اگر کسی مدرسے میں تدریس سے قبل تلاوت کی شرط ہو تو پھر اس شرط کی اتباع ضرور کرے۔

تلاوت کے بعد اپنے، حاضرین اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے پھر تعوذ و تسمیہ پڑھ کر اللہ پاک کی حمد کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل واصحاب پر درود پڑھے اور ائمۃُ المسلمین و بزرگانِ دین کے لئے رضی اللہ عنہم کہے اور پہلے اپنے لئے پھر حاضرین اور ان سب کے والدین کے لئے دعا

کرے مدرسے یا وقف کی جگہ تدریس کر رہا ہو تو اُس کے واقف کے اِس اچھے کام پر جزائے خیر اور جس مقصد کے لئے اس نے جگہ وقف کی ہے اس کے پورا ہونے کی دعا مانگے۔ بعض علماء ادب اور عاجزی کرتے ہوئے حاضرین کے بعد اپنے لیے دعا مانگتے تھے لیکن اپنے لیے دعا مانگنا نیکی ہے اور یہ نیکی کا محتاج ہے تو نیکیاں جن کا آدمی محتاج ہے ان کا ایثار شرعاً خلافِ مشروع ہے اس کی تائید اللہ پاک کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے۔ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا**۔ اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔ (التحریم:06)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِبْدَاْ بِنَفْسِكَ ثُمَّ بِمَنْ تَعُوْلُ [15] پہلے خود پر پھر اہل وعیال پر خرچ کرو۔

یہ حدیث اگرچہ مال خرچ کرنے کے متعلق ہے مگر محققین اسے امورِ آخرت میں بطورِ دلیل ذکر کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دونوں طریقے بہتر ہیں پہلے پر بھی ایک جماعت نے عمل کیا اور دوسرے پر بھی۔ [16]

---

15 ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ "التلخیص الجبیر" میں فرماتے ہیں: حَدِيثُ "ابْدَأْ بِنَفْسِک ثُمَّ بِمَنْ تَعُولُ" لَمْ أَرَهُ هَكَذَا بَلْ فِي الصَّحِيحَيْنِ " یعنی یہ حدیث پاک ان الفاظ کے ساتھ تو نہیں مل سکی البتہ بخاری اور مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ احادیث موجود ہیں مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ "أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنْ الْيَدِ السُّفْلَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ" وَلِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ فِي قِصَّةِ الْمُدَبَّرِ فِي بَعْضِ الطُّرُقِ "ابْدَأْ بِنَفْسِک فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِک۔۔۔
[التلخيص الحبير، كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابُ زَكَاةِ الْفِطْرِ، ج2، ص400]

16 اقول: ظاہراً یہ ایثار مقامِ خواص ہے اور عوام کو تقدیمِ نفس (پہلے اپنے لئے دعا مانگنا) ہی مناسب۔ ولہٰذا شارع صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ عام کے لیے تشریع فرماتے، اکثر یہی منقول بلکہ فقیر کے خیال میں نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا میں اپنے نفس اقدس کو اوروں سے مؤخر (یعنی پیچھے) رکھنا ثابت ہو۔ ہاں دعا لِلغیر پر اقتصار بارہا ہوا ہے (ہاں! کئی مرتبہ

پانچواں ادب: تدریس میں اسباق کی ترتیب و بعض اہم امور

جب متعدد علوم میں تدریس کرنی ہو تو اشرف و اہم کو مقدم کرے لہذا پہلے تفسیرِ قرآن پڑھائے پھر حدیث شریف پھر عقائد پھر اصولِ فقہ پھر فقہ پھر اختلافِ ائمہ پھر نحو یا علمِ مناظرہ۔

بعض زاہد علماء تمام اسباق کے بعد الرقائق (دلوں کو نرم کرنے والی احادیث) پڑھاتے تھے تاکہ حاضرین کو باطن کی صفائی، نصیحت، رقتِ قلبی، زُہد اور صبر جیسی چیزیں نصیب ہوں۔

اگر مدرسے میں واقف کی طرف سے تدریس میں کوئی شرط ہو تو اس کی اتباع کی جائے اور جس کام کے لئے وہ عمارت بنائی اور وقف کی گئ اس میں اہم کو مقدم کرنے والے قاعدے پر عمل نہ کرے۔

جہاں سبق مِلا کر پڑھانا ہو وہاں مِلا کر اکٹھا پڑھائے اور وقف کے مقام پر یا جہاں بات مکمل ہو گئ ہو وہاں تک سبق پڑھائے ایسا نہ کرے کہ دِین میں شبہ ڈالنے والی کوئی بات و اعتراض ایک درس (لیکچر) میں ذکر کرے اور اس کا جواب دوسرے درس تک مؤخر کر دے بلکہ یا تو شبہ و جواب دونوں ایک درس میں ذکر کرے یا دونوں کو ذکر نہ کرے اور جواب کو کسی ایسی کتاب کے درس سے بھی مقید نہ کرے کہ جس کے سبب جواب میں تاخیر ہو جائے کیونکہ اس میں فساد کا اندیشہ ہے خاص طور پہ جب عوام و خواص سب درس میں شریک ہوں۔

ایسا ہوا کہ صرف دوسرے کیلئے ہی دعا فرمائی ہے) اور حدیث صحیح: ((ابدأ بنفسک ثم بمن تعول)) سے بھی اس معنیٰ پر استدلال کر سکتے ہیں۔ شرع مُطہَّر میں حقِ نفس، حقِ غیر پر بے شک مقدم۔ واللہ سبحانه وتعالى أعلم
(حاشیہ اعلی حضرت علی احسن الوعاء لآداب الدعا، ص93، مکتبۃ المدینہ)

درس اتنا طویل نہ ہو کہ باعثِ ملال ہو اور اتنا مختصر بھی نہ ہو کہ مقصود میں ہی خلل واقع ہو جائے بلکہ اس میں حاضرین کی مَصلحت کی رعایت کرے ہر بات اس کے محل اور ہر فائدہ اس کے مقام پر ہی بیان کرے اور اُسے وقت سے نہ مقدم کرے نہ مؤخر مگر جب کے کسی مصلحت کا تقاضا ہو یا کوئی وجہِ ترجیح موجود ہو۔

چھٹا ادب: دورانِ تدریس آواز قدرِ حاجت بلند ہو

آواز حاجت سے زیادہ بلند نہ کرے اور نہ اس قدر آہستہ رکھے کہ گفتگو کا مکمل فائدہ ہی حاصل نہ ہو۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع" میں نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک آہستہ آواز کو پسند فرماتا اور بلند آواز کو ناپسند فرماتا ہے۔ [الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،اسْتِحْبَابُ خَفْضِ صَوْتِهِ،ج 1،ص 412]

حضرت ابو عثمان محمد بن شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والدِ محترم کو دورانِ مناظرہ کبھی آواز بلند کرتے نہیں دیکھا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یعنی یہاں عادت سے زیادہ بلند آواز مراد ہے۔ واللہ اعلم

[مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما جاء في حسن مناظرة الشافعي رحمه الله،ج 1،ص 217]

بہتر یہ ہے کہ آواز مجلس سے تجاوز نہ کرے اور نہ ایسی کم ہو کہ حاضرین سننے سے قاصر ہوں اگر وہاں کوئی اونچا سننے والا بھی موجود ہو تو پھر آواز اتنی بلند کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ سن سکے کہ اس کی فضیلت میں تو حدیث وارد ہے۔[17]

---

[17] عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِسْمَاعُ الْأَصَمِّ صَدَقَةٌ» یعنی بہرے کو سنانا صدقہ ہے۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب البغدادي، اسْتِحْبَابُ خَفْضِ صَوْتِهِ،ج 1،ص 413]

تیز تیز نہیں بلکہ ترتیب سے ٹھہر ٹھہر کر اور تحمل مزاجی سے کلام کرے تاکہ یہ خود بھی اور سننے والا بھی اس میں غور و فکر کر سکیں کہ مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک کلام ایسا جُدا جُدا ہوتا تھا کہ سننے والا سمجھ جاتا تھا اور جب کوئی اہم بات فرماتے تو تین بار دوہرایا کرتے تاکہ بات خوب سمجھ آ جائے۔ [صحيح البخاري، بَابُ مَنْ أَعَادَ الحَدِيثَ ثَلَاثًا لِيُفْهَمَ عَنْهُ،ج1،ص30،رقم:95]

جب کوئی مسئلہ یا فصل مکمل بیان کر لے تو تھوڑی دیر خاموش ہو جائے تاکہ کسی نے اس کے متعلق پوچھنا ہو تو پوچھ سکے کیونکہ عنقریب ہم ذکر کریں گے کہ عالم کی بات کاٹنی نہیں چاہیئے تو اگر مُدرس اتنی دیر بھی خاموش نہ ہو گا تو یہ فائدہ فوت ہو جائے گا۔

ساتواں ادب: اہلِ مجلس کو آپس میں گفتگو کرنے، جھگڑنے اور شوروغل کرنے سے بچائے

اہلِ مجلس کو آپس میں گفتگو کرنے، شور و غل اور موضوع سے ہٹ کر مختلف قسم کی ابحاث چھیڑنے سے بچائے کہ آپس میں گفتگو کرنے سے سبق سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔

حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی کسی مسئلے میں مناظرہ کرتا اور اور موضوع سے ہٹ کر کسی اور مسئلے پر گفتگو کرتا تو آپ فرماتے پہلے ہم اس مسئلے سے فارغ ہو جائیں پھر جو آپ چاہتے ہیں اس پر بھی گفتگو کر لیں گے۔

[مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما جاء في حسن مناظرة الشافعي، رحمه الله---،ج1،ص197]

بحث مباحثے کے پھیلاؤ اور لوگوں کے اس میں پڑنے سے پہلے ہی ابتداءً نرمی سے منع کر دے اور حاضرین کو جھگڑے کی مذمت کے متعلق روایات سنا کر نصیحت کرے خاص طور پر جب ظہورِ حق کے بعد جھگڑیں تو انہیں

سمجھائے کہ یہاں جمع ہونے کا مقصد حق کا ظہور، دل کی صفائی اور فائدہ حاصل کرنا ہے، مقابلہ بازی و بغض و عداوت اہلِ علم کے شایانِ شان نہیں کیونکہ یہ دشمنی و عداوت کا سبب ہیں بلکہ ہمارے یہاں جمع ہونے کا مقصد خالص اللہ پاک کی رضا ہونا چاہئیے تاکہ دنیا میں بھی فائدہ ہو اور آخرت میں بھی کامیابی ملے۔

انھیں اللہ پاک کا یہ فرمان یاد دلائے۔ **لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (۸)** کہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا پڑے بُرا مانیں مجرم۔ (الانفال:8)

بلاشبہ یہ آیت سمجھاتی ہے کہ حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کی کوشش کرنا مجرم بنانے والی صفت ہے جس سے بچنا چاہیئے۔

آٹھواں ادب: بے ادب اور حد سے بڑھنے والے کو سختی سے منع کرے

جو بحث کرنے میں حد سے بڑھے، ناحق جھگڑے، بد اخلاقی کا مظاہرہ کرے، حق ظاہر ہونے کے بعد انصاف کو ترک کرے، بلافائدہ شور مچائے، حاضرین یا غائبین کی بے ادبی کرے، اپنے سے بہتر پر بڑائی ظاہر کرے، سو جائے، یا دوسروں سے باتیں کرے، ہنسے، حاضرین میں سے کسی کا مذاق اُڑائے، ایسی حرکت کرے جو طالبِ علم کے آداب کے خلاف ہو جس کی تفصیل عنقریب آگے آئے گی ان شاءاللہ، تو اسے سختی سے منع کیا جائے بشرطیکہ ڈانٹ سے مزید خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

مجلس کا ایک نگران مقرر ہونا چاہیئے جو ذہین، ہوشیار اور تجربہ کار ہو اور حاضرین اور مزید آنے والوں کو ان کی قدر و منزلت کے اعتبار سے ترتیب وار بیٹھائے، سوتے کو جگائے، کرنے والا کام ترک کرنے والے یا نہ کرنے والا

کام کرنے والے کی طرف اشارہ کردے، درس غور سے سننے اور خاموش رہنے کا کہے۔

نواں ادب: سائل کا سوال غور سے سُنے اور جواب معلوم نہ ہو تو "مجھے نہیں معلوم" کہنے میں شرم محسوس نہ کرے

بحث و خطاب میں انصاف کا دامن تھامے رکھے اشکال وارد کرنے والے کا سوال مکمل توجہ سے سنے اگرچہ سائل کم عمر ہی ہو سوال کو معمولی سمجھتے ہوئے سننے سے بے توجہی نہ برتے کہ فائدے سے محروم کر دیا جائے گا۔ اگر سائل حیا یا کم علمی کی وجہ سے اپنا سوال و اشکال کماحقہٗ وارد یا تحریر نہ کر سکے مگر یہ اس کے مطلب پر مُطلع ہو جائے تو خود ہی اس کی مراد کو اچھے انداز میں تعبیر کر دے اور وہ اشکال ذہن میں پیدا ہونے کی وجہ بیان کرے اور پھر اگر کسی نے اس کا رد کیا ہو تو وہ بیان کرکے اس کے بعد اس کے نزدیک جو جواب ہو وہ بتا دے یا معلوم نہ ہونے کی صورت میں کسی سے پوچھ کر جواب دے اور غور و فکر کرکے تھوڑا توقف کرکے جواب دے۔

جب ایسا مسئلہ پوچھا جائے جس کا اسے علم نہ ہو تو "لَا اَعْلَمُ" یا" لا اَدْرِیْ" کہہ دے یعنی مجھے نہیں معلوم کہ یہ کہنا بھی علم ہے اور بعض بزرگوں (امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ) کا فرمان ہے "لا اَدْرِیْ" کہنا نصف علم ہے۔

[المدخل إلى السنن الكبرى، بَابُ التَّوَقِّي عَنِ الْفُتْيَا وَالتَّثَبُّتِ فِيهَا، ص435، رقم:810]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب عالم "لَا اَدْرِیْ" کہنا چھوڑ دیتا ہے تو ایسا ہوتا ہے گویا اسے اس عضو پر تیر لگ چکا ہے جس کے بعد موت یقینی ہے۔　[جامع بيان العلم وفضله، بَابُ مَا يَلْزَمُ الْعَالِمَ إِذَا سُئِلَ۔۔، ج2، ص839، رقم:1580]

محمد بن عبد الحکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مُتعہ کے متعلق دریافت کیا کہ اس میں طلاق، میراث اور نفقہ یا گواہی واقع ہو گی؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں۔

[مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما يؤثر عن الشافعي، رحمه الله، في فضل العلم والترغيب۔۔، ج2، ص152]

خوب جان لو "لا ادری" کہنے سے عزت کم نہیں ہوتی جیسا کہ بعض جاہلوں کا گمان ہے بلکہ اس سے عزت بڑھتی ہے کیونکہ یہ اس کے بلند مرتبہ اور دین میں قوی ہونے، اپنے رب سے ڈرنے، قلبی طہارت، کمال معرفت، اور اچھا مُحقِّق ہونے کی دلیل ہے اور یہ باتیں اسلاف کی ایک جماعت سے ہم تک روایت کی گئی ہیں۔

"لا ادری" کہنے میں عار وہی محسوس کرتا ہے جو دیانت داری میں کمزور ہو اور جس کی معرفت کم ہو کیونکہ اسے لوگوں کی نظروں سے گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ اس کی جہالت اور دین کی کمزوری ہے لیکن جب کبھی اس کی غلطی لوگوں میں مشہور ہو جاتی ہے تو پھر وہ جس شے سے بھاگ رہا ہوتا ہے اسی میں جا گرتا ہے اور جس بات سے بچ رہا ہوتا ہے اسی سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اللہ پاک نے علماء کو حضرت موسی اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ سے ادب سکھایا ہے جب موسی علیہ السلام سے سُوال ہوا کہ زمین میں آپ سے بڑھ کر بھی کوئی عالم موجود ہے؟ تو آپ نے اس کا جواب اللہ پاک کی طرف نہیں لوٹایا۔[18] (یعنی یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے)

18: فَقَالَ أُبَيٌّ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوسَى لَا، فَأَوْحَى اللهُ إِلَى مُوسَى بَلْ عَبْدُنَا الْخَضِرُ قَالَ: فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَى لُقِيِّهِ یعنی حضرت موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کے سرداروں میں تشریف فرما تھے

دسواں ادب: اجنبی شخص سے حسنِ سلوک اور طلبہ کے مصالح کی رعایت

عالم کے پاس کوئی اجنبی آ جائے تو اس سے محبت سے پیش آئے اور اس سے کشادہ پیشانی ملے تا کہ اس کا سینہ سوال کرنے کے لئے کشادہ ہو کیونکہ نئے آنے والے پر رُعب طاری ہوتا ہے اور اسے اجنبی سمجھتے ہوئے اس کی طرف زیادہ متوجہ نہ ہو اور نہ اس کی طرف بار بار دیکھے کہ اس سے اُسے ایک طرح کی شرمندگی محسوس ہو گی۔

جب کوئی صاحبِ فضل اس وقت مجلس میں آئے جب مسئلہ بیان کرنا شروع کر دیا ہو تو ان کے بیٹھنے تک رُک جائے اور اگر اس وقت کسی مسئلہ کے متعلق بحث چل رہی ہو تو ان کے لئے اس کو دُوہرا دے یا صرف مقصودی بات کو دوہرا دے۔

جب کوئی فقیہ اس وقت مجلس میں آئے کہ درس سے فارغ ہونے اور حاضرین کے کھڑے ہونے میں اتنا ہی وقت رہ گیا ہو جتنے میں فقیہ مجلس تک پہنچے گا تو ابھی بقیہ درس مؤخر کر دے اور فقیہ کے بیٹھنے تک کوئی اور گفتگو کر لے پھر اس کے بعد دوبارہ اسی درس کو دُوہرا دے یا بقیہ درس مکمل کر دے تا کہ (تاخیر سے) آنے والے کو اس وجہ سے شرمندگی نہ ہو کہ جب یہ درس میں بیٹھے اس وقت سب درس سے فارغ ہو کر کھڑے ہو رہے ہوں۔

کہ ایک شخص آیا اور موسی علیہ السلام سے عرض کی کیا آپ اپنے سے زیادہ علم والے کسی شخص کو جانتے ہیں؟ تو موسی علیہ السلام نے فرمایا: "نہیں" تو اللہ پاک نے موسی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے پھر موسی علیہ السلام نے اُن سے ملاقات کا رستہ پوچھا۔ [صحیح مسلم، کتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ مِنْ فَضَائِلِ الْخَضِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ج4، ص1853، رقم: 2380]

تدریس کے وقت کو مقدم یا مؤخر کرنے میں طلبہ کی مصلحت کی رعایت کرنی چاہیئے جبکہ مدرس کو کوئی ضرورت یا پریشانی نہ ہو۔

بعض اکابر علماء نے فتویٰ دیا کہ اگر مدرس مدرسے میں طلوعِ شمس سے پہلے یا ظہر کے بعد تدریس کرے گا تو وظیفے کا مستحق نہ ہو گا کیونکہ ایسا کرنا عُرف کے خلاف ہے مگر جب کہ واقف کی شرط اس کا تقاضا کرتی ہو۔

گیارہوں ادب: درس کے اختتام کا انداز

عادت تو اس طرح جاری ہے کہ مُدرس ہر درس کے اختتام پر "واللہ اعلم" کہتا ہے اسی طرح مفتی فتوی کے آخر میں تحریر کرتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی ایسا کلام کیا جائے جس سے درس کے اختتام کی طرف اشارہ ہو جائے جیسے کہہ دے کہ یہ درس کا آخری مسئلہ ہے یا اس کے بعد کا مسئلہ آئندہ درس میں آئے گا ان شاءاللہ یا اس کے مثل کوئی اور کلام کر دے تاکہ "وَاللہ اَعْلَمُ" کہنا خالص ذکرُ اللہ کی نیت سے ہو اور اس کے معنی پر توجہ بھی ہو اسی لئے ہر درس کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرے تاکہ درس کے اول و آخر اللہ پاک کا ذکر کرنے والا ہو جائے۔

مدرس کو چاہیئے کہ اختتام کے وقت حاضرین کے کھڑے ہونے کے بعد تھوڑی دیر اپنی جگہ ٹھرا رہے اس میں اس کے اور طلباء کے لئے فوائد و آداب ہیں جیسے

(1) طلبہ سے ٹکرانے و دھکا لگنے سے بچاؤ۔

(2) کسی کے ذہن میں کوئی سوال رہ گیا ہو اتو وہ پوچھ لے گا۔

(3) اگر سواری پر جانا ہے تو طلبہ کے سامنے سوار نہ ہونا وغیرہ

جب مجلس سے کھڑا ہونے لگے تو حدیث شریف میں وارد یہ دعا پڑھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ،لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ

ترجمہ: تیری ذات پاک ہے اے اللہ !اور تیرے ہی لیے تمام خوبیاں ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔

[سنن أبي داود، أول كتاب الأدب، باب في كفَّارة المجلس، 223/7، رقم:4857]

بارہواں ادب: تدریس کی اہلیت ہو تو ہی تدریس کرے

جب تک تدریس کا اہل نہ ہو تدریس نہ کرے اور جس علم کے متعلق جانتا نہ ہو اس کی تدریس بھی نہ کرے چاہے واقف نے اس کی شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو کیونکہ ایسا کرنا دین سے کھیلنا اور لوگوں میں اپنی تذلیل کروانا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چیز عطا نہیں کی گئی اس کا لبادہ اوڑھنے والا جھوٹے کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔[19]

[صحيح البخاري، كِتَابُ النِّكَاحِ، باب المُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يَنَلْ۔۔۔، ج7، ص35، رقم:5219]

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: جو وقت سے پہلے صدر مقام پر بیٹھنا چاہے وہ اپنی ذلت کے درپے ہوا۔

[سير أعلام النبلاء، الصُّعْلُوْكِيُّ، ج13، ص21، مگر سیر اعلام النبلاء اور دیگر کتب میں بھی یہ قول امام ابو طیب رحمہ اللہ سے منقول ہے۔]

عقلمند ہے وہ شخص جو اپنے آپ کو اس مَنصب کے لیے پیش کرنے سے بچائے جس میں اسے ناقص شمار کیا جائے یا اسے قبول کرنے سے ظالم قرار پائے یا اس پر جمے رہنے سے فاسق کہلائے، مدرس اگر واقف کی شرط پر پورا نہیں اُترتا یا عرف کے مطابق تدریس کا اہل ہی نہیں تو ناحق اس منصب کو

---

19 : یعنی جیسے کوئی شخص امانت یا عاریت کے اعلیٰ کپڑے پہن کر پھرے لوگ سمجھیں کہ یہ اس کے اپنے کپڑے ہیں، پھر بعد میں حال کھلنے میں بدنامی بھی ہو گناہ بھی ایسے یہ بھی ہے یا جیسے کوئی فاسق وفاجر متقی کا لباس پہن کر صوفی بنا پھرے پھر حال کھلنے پر رسوا ہو۔ (مرآۃ المناجیح)

حاصل کر کے اس پر قائم رہنے سے فاسق ہو جائے گا اور اگر بالفرض واقف نے شرط لگائی تھی کہ مدرس عامی یا جاہل شخص ہو تو اس کا یہ شرط لگانا ہی شرعاً صحیح نہیں اور اگر کسی مخصوص ناقص مدرس کے وظیفے کی شرط لگائی تو اگرچہ فسق کا نام اور گناہ کا خطرہ تو ساقط ہو جائے مگر اس کی تنقیص اور مذاق اُڑایا جانا اب بھی باقی رہے گا اور اس پر کوئی بھی عقلمند راضی نہیں ہو گا اور جس واقف نے یہ شرط لگائی اس کا ارادہ بھی وقف کے لئے فائدہ مند ظاہر نہیں ہو رہا اور اس کا وقف ایسی شرائط سے ضائع ہی ہو گا اور اس کا کم سے کم نقصان یہ ہو گا کہ وقف کی عمارت میں موجود حاضرین انصاف نہ پا سکیں گے کیونکہ وہ ایسے شخص کو نہیں پائیں گے جس کی طرف اختلاف کے وقت رجوع کیا جا سکے کیونکہ واقف کو درستی اور خطا پر ہونے والے کی پہچان ہی نہیں کہ کسی ایک کی تائید کر سکے اور دوسرے کو زجر کرے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی گئ مسجد میں ایک حلقہ لگا ہوا ہے جو فقہ میں غور و فکر کر رہے ہیں تو آپ نے استفسار فرمایا: کیا ان کا کوئی استاد بھی ہے؟ لوگوں نے عرض کی نہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: وہ کبھی بھی فقہ نہیں سیکھ سکتے۔ [الفقیہ والمتفقہ، بَابٌ فِي فَضْلِ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاء، ج2، ص163]

بغیر صلاحیت تدریس کرنے والے کے متعلق کسی نے کہا:

تصدر للتدريس كل مهوس　　جهول يسمى بالفقيه المدرس

فحق لأهل العلم أن يتمثلوا　　ببيت قديم شاع في كل مجلس

لقد هزلت حتى بدا من هزالها　　كلاها وحتى سامها كل مفلس

یعنی ہر کم عقل بڑے جاہل نے تدریس کے منصب پر بیٹھ کر اپنا نام فقیہ و مدرس رکھ لیا ہے لہذا اہلِ علم کا حق ہے کہ وہ ہر مجلس میں اس پرانے مشہور شعر سے

مثال دیں: تحقیق وہ (بکری) کمزور ہو گئی یہاں تک کے کمزوری کے سبب اس کی ہڈیاں ظاہر ہو گئی ہیں اور اب ہر مُفلس اس کی قیمت لگا رہا ہے۔

تیسری فصل

عالم کے اپنے طلبہ کے ساتھ مطلقاً اور مجلسِ علم کے آداب

اس فصل میں چودہ قسم کے آداب ہیں۔

پہلا ادب: طلبہ کو علم سکھانے میں اچھی نیتیں کرے

طلبہ کو علم و تہذیب سکھانے میں اللہ پاک کی رضا، علم پھیلانے، شریعت کے اِحیاء، ظہورِ حق کے دوام، باطل کو مٹانے، علماء کی کثرت سے بہترین امت کی بقا، اور ان کے ذریعے اور ان کے بعد جن تک اس کا علم پہنچے گا ان کے سبب ثواب کمانے، ان کی دعاؤں اور رحمہ اللہ کہنے کی برکت حاصل کرنے، ان طلبہ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین سلسلۂ علم میں داخل ہونے، وحیِ الہٰی اور اس کے احکام کے مبلغین میں اپنا نام درج کروانے کی نیتیں کرے بلاشبہ علمِ دین سکھانا اہم ترین امورِ دین اور مومنین کے اعلیٰ درجات سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں بھلائی سکھانے والے پر درود بھیجتے ہیں۔

[سنن الترمذي ، أَبْوَابُ الْعِلْمِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الفِقْهِ عَلَى العِبَادَةِ ،مختصراً،ج5،ص 50،رقم:2685]

میری عمر کی قسم یہ بہت بڑا منصب ہے اور اس کو پالینا بڑی عظیم کامیابی ہے اس نعمت کو قطع اور پراگندہ کرنے والی اشیاء اور اس سے محروم کرنے والے اسباب سے ہم اللہ پاک کی پناہ مانگتے ہیں۔

دوسرا ادب: طلبہ کو اللہ پاک کی رضا کے لئے علم سیکھنے کی ترغیب دلائے

طالبِ علم کی نیت میں اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے اسے علمِ دین سکھانا نہ چھوڑے امید ہے کہ علم کی برکت سے حسنِ نیت بھی عطا ہو جائے گی۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے: ہم نے علم غیرُ اللہ کے لئے سیکھا مگر علم نے غیرُ اللہ کے لئے ہونے سے انکار کر دیا اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ بالآخر اس میں اللہ پاک کی رضا کی نیت حاصل ہو گئی۔

اگر ابتدائی طلبہ کے لئے نیت کے اخلاص کو شرط قرار دیا جائے حالانکہ بہت ساروں کے لئے شروع میں اخلاص کی نیت دشوار ہوتی ہے تو کثیر لوگ علم سے محروم ہو جائیں گے۔

لیکن استاد مُبتدی طلبہ کو وقتاً فوقتاً قول و فعل سے اچھی نیت کی ترغیب دِلاتا رہے اور جب انہیں علمِ دین سے اُنسیّت ہو جائے تو انہیں بتائے کہ اچھی نیت کی برکت سے وہ علم و عمل میں بلند مرتبے، لطائف کا فیض، کئی قسم کی حکمتوں، قلبی نور، سینے کی کشادگی، پختہ عزم کی توفیق، حق کا حصول، حال کی بہتری، مقال کی درستگی، اور قیامت کے دن بلند درجات پائیں گے۔

تیسرا ادب: طلبہ کو علم و علماء کے فضائل سُنا کر طلبِ علم کی ترغیب دلاتا رہے

اکثر اوقات طلبہ کو علم اور طلبِ علم کی ترغیب دِلاتا رہے اللہ پاک نے علماء کے لئے جو عزت کی منازل تیار کر رکھی ہیں ان کا تذکرہ کرے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، بروزِ قیامت وہ نور کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے، انبیاء و شہداء ان پر رشک کریں گے اور جو آیات و احادیث و اقوال و واقعات اور اشعار علم و علماء کرام کی فضیلت میں وارد ہیں وہ انہیں سُناتا رہے اور

بتدریج انہیں ان باتوں کی بھی ترغیب دلائے جو علم دین حاصل کرنے میں ان کی مددگار ہیں جیسے جو میسر ہے اسی پر اقتصار، بقدرِ کفایت دنیا پر اکتفاء و قناعت اختیار کرنا تاکہ دنیا سے دل لگانے، دنیاوی فکروں کے غلبے، اور سوچوں کے انتشار میں دل مشغول نہ ہو کیونکہ دنیاوی خواہشات، ان کی کثرت، اور ان کے فوت ہونے پر حسرت سے دل کو جدا رکھنا زیادہ دل جمعی، باطنی راحت، اس کے لئے باعثِ شرف، شان کو بلند اور حاسدین کو کم کرنے والا ہے اور علم کے حفظ اور اضافے کے لئے زیادہ مناسب ہے اسی لئے علم سے بڑا حصہ پانے میں وہی کامیاب ہوا ہے جو تحصیلِ علم کی ابتداء میں فقر، قناعت، دنیا اور اس کی فانی آسائشوں سے اِعراض پر ثابت قدم رہا ہے اس نوع کے متعلق مزید باتیں طالبِ علم کے آداب میں عنقریب آئیں گی ان شاء اللہ

چوتھا ادب: طلباء کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے[20] اور ان کے لیے وہ چیز ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ قابلِ احترام وہ شخص ہے جو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر مجھ تک پہنچا اگر میں اس بات کی طاقت رکھتا کہ اس پر مکھی بھی نہ بیٹھے تو میں ایسا ضرور کرتا ایک اور روایت میں ہے اگر اس پر مکھی بھی بیٹھتی ہے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ [الفقیہ والمتفقہ، حُسْنُ مُجَالَسَةِ الْفَقِيهِ لِمَنْ جَالَسَهُ، ج2، ص226]

---

[20] عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ» نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ [صحيح البخاري، بَابٌ: مِنَ الإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ ج1، ص12، رقم:13]

مدرس کو چاہیئے کہ وہ طالبِ علم کے مصالح کا خصوصی خیال رکھے اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسے اپنی اولاد میں سب سے عزیز بچے کے ساتھ کرتا ہے یعنی اس پر شفقت و مہربانی کرنا، اس کے ساتھ بھلائی کرنا، اس سے کبھی کوئی ناپسندیدہ و سخت و بات صادر ہو جائے یا کوئی ایسی کمی کوتاہی ہو جائے جس سے عموماً کوئی انسان خالی نہیں ہوتا یا اس سے کبھی کوئی بے ادبی ہو جائے تو اس پر صبر کرے اور حتی الامکان اس کا عذر قبول کرے۔

اس سے صادر ہونے والی کمی کوتاہی پر اسے سختی و ظلم کے بجائے خیر خواہی اور شفقت بھرے انداز سے سمجھا دے اور یہ کام اس کی اچھی تربیت ،اخلاق سنوارنے، اور اصلاح کی نیت سے کرے اگر وہ اپنی ذہانت کے سبب اشارے سے سمجھ جائے تو واضح الفاظ میں سمجھانے کی حاجت نہیں اور صراحت کے بغیر نہ سمجھ سکے تو پھر واضح الفاظ میں سمجھا دیا جائے شفقت و مہربانی کرنے میں مراتب کا لحاظ رکھے اور اسے اعلیٰ آداب سکھائے اور پسندیدہ اخلاق اپنانے کی ترغیب دلاتا رہے شرعی اصولوں کے مطابق عرف و عادت کا لحاظ رکھنے کی تاکید کرے۔

پانچواں ادب: آسان انداز میں نرمی سے علم سکھائے اور بڑی شفقت سے سبق سمجھائے خاص طور پر جب وہ طالبِ علم حسنِ ادب اور جودتِ طلب کے سبب نرمی و شفقت کا اہل بھی ہو۔

اسے فوائد لکھنے اور قیمتی باتیں یاد کرنے کی ترغیب دلائے طالبِ علم کسی بھی علم کا سوال کرے تو اسے اس علم سے نہ روکے جبکہ وہ اس کا اہل ہو کیونکہ کبھی روکنا سینے کو تنگ و دل کو متنفر کرتا اور وحشت پیدا کر دیتا ہے اور اسے وہ علم نہ سکھائے جس کا وہ اہل نہ ہو کیونکہ ایسا کرنا ذہن کو خراب اور فہم کو منتشر کرتا ہے اور اگر وہ خود ہی اس علم کے متعلق سوال کرلے تو اسے جواب نہ

دے اور اسے بتادے کہ یہ علم اس کے لئے فائدہ مند نہیں بلکہ مُضر ہے اور میرا تمہیں منع کرنا تم پر شفقت ومہربانی کے سبب ہے نہ کہ بخل کے سبب اور اسے ترغیب دلائے کے خوب محنت کرو اور علم حاصل کرو تاکہ اس علم اور دیگر علوم کے اہل ہو جاؤ۔ "رَبَّانِیّ" کی تفسیر میں مروی ہے کہ ربانی وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو بڑے علوم سکھانے سے قبل چھوٹے علوم سکھاتا ہے۔

[صحيح البخاري، بَابٌ: العِلْمُ قَبْلَ القَوْلِ وَالعَمَلِ، ج 1، ص 25]

چھٹا ادب: سکھانے وسمجھانے کا حریص ہو اور اس کام میں اپنی پوری کوشش صرف کرے اور معنیٰ کو آسان کرکے طالبِ علم کی سمجھ سے قریب کر دے اور عبارت کے اتنے کثیر معانی بیان نہ کرے جنہیں طالبِ علم کا ذہن قبول کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور سبق کی اتنی شرح وتفصیل بھی نہ کرے کہ اسے یاد کرنا دشوار ہو جائے کند ذہن کے لئے عبارت کی اچھی طرح وضاحت کرے اور اس کے لئے شرح دوہرانے یا کئی بار بتانے میں ثواب کی امید رکھے۔

سبق پڑھانے کا طریقہ:

سبق کی ابتداء میں صورتِ مسئلہ بیان کرے پھر مثالوں اور دلائل سے وضاحت کرے اور جو دلائل وماخذ بیان کئے جانے کا اہل نہ ہو اُسے فقط صورتِ مسئلہ ومثالیں بتانے پر اکتفاء کرے دلائل وماخذ اہل کو ہی بیان کرے پھر اس مسئلے کے پوشیدہ معانی، حکمتیں اور علتیں بیان کرے اور اس مسئلہ سے متعلق قواعد اور فروعات بیان کرے اور اس مسئلے کے حکم، تخریج یا نقل میں کسی عالم سے کوئی خطا ہوئی ہو تو اسے خوبصورت انداز میں کسی عالم کی تنقیص کئے بغیر بیان کر دے، خطا کو بیان کرنے میں خیر خواہی کی راہ پر چلنے اور صحیح نقول کی پہچان کروانے کا قصد کرے اور اس مسئلے کے مشابہ ومناسب اور مباین

و قریبی مسئلہ بھی ذکر کرے اور دونوں کے حکم کا ماخذ اور وجہِ فرق بھی بیان کرے۔

جب ایسے لفظ کو ذکر کرنے کی حاجت ہو جسے عادۃً ذکر کرنے سے حیا کی جاتی ہے مگر اس لفظ کو بولے بغیر مسئلہ واضح نہ ہو سکے تو اس کو ذکر کر دے اور اگر کنایہ سے اس کا معنی ادا ہو سکتا ہو تو پھر صراحت کی بجائے کنایہ پر ہی اکتفاء کرے۔

اسی طرح اگر مجلس میں کوئی ایسا بھی موجود ہو جس کے سامنے اس کی حیاء یا جفا کے سبب وہ لفظ ذکر کرنا مناسب نہ ہو تو بھی کنایۃً ہی ذکر کرے اِنہیں وجوہات اور اختلافِ احوال کی بنا پر احادیثِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کبھی صراحت تو کبھی کنایہ وارد ہے۔ واللہ اعلم

ساتواں ادب: طلبہ کو کتنا سبق سمجھ آیا؟ یہ چیک کرے اور اس کا طریقہ

جب استاد سبق کی وضاحت کر چکے تو اب طلبہ سے سبق سے متعلقہ مسائل پوچھے جن کے ذریعے چیک کرے کہ سبق کی جو وضاحت ہوئی ہے وہ ان کو کتنی سمجھ آئی؟ اور کتنی یاد ہے؟ اور جس میں سمجھ کی مضبوطی ظاہر ہو اس طرح کے وہ کئی بار درست جوابات دے تو اس پر اس کی تعریف کرے اور جو نہ سمجھ سکا اس پر شفقت کرتے ہوئے پھر سمجھا دے۔

ان سے یہ مسائل پوچھنے کی حکمت یہ ہے کے بعض اوقات طالبِ علم یہ کہنے سے شرماتا ہے کہ "مجھے سمجھ نہیں آئی" اور وہ ایسا استاد سے دہرانے کی کلفت دور کرنے یا وقت کی تنگی یا حاضرین سے حیا کے سبب یا اس لئے کرتا ہے کے اس کی وجہ سے دوسروں کی پڑھائی میں تاخیر نہ ہو جائے۔

اسی لئے کہا گیا کہ استاد طالبِ علم سے یہ نہ پوچھے کہ "سمجھ آگئی ہے"؟ مگر جبکہ استاد اس کی جھوٹی "ہاں" کہنے سے پُر امن ہو اور اگر شرم یا کسی اور وجہ سے طالبِ علم سے جھوٹی "ہاں" کہنے کا اندیشہ ہو تو استاد سبق سمجھ آنے کے متعلق سوال ہی نہ کرے کہ اس سوال کے سبب طالبِ علم کئی بار مذکورہ اسباب کی وجہ سے جھوٹ میں پڑ جائے گا اسلئے اس کہ سامنے مذکورہ طریقے سے مسائل پوچھ کر اس کے فہم کا اندازہ کر لے اور اگر سمجھ آنے کا سوال کر ہی لیا اور اس نے ہاں کہہ دیا تو اب اس سے مسائل نہ پوچھے کہ اب ان کا جواب نہ آنے کی صورت میں اسے شرمندگی ہو گی مگر جبکہ طالبِ علم خود چاہے تو اب پوچھ لے۔

استاد کو چاہیئے کہ طلبہ کو حکم دے کہ وہ اسباق کی تکرار میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں جیسا کہ عنقریب آئے گا ان شاءاللہ اور سبق کے بعد شرح کو آپس میں دوہرایں تاکہ سبق ان کے ذہن میں پکا ہو جائے اور سمجھ پختہ ہو جائے کیونکہ یہ دوہرائی ان کو غور و فکر اور تحقیق کی طلب میں نفس سے مواخذہ کرنے پر اُبھارے گی۔

آٹھواں ادب: پچھلے اسباق کی دوہرائی اور اہم قواعد ومسائل حفظ کروائے

وقتاً فوقتاً استاد طلبہ کو یاد کی ہوئی باتوں کی دوہرائی کا پابند کرے اور اہم قوائد اور مشکل وغیر مشہور مسائل جو ان کو پہلے بتائے ہوں ان کے حفظ کا بھی امتحان لیتا رہے اور ان مسائل کا بھی امتحان لیتا رہے جو کسی ایسے قاعدے پر مُرتَّب ہوں جس کی پہلے وضاحت ہو چکی ہو یا ایسی دلیل پر مبنی ہوں جو مذکور ہو چکی ہو تو جو طالبِ علم درست جواب دے اور اس پر خود پسندی کا خوف نہ ہو تو طلبہ کے سامنے اس کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرے تاکہ اسے اور دوسرے

طلبہ کو خوب محنت کرنے اور علم میں اضافے کا شوق پیدا ہو اور جسے کوتائی کرتا دیکھے اگر اس کے متنفّر ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اس پر سختی کرے اور بلند ہمتی اور علمی مقام حاصل کرنے کی ترغیب دلائے خاص طور پر جب سختی کرنے سے وہ سستی چھوڑ دے اور تعریف سے پھول جاتا ہو تو اس پر سختی کرے اور جن باتوں کے دوہرانے کی حاجت محسوس کرے انہیں دوہرادے تاکہ انہیں خوب پختہ سمجھ آجائے۔

نواں ادب: اسباق پڑھانے میں طالبِ علم کی ذہنی صلاحیت و قابلیت کا لحاظ رکھے

جب طالبِ علم تحصیلِ علم میں اپنی حیثیت یا طاقت سے زیادہ سیکھنے کی راہ اختیار کرے اور اس وجہ سے استاد کو اس کے ملال و اکتاہٹ میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے اپنی جان پر آسانی و نرمی کرنے کی تاکید کرے اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے نصیحت کرے " اِنَّ الْمُنْبَتَّ لَا ظَهْرًا اَبْقٰى وَ لَا اَرْضًا قَطَعَ" "یعنی سواری کو اس کی طاقت سے زیادہ بھگانے والا نہ توسفر طے کرکے منزل پر پہنچتا ہے اور نہ ہی سواری کو سلامت چھوڑتا ہے" [السنن الکبری للبیهقي، بَابُ الْقَصْدِفِي الْعِبَادَةِ، وَالْجُهْدِفِي الْمُدَاوَمَةِ، ج3، ص28، رقم: 4843]

اور اس طرح کی اور روایات سنائے جو اسے تحمل مزاجی اور میانہ روی پر اُبھاریں۔

اسی طرح استاد پر طالبِ علم کی طرف سے کسی قسم کی اکتاہٹ یا ملال یا ان کے آثار ظاہر ہوں تو اسے آرام کرنے اور علمی مصروفیات کو تھوڑا کم کرنے کا حکم دے۔

طالبِ علم کو ایسا علم سیکھنے کی رہنمائی نہ کرے کہ اس کی سمجھ یا عمر اس کی متحمل نہ ہو اور نہ کوئی ایسی کتاب بتائے جس کو سمجھنا اس کے ذہن سے بالاتر ہو۔

اگر استاد سے کوئی ایسا شخص یا طالبِ علم جس کی فہم وحفظ کی صلاحیت کا استاد کو علم نہ ہو کوئی فن یا کتاب پڑھنے کا مشورہ مانگے تو اسے کوئی مشورہ نہ دے جب تک اس کی ذہنی صلاحیت کی جانچ نہ کر لے اوراس کا حال معلوم نہ ہو جائے تو اگر اس کا حال تاخیر کا متحمل نہ ہو تو اسے مطلوبہ فن کی کوئی آسان کتاب بتا دے اور جانچ کے بعد اگر اس کا ذہن قابل اور فہم عمدہ پائے تو اسے ایسی کتاب بتادے جو اس کی ذہنی صلاحیت کے مطابق ہو ورنہ رہنے دے کیونکہ طالبِ علم کے ذہین ہونے کی صورت میں اس فن یا کتاب کو پڑھنا جس کی طرف استاد نے رہنمائی کی اس کی ذہنی صلاحیت کو مزید بڑھائے گا اور ذہنی صلاحیت میں کمی کی صورت میں اس کی نشاط کو کم کر دے گا طالب علم کو بیک وقت دو یا زیادہ فنون سیکھنے میں مصروف نہ کرے جبکہ وہ دونوں میں پختگی حاصل نہ کر سکتا ہو بلکہ اہم کو مقدم کرے پھر دوسرا علم سکھائے جیسا کہ عنقریب ہم ذکر کریں گے ان شاء اللہ

جب استاد کو یقین یا غالب گمان ہو کہ طالبِ علم اس فن کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا تو اُسے اِس فن کو ترک کر کے ایسے فن کو سیکھنے کی رہنمائی کرے جس میں اس کے کامیاب ہونے کی امید ہو۔

دسواں ادب: جو علم پڑھائے اس کے قواعد کلیہ واکثریہ واہم و ضروری باتیں یاد کروائے

استاد کو چاہیئے کہ طلبہ کو فن کے قواعدِ کلیہ (جو بلکل نہیں ٹوٹتے) جیسے ضمان میں مباشرت کی سبب پر تقدیم اور قواعدِ اکثریہ (جو غالباً نہیں ٹوٹتے) اور

ان سے مستثنیٰ مسائل سکھائے جیسے اگر گواہی نہ ہو تو مُنکِر پر قسم ہے سوائے قسامت کے، قدیم و جدید دو قول موجود ہوں تو عمل جدید قول پر ہو گا سوائے چودہ مسائل کے اور وہ چودہ مسائل بھی ذکر کر دے، ہر وہ قسم جو کسی اور کے فعل کی نفی پر کھائی جائے وہ علم کی نفی پر ہو گی سوائے اس شخص کے جس پر دعوی کیا گیا کہ اس کے غلام نے جنایت کی ہے تو وہ اصح قول کے مطابق یقینی قسم کھائے گا، ہر عبادت سے اس کے منافی یا اسے توڑنے والے عمل کے ذریعے نکلا جاتا ہے سوائے حج و عمرے کے، ہر وضو میں ترتیب ضروری ہے سوائے اس وضو کے جس میں غسل جنابت حائل ہو وغیرہا اور ان قوائد کا ماخذ بھی بیان کرے۔[21]

اسی طرح ہر فن جیسے علمِ تفسیر و حدیث، علمِ عقائد، اصولِ فقہ، صرف، نحو، لغت وغیرہا کے ضروری قواعد اور ان کے ماخذ یا تو اس فن کی کتاب پڑھاتے ہوئے یا تدریجاً سکھائے۔

استاد ہر فن کے قواعد اسی وقت سکھائے جب وہ ہر فن کی کامل معرفت رکھتا ہو ورنہ جس میں ماہر ہے صرف اسی کے قواعد سیکھا دے۔

اسی قسم میں نَوادِر یعنی مسائلِ غریبہ اور فتاویٰ عجیبہ، (وہ مسائل و فتاوی جو راجح مذہب کے خلاف ہوں) عجیب معانی، فروق اور اس فن کی پہیلیاں اور وہ باتیں سکھانا بھی داخل ہے جن سے ایک فاضل کو ناواقف نہیں ہونا چاہیئے جیسے مشہور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد ائمۃُ المسلمین اور بزرگانِ دین علیہم الرضوان کے نام یعنی خلفائے راشدین، اور بقیہ عشرہ مبشرہ، بارہ نُقَباء، بدری

21 : مصنف علیہ الرحمۃ شافعی تھے اس لئے انہوں نے شافعی مذہب کے مطابق قواعد کی مثالیں ذکر کی ہیں۔ حنفی قواعد کے لئے ابنِ نجیم مصری صاحب "البحر الرائق" رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الاشباہ والنظائر" کا مطالعہ کریں۔ (عمران)

صحابہ، اور جن صحابہ سے زیادہ احادیث مروی ہیں، عَبَادِلَہ [22]، فقہائے سبعہ [23] اورائمہ اربعہ کے نام، کنیت، عمر، تاریخ پیدائش و وفات، ان کے مفید و بہترین اخلاق و آداب اور نادر احوال یاد کروائے تو ان باتوں سے طالبِ علم کو بہت نفع مند فوائد اور بہت جامع و عمدہ علمی موتی حاصل ہوں گے۔

استاد کسی بھی طالبِ علم کے کثرتِ علم اور زیادتِ فضائل کی وجہ سے حسد کرنے سے مکمل طور پر بچے کیونکہ ان کے فضائل کا ثواب اسی کی طرف لوٹتا ہے اوران کی اچھی تربیت کا صلہ اسے بھی ملے گا اور طلبہ کی طرف سے دنیا میں دعائے خیر و نیک نامی اور آخرت میں اجرِ عظیم ملے گا۔(تو پھر ان سے حسد کا کیا فائدہ)۔

گیارہواں ادب:کسی طالب علم کو دوسرے طلبہ پر ترجیح نہ دے شفقت و اہمیت دینے میں کسی طالبِ علم کو دوسروں پر ترجیح نہ دے جبکہ وہ صفات یعنی عمر، فضیلت، تحصیلِ علم، دیانت داری وغیرہا میں برابر ہوں کیونکہ ایسا کرنے سے بہت دفعہ سینہ تنگ اور دل متنفر ہو جاتا ہے۔

اور اگر ان میں کوئی تحصیلِ علم اور محنت کرنے میں زیادہ ہو یا زیادہ باادب ہو تو اس کی فضیلت و اکرام دوسرے طلبہ پر ظاہر کرے اور بیان بھی کر دے کہ اس کا یہ اکرام ان اسباب کی وجہ سے ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس سے دوسروں کو بھی یہ صفات اپنانے کی رغبت و شوق پیدا ہو گا۔

---

22 : صحابہ کرام میں محدثین کے نزدیک عَبَادِلَہ سے مراد چار صحابہ کرام عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عمرو بن عاص ہیں ان میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ نام کے تقریباً دو سو بیس صحابہ کرام کو شمار نہیں کیا جاتا۔ اور فقہائے کرام کے نزدیک عبادلہ سے مراد تین صحابہ کرام عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں۔ [البناية شرح الهداية، 317/4]

23 : فقہائے سبعہ حضرت ابن مسیب، حضرت قاسم بن محمد، حضرت عُروۃ، حضرت خارجہ بن زید، حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن، حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہم ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سلمہ کی جگہ حضرت سالم بن عبد اللہ کو شمار کیا ہے اور حضرت ابو زناد نے ان دونوں حضرات کی بجائے حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن کو شمار کیا ہے۔ [التقريب والتيسير للنووي ص 95]

کسی کو دوسرے کی باری پر مقدم یا مؤخر نہ کرے مگر جبکہ کوئی ایسی مصلحت ہو جو باری کی رعایت کرنے کی مصلحت سے راجح ہو اور اگر خود کوئی طالبِ علم اپنی باری میں دوسرے کو مقدم کر دے تو اس میں مضائقہ نہیں اس کو عنقریب ہم تفصیلاً ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ

حاضر طلبہ سے محبت بھرا سلوک کرے اور جو غائب ہیں ان کا ذکر خیر و بھلائی کے ساتھ ہی کرے طلبہ سے ان کے نام، نسب، علاقے، اوراحوال پوچھے اور ان کے لئے کثرت سے دعا کرتا رہے۔

بارہواں ادب: طلبہ کے آداب، ہدایت، اور ظاہری و باطنی اخلاق کے احوال کی نگرانی کرتا رہے اور اگر کسی سے ایسی بات صادر ہو جو طالبِ علم کی شان کے لائق نہیں جیسے حرام یا مکروہ کا مُرتکب ہونا یا فسادِ حال کی طرف مؤدی کام کرنا، علم سیکھنے میں مصروفیت کو ترک کرنا، استاد یا کسی اور کی بے ادبی کرنا، بلا وجہ اور بلا فائدہ کثرتِ کلام، زیادہ باتیں کرنے کی حرص، جس کی صحبت مناسب نہیں اس کی صحبت اختیار کرنا، یا اس کے علاوہ کوئی ایسا کام کرنا جن کا بیان آگے طالبِ علم کے آداب میں آرہا ہے۔ ان شاء اللہ۔ تو استاد کلاس میں اس طالبِ علم کی موجودگی میں اس کی طرف اشارہ اور اسے معین کئے بغیر اس کام سے منع کرے اور پھر بھی وہ باز نہ آئے تو اسے تنہائی میں سمجھائے اور اشارۃً سمجھ جاتا ہو تو اشارۃً ہی سمجھائے پھر بھی باز نہ آئے تو اگر اس کی حالت اعلانیہ و سختی سے سمجھانے کا تقاضا کرے تو اعلانیہ اور سختی سے سمجھائے تاکہ وہ اور دوسرے بھی نصیحت حاصل کریں اور ہر سننے والا ادب سیکھ لے اس کے بعد بھی اگر وہ نہ سمجھے تو اس کے باز آنے تک اس سے اِعراض کرنے اور کلاس سے نکال دینے میں کوئی حرج نہیں خاص طور پر جبکہ اس کے دوستوں اور کلاس والوں پر اس غلط کام میں اس کی موافقت کرنے کا اندیشہ ہو۔

اسی طرح استاد طلبہ کے آپس کے معاملات پر بھی نگاہ رکھے جیسے سلام کرنا، اچھے انداز میں ایک دوسرے کو مخاطب کرنا، باہم محبت کرنا، نیکی و تقوی اور جس کام کے ارادے سے وہ آئے ہیں اس پر ایک دوسرے کی مدد کرنا

خلاصہ یہ کے جس طرح انہیں اللہ پاک سے تعلق کے لئے دینی مصالح سکھائے اسی طرح انہیں لوگوں سے معاملات کے لئے دُنیوی مصالح بھی سکھائے تاکہ انہیں دونوں حالتوں میں کامل بنادے۔

تیرہواں ادب: طلبہ کی حاجت روائی کرے

اپنے دین کی سلامتی کے ساتھ اور عدمِ محتاجی کے وقت طلبہ کی پڑھائی میں دل جمعی، اور اعانت کے لئے اپنے مال و مرتبے کے ذریعے جتنا ہو سکے ان کی حاجات پوری کرنے کی کوشش کرے کہ بے شک اللہ پاک بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہے اللہ پاک اس کی حاجت پوری فرماتا ہے جو کسی تنگدست پر آسانی کرے گا اللہ پاک قیامت کے دن اس کے حساب میں آسانی فرمائے گا خاص طور پر جب یہ کام طلبِ علم جو افضل ترین نیکی ہے پر اعانت ہوں جب طلبہ یا درس میں شرکت کرنے والوں میں سے کوئی عادت سے زائد دن غیر حاضر ہو تو اس کا اور اس کے متعلقین کا حال کسی سے دریافت کرے اگر کوئی خبر نہ ملے تو کسی کو اس کے گھر بھیج کر یا خود جا کر اس کا حال معلوم کرے اور خود جانا بہتر ہے پھر اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے اور کسی پریشانی میں ہو تو اس کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کرے اور سفر پر گیا ہو تو اس کے اہل و عیال اور متعلقین کی خبر گیری کرے اور جتنا ہو سکے ان کی حاجات پوری کرے اور اگر وہ خود کسی حاجت میں مصروف ہو تو اس کی مدد کرے اور اگر ان اعذار میں

سے کوئی عذر نہ ہو تو اس کو شفقت و محبت سے حاضر ہونے کا کہے اور اس کے لئے دعا بھی کرے۔

خوب جان لو کہ نیک و قابل طالبِ علم عالم کے لئے دنیا و آخرت میں تمام لوگوں اور قریبی رشتہ داروں سے بھی زیادہ فائدہ مند ہے۔

اسی لئے اللہ پاک اور اس کے دین کے لئے مخلص علمائے سلف ایسا طالبِ علم پانے کی انتہائی کوشش کرتے تھے جس سے لوگ ان کی زندگی اور بعد میں فائدہ حاصل کرتے رہیں اگر عالمِ دین کا صرف ایک بھی طالبِ علم ایسا ہو جس کے علم و عمل، ہدایت و تبلیغ سے لوگ فائدہ اٹھائیں تو یہ ایک طالبِ علم بھی اللہ کی بارگاہ میں اس عالم کی سرخروئی کے لئے کافی ہے کیونکہ عالم کا علم اس طالبِ علم کے ذریعے جس تک بھی پہنچا اور اس نے فائدہ اٹھایا تو اسے بھی اجر ملے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے صدقہ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جائے، نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ [صحیح مسلم، کِتَابُ الْوَصِیَّةِ، بَابُ مَا یَلْحَقُ الْإِنْسَانَ مِنَ الثَّوَابِ بَعْدَ وَفَاتِهِ، ج3، ص1255، رقم:1631]

میں کہتا ہوں اگر تم غور کرو تو یہ تینوں چیزیں علم سکھانے والے میں موجود پاؤ گے۔

(1) **صدقہ جاریہ:** تو اس کا طلبہ کو علم پڑھانا صدقہ جاریہ ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اکیلے نماز پڑھنے والے شخص کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کون ہے جو اس پر صدقہ کرے؟" یعنی اس کے ساتھ نماز پڑھے تاکہ اسے جماعت کا ثواب مل جائے۔ تو علم سکھانے والا بھی طالبِ علم

کے لئے علم سیکھنے کی فضیلت پانے کا سبب بنتا ہے جو (نفلی) باجماعت نماز سے افضل ہے اور اس کے ذریعے دنیا آخرت میں شرف ملتا ہے۔

(2) **علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے:** تو ظاہر ہے جو بھی اس کے علم سے فائدہ اٹھائے گا تو اس تک علم پہنچانے کا سبب یہی بنا ہے۔

(3) **اس کے لئے دعائے خیر:** تو محدثین اور اہلِ علم کی زبانوں پر ہمیشہ سے معتاد و مستقر ہے کہ وہ اپنے اساتذہ و ائمہ کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور بعض تو ہر اس شخص کے لئے دعا کرتے تھے جس سے علم کی کوئی ایک بات بھی مروی ہو اور بعض علماء جب حدیث سند کے ساتھ پڑھتے ہیں تو سند میں موجود تمام راویوں کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں تو پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندوں میں جس کو چاہے اس عظیم عطا سے خاص کر دے۔

چودہواں ادب: عاجزی وانکساری سے پیش آئے

طالبِ علم اور ہر شرعی رہنمائی طلب کرنے والے سائل کے ساتھ تواضع سے پیش آئے جب وہ حقُ اللہ یا حقوقُ العباد میں سے کسی واجب کے متعلق سوال کرے تو ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھائے اور نرمی سے پیش آئے کہ اللہ پاک نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚ اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو (تابع) مسلمانوں کے لیے۔ (الشعراء: 215)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے: "اللہ پاک نے میری طرف وحی فرمائی کہ تواضع اختیار کرو"۔

[صحیح مسلم، کتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا، بَابُ الصِّفَاتِ الَّتِي يُعْرَفُ بِهَا فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْجَنَّةِ وَأَهْلُ النَّارِ، ج 4، ص 2198، رقم: 2865]

"جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا اللہ اسے بلندی ہی عطا فرمائے گا"

[صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ الْعَفْوِ وَالتَّوَاضُعِ، ج4، ص 2001، رقم: 2588]

یہ حکم مطلقاً تمام لوگوں کے لئے تواضع کرنے کا ہے تو اس کے لئے تواضع کرنے کی کیا کیفیت ہونی چاہیئے جسے حقِ صحبت، اور بار بار مجلسِ علم میں آنے کی فضیلت، سچی محبت، اور طالبِ علم ہونے کا شرف بھی حاصل ہو حدیث شریف میں ہے: جنہیں تم علم سکھاتے ہو اور جن سے علم سیکھتے ہو ان کے لئے لیے نرم ہو جاؤ۔ [الفقیہ والمتفقہ، اسْتِعْمَالُهُ التَّوَاضُعَ وَلِينَ الْجَانِبِ وَلُطْفَ الْكَلَامِ، ج2، ص229]

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے: جس نے اللہ پاک کے لیے تواضع اختیار کی اللہ پاک اسے حکمت عطا فرماتا ہے۔(ایضاً)

استاد کو چاہیئے کہ ہر طالبِ علم اور بالخصوص نمایاں فضیلت والے کو اس کنیت اور اس (نام و لقب) سے پکارے جو اسے سب سے زیادہ پیارا ہو اور جس میں اس کی تعظیم و توقیر ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کا اِکرام کرتے ہوئے انہیں کنیت عطا فرماتے تھے۔ [الفقیہ والمتفقہ، اسْتِقْبَالُهُ الْمُتَفَقِّهَةَ بِالتَّرْحِيبِ بِهِمْ وَإِظْهَارِ الْبِشْرِ لَهُمْ، ج2، ص244]

طلبہ کو خوش آمدید کہے اور عزت دے

اسی طرح استاد کو چاہیئے کہ جب طلباء سے ملاقات کرے یا وہ اس کے پاس آئیں تو انہیں مرحبا (خوش آمدید) کہے جب طلبہ اس کے پاس بیٹھیں تو ان کو عزت دے اور سلام کے بعد انہیں مانوس کرنے کے لئے ان کا اور ان کے متعلقین کا حال دریافت کرے۔

طلبہ سے ہشاش بشاش و مسکراتے چہرے سے خوشی و محبت و مودت کا اظہار کرتے ہوئے اور دل میں مخفی شفقت بھرے جذبات کے ساتھ پیش آئے کہ ایسا کرنا طالبِ علم کے لئے شرحِ صدر، بشاشت، اور سوال کرنے میں آسانی

کے اضافے کا سبب بنے گا جس طالبِ علم میں فلاح کی امید ہو اور اس کی صلاحیت ظاہر ہو اس کے ساتھ مذکورہ حسنِ سلوک مزید بڑھادے خلاصہ یہ کہ طلبہ کے متعلق ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو وصیت فرمائی اور ارشاد فرمایا: بے شک لوگ تمہارے تابع ہیں اور بے شک بہت لوگ زمین کے اطراف سے تمہارے پاس دینی فقہ سیکھنے آئیں گے جب وہ آئیں تو ان سے بھلائی کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔

[سنن الترمذي،أَبْوَابُ الْعِلْمِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،بَابُ مَا جَاءَ فِي الِاسْتِيصَاءِ بِمَنْ يَطْلُبُ الْعِلْمَ،ج 5،ص 30 ،رقم:2650]

یوسف بن یحییٰ البوطی رحمۃ اللہ علیہ سے قُرّاء جب علم سیکھنے آتے تو آپ انہیں عزت دیتے اور قریب بیٹھاتے اور انہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی کتب کے فضائل بتاتے ہوئے فرماتے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کا حکم دیتے اور فرمایا کرتے تھے غریبوں اور شاگردوں کے لئے صبر اختیار کرو۔

[الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء،أَبُو يَعْقُوبَ يُوسُفُ بْنُ يَحْيَى الْبُوَيْطِيُّ ص109]

کہا جاتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سب لوگوں سے زیادہ عزت والی ہوتی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کی سب سے زیادہ عزت افزائی فرماتے تھے۔ [الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، عبد الله بْنُ الْمُبَارَكِ ص134]

تیسرا باب
طالبِ علم کے آداب

اس باب میں تین فصلیں ہیں۔

پہلی فصل
طالبِ علم کی اپنی ذات کے متعلق آداب

اس فصل میں دس قسم کے آداب ہیں۔

پہلا ادب:دل کو ہر طرح کے کھوٹ،میل،کینے،حسد،بد عقیدگی اور بد خُلقی سے پاک رکھے تاکہ اس میں علم قبول کرنے، یاد کرنے،اس کے معانی کی باریکیوں اور مخفی امور کے حقائق پر مطلع ہونے کی صلاحیت پیدا ہو کیونکہ بعض علماء کے قول کے مطابق علم باطنی نماز ، قلبی عبادت،اور باطنی نیکی ہے جس طرح نماز جو ظاہری اعضاء کی عبادت ہے اور ظاہری حدث و نجاست سے طہارت کے بغیر ادا نہیں ہو سکتی اسی طرح صحیح علم جو قلبی عبادت ہے دل کو خبیث صفات اور بُرے وگھٹیا اخلاق کی ناپاکی سے پاک کیئے بغیر نہیں ہو سکتا جب دل کو علم کے لئے پاکیزہ کیا جائے تو علم کی برکت ظاہر ہوتی اور علم میں اضافہ ہوتا ہے جیسے زراعت کے لئے جب زمین کو صاف کیا جائے تو کھیتی اچھی اور زیادہ ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے: بے شک ابنِ آدم کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست رہتاہے،اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے سنو!وہ دل ہے۔

[صحیح البخاري، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابُ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ،ج1،ص20،رقم:52]

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تک دل میں اللہ پاک کو ناپسند اشیاء میں سے کوئی شے موجود ہو تو اس میں نور کا داخلہ حرام ہے۔

[بستان العارفين للنووي، باب في نفائس مأثورة، ص42]

دوسرا ادب:اچھی نیت سے علم سیکھے

اس طرح کہ علم سے اللہ پاک کی رضا پانے،علم پر عمل کرنے،شریعت کو زندہ رکھنے،دل کو روشن کرنے،باطن کو آراستہ کرنے،اپنے رب سے ملاقات کے دن اس کا قرب پانے،اللہ پاک نے اہلِ علم کے لئے اپنی رضا اور بڑے فضل کا جو وعدہ فرمایا ہے اسے پانے کی نیت کرے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے نیت کو درست کرنے سے بڑھ کر کسی عمل کو مشکل نہیں پایا۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،بَابُ ذِكْرِ أَخْلَاقِ الرَّاوِي وَآدَابِهِ وَمَا يَنْبَغِي ۔۔،ج1،،ص317]

علم سے دُنیوی اغراض جیسے مقام و مرتبہ،مال،ہم زمانہ پر فخر،لوگوں سے تعظیم،اور مجلس میں صدر مقام وغیرہا پانے کی نیت نہ کرے کہ اس طرح یہ ادنیٰ شے کو اعلیٰ کے بدلے حاصل کرنے والا ہو گا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اپنے علم سے اللہ کی رضا چاہو کہ میں جس بھی مجلس میں تواضع کی نیت سے بیٹھا ہوں تو اٹھتے وقت ان سے بلند تھا اور جس بھی مجلس میں ان پر بڑائی کی نیت سے بیٹھا ہوں تو اٹھنے سے پہلے میرا عیب ظاہر کر دیا گیا۔ [الفقيه والمتفقه، بَابُ أَدَبِ الْجِدَالِ يَنْبَغِي لِلْمُجَادِلِ،ج2،ص49]

علم عبادات میں سے ایک عبادت اور نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے اگر اس میں نیت خالص اللہ پاک کی رضا ہو گی تو علم اللہ پاک کی بارگاہ میں مقبول ہو گا اور علم اور اس کی برکات میں اضافہ ہو گا اور اگر نیت غیرُ اللہ کی ہوئی تو علم رائیگاں اور ضائع ہو جائے گا اور یہ نقصان کا سودا ہو گا اور ہو سکتا ہے اپنے ان مذموم مقاصد کو بھی نہ پا سکے اور اس طرح اس کا مقصد بھی پورا نہ ہو اور کوشش بھی ضائع ہو جائے۔

تیسرا ادب:بالخصوص جوانی میں دیگر تمام مصروفیات ختم کرکے خوب محنت ودل جمعی سے علم حاصل کرے

زندگی اور بالخصوص جوانی کے اوقات میں تحصیلِ علم کی طرف جلدی کرے ٹال مٹول اور لمبی امیدوں کے حیلے بہانے سے دھوکا نہ کھائے کہ اس کی عمر کی گزرنے والی ہر گھڑی کا کوئی شے عوض وبدل نہیں ہو سکتی۔

تحصیلِ علم، کمالِ طلب، خوب محنت و لگن میں رکاوٹوں اور دیگر مصروفیات کو جتنا ہو سکے ختم کر دے کہ یہ رکاوٹیں و مصروفیات راہ ماروں کی مثل ہیں اسی لئے اسلاف نے تحصیلِ علم کے لئے اہل و عیال سے علیحدگی اور وطن سے دوری کو پسند فرمایا ہے کیونکہ جب سوچ منتشر ہو جائے تو حقائق اور مخفی دقائق کو جاننے سے قاصر ہو جاتی ہے ۔ **مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ** ۚ اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے۔ (الاحزاب:04)

اسی لئے کہا جاتا ہے: علم اپنا بعض بھی تمہیں نہ دے گا جب تک تم اپنا سب کچھ اسے نہ دے دو۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع، مَنْ يَجُوزُ إِطْلَاقُ اللَّفْظِ فِي وَصْفِهِ وَتَسْمِيَتُهُ۔۔، ج2، ص174]

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الجامع" میں بعض بزرگوں سے نقل کیا ہے: یہ علم اسے ہی ملا ہے جس نے اپنی دکان بند کی اپنا باغ ویران کیا بھائیوں سے دوری اختیار کی اور اپنے اہلِ خانہ میں سب سے قریبی کے انتقال پر بھی جنازے میں حاضر نہ ہوا۔ (ایضاً)

ان باتوں میں اگرچہ مبالغہ ہے مگر مقصد یہی ہے کہ طلبِ علم میں دل جمعی اور سوچ کا مجتمع ہونا بہت ضروری ہے۔

کہا گیا ہے کہ بزرگانِ دین میں سے کسی نے اپنے طالبِ علم کو اس طرح حکم فرمایا جو خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور آخر میں فرمایا کہ اپنے کپڑے دھولو تاکہ دھونے کی سوچ میں ہی کھوئے نہ رہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جو باتیں منقول ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ اگر میری پیاز خریدنے کی ذمہ داری لگادی جاتی تو میں ایک مسئلہ بھی نہ سمجھ پاتا۔

چوتھا ادب: قناعت اختیار کرے

جو رزق میسر ہو اگرچہ تھوڑا ہو اور جو لباس میسر ہو اگرچہ بوسیدہ ہو اسی پر قناعت کرے کہ تنگ دستی پر صبر کی برکت سے علم کی وسعت نصیب ہو گی طرح طرح کی امیدوں سے دل کو روک کر دل جمعی سے علم حاصل کرنے کے سبب دل سے حکمت کے چشمے پھوٹیں گے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ایسا کوئی بھی نہیں جس نے علم بادشاہت اور عزتِ نفس کے ساتھ طلب کیا ہو پھر کامیاب ہو گیا ہو مگر جس نے نفس کشی، تنگدستی اور خدمتِ علماء کے ساتھ علم طلب کیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور فرمایا: طلبِ علم کی صلاحیت صرف غریب ہی رکھتا ہے عرض کی گئ بقدر کفایت امیر بھی نہیں؟ فرمایا وہ بھی نہیں۔ [المجموع شرح المهذب، باب آداب المعلم، ج1، ص35]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: علم کی طلب میں کوئی بھی اپنی مراد کو نہیں پہنچ سکتا جب تک فقر اسے ضرر نہ دے اور وہ علم کو ہر شے پر ترجیح نہ دے۔ (ایضاً)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: فقہ سیکھنے پر دُنیوی سوچوں کو ختم کر کے دل جمعی سے اور مصروفیات کو ختم کرنے پر حاجت کے وقت تھوڑے پر اکتفاء اور زیادہ کی چاہت ختم کر کے مدد لی جاتی ہے۔ (ایضاً)

یہ ان ائمہ کے اقوال و احوال ہیں جن کو علم سے اتنا کثیر حصہ ملا ہے جس کا کوئی مقابل نہیں۔

خطیبِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: طالبِ علم کو چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو کنوارا رہے تا کہ حقوقِ زوجیت اور طلبِ معاش کی مصروفیت پڑھائی مکمل کرنے میں رکاوٹ نہ بنیں۔ (ایضاً)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: جس نے شادی کی وہ بحری سفر کا مسافر بن گیا اور اگر اس کی اولاد ہو گئ تو اس کا سفینہ بھی ٹوٹ گیا۔(ایضاً)

خلاصہ یہ کہ جس کو شادی کی حاجت نہ ہو یا وہ نفقہ پر قادر نہ ہو تو اس کا بچنا ہی بہتر ہے بالخصوص طالبِ علم کہ اس کا اصل سرمایہ دل جمعی، قلبی سکون اور غور و فکر کرنا ہے۔

پانچواں ادب: اوقات کی تقسیم کاری اور پڑھنے و یاد کرنے کے لئے بہترین اوقات و مقامات

دن رات کے اوقات کی تقسیم کاری کر لے اور بقیہ عمر کو غنیمت جانے کہ بقیہ عمر انمول ہے۔

یاد کرنے کے لئے سحری، بحث و تلاش کے لئے صبح، تحریر کے لئے دن، مطالعہ و مذاکرہ کے لئے رات کے اوقات بہترین ہیں۔

خطیبِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: یاد کرنے کا سب سے بہترین وقت سحری پھر دوپہر اور پھر صبح کا وقت ہے۔

اور فرمایا: رات کے وقت یاد کرنا دن کے وقت یاد کرنے اور بھوک کی حالت میں یاد کرنا سیری کی حالت میں یاد کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔

اور فرمایا: یاد کرنے کی بہترین جگہیں دوسری منزل کے کمرے ہیں اور ہر وہ جگہ جو توجہ بانٹنے والی اشیاء سے دور ہو۔

اور فرمایا: نباتات، سبزے اور نہر والی جگہ، راستوں کے کنارے، اور شور والے مقامات میں اچھی طرح یاد نہیں ہوتا کیونکہ غالب طور پر یہ اشیاء قلبی یکسوئی میں رکاوٹ ہوتی ہیں۔ [المجموع شرح المھذب، باب آداب المعلم، ج1، ص37]

چھٹا ادب: کم کھائے

طلبِ علم میں مشغول رہنے، سمجھنے اور ملال میں نہ پڑنے پر مددگار اسباب میں سب سے بڑا سبب حلال رزق بھی کم کھانا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: میں نے سولہ سال سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

[مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما يستدل به على اجتهاد الشافعي، رحمه الله۔، ج2، ص166]

کیونکہ زیادہ کھانے سے زیادہ پانی پینا پڑتا ہے اور زیادہ پینا نیند، کند ذہنی، ذہانت کی کمی، حواس کی خرابی، اور جسم میں سستی کا سبب بنتا ہے اور اس کے علاوہ اس میں شرعی کراہت اور اپنے آپ کو بدنی بیماریوں کے خطرے پر پیش کرنا بھی پایا جاتا ہے۔ جیسے کسی نے کہا:

فإن الداء أكثر ما تراه ... يكون من الطعام أو الشراب

جو بیماریاں تو دیکھتا ہے ان میں سے اکثر بیماریاں کھانے پینے کے سبب ہوتی ہیں۔

اولیاء وائمہ وعلماءِ کرام میں ایک بھی بزرگ ایسے نہیں جو زیادہ کھانے پر شکر کرتے ہوں یا زیادہ کھانے سے موصوف ہوں یا اس پر ان کی تعریف کی جاتی ہو ہاں زیادہ کھانے پر جانوروں کی تعرف کی جاتی ہے جن میں عقل نہیں بلکہ انہیں اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

صحیح ذہن اس سے زیادہ شرف والا ہے کہ اسے تھوڑے سے ایسے کھانے جس نے آخر کار جو بن جانا ہے سب کو معلوم ہے کے بدلے بے کار و معطل کر دیا جائے۔

زیادہ کھانے پینے کی آفات میں سے کثرت سے بیت الخلاء جانے کے علاوہ کوئی اور آفت نہ بھی ہوتی تب بھی عقلمند کو اس سے پرہیز ہی کرنا چاہیئے تھا

جو زیادہ کھانے پینے اور سونے کے باوجود علم میں کامیابی اور اپنے مطلوبہ علم کو پانے کا ارادہ کرے تو وہ عادۃً ناممکن کام کا ارادہ کر رہا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ اتنا کھائے جتنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثِ پاک میں مروی ہے کہ: "کسی آدمی نے بمقابلہ پیٹ کے بدترین برتن کوئی نہ بھرا آدمی کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں پھر اگر زیادہ کی ضرورت ہی ہو تو تہائی پیٹ کھانا اور تہائی پیٹ پانی اور تہائی پیٹ اپنی سانس کے لیے"۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا۔

[سنن الترمذي، أَبْوَابُ الزُّهْدِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ كَثْرَةِ الأَكْلِ، ج4، ص590، رقم:2380]

اس سے زیادہ کھانا اسرف و سنت سے خارج ہے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اور کھاؤ اور پیؤ اور حد سے نہ بڑھو۔ (الاعراف: 31)

بعض علماء نے فرمایا: اللہ پاک نے ان مختصر کلمات میں پوری طب کو جمع فرمادیا ہے۔ [تفسیر النسفي مدارک، ج1، ص564]

ساتوں ادب: تقویٰ وورع اختیار کرے

اپنے لئے تمام کاموں میں تقوی و پرہیز گاری اختیار کرے کھانے، پینے، لباس رہائش اور تمام چیزیں جس کی اسے یا اہل و عیال کو حاجت ہو اس میں حلال ہی کی کوشش کرے تاکہ اس کا دل روشن ہو اور اس میں علم اور اس کے نور کو قبول کرنے اور نفع اٹھانے کی صلاحیت پیدا ہو۔

جب تک پرہیز ممکن ہو اور کوئی حاجت مجبور نہ کر دے اپنے لئے فقط بظاہر شرعاً حلال پر قناعت نہ کرے اور اپنے لئے فقط جواز ہی اختیار نہ کرے بلکہ بلند رتبے کو طلب کرے اور سلف صالحین علماء کرام کی پرہیز گاری میں پیروی

کرے کہ وہ بہت سی اشیاء میں جواز کا فتوی دے کر بھی خود ورع اختیار کرتے تھے۔

اس بارے میں پیروی کی سب سے زیادہ حق دار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے سے ملا ہوا چوہارہ اس خوف سے نہیں کھایا کہ کہیں صدقے کا نہ ہو حالانکہ یہ امکان بعید تھااور اسلئے بھی ورع اختیار کرے کہ اہلِ علم کی پیروی کی جاتی اور ان کو دلیل بنایا جاتا ہے تو اگر اہلِ علم ہی ورع اختیار نہیں کریں گے تو کون اختیار کرے گا؟

اسے چاہیئے کہ رخصت کے مقامات میں حاجت اور سبب پائے جانے کے وقت رخصتوں پر بھی عمل کرے تاکہ اس کی پیروی کی جائے کہ اللہ پاک جس طرح عزیمتوں پر عمل پسند فرماتا ہے اس طرح رخصتوں پر عمل کو بھی پسند فرماتا ہے۔

کھانے پینے کی ایسی اشیاء سے بچے جو کُند ذہنی اور حواس کی کمزوری کا سبب ہوں جیسے کھٹا سیب اور لوبیا کھانا، سرکہ پینا، اور وہ اشیاء جن کے استعمال سے بلغم میں اضافہ ہوتا اور ذہن کمزور اور بدن بھاری ہوتا ہے جیسے دودھ، مچھلی اور ان جیسی اشیاء کی کثرت۔

اسے چاہیئے کہ وہ چیزیں استعمال کرے جنہیں اللہ پاک نے ذہن کو تیز کرنے کا سبب بنایا ہے جیسے لبان و گوند حسبِ مزاج چبانا، صبح کے وقت مُنقّیٰ اور عرقِ گلاب کا استعمال کرنا اور اس کے علاوہ اشیاء جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں ہے۔

اور ان اشیاء سے بچے جو خاص طور پر نسیان پیدا کرتی ہیں جیسے چوہے کا جھوٹا کھانا، قبروں کی تختیاں پڑھنا، دو خارشی اونٹوں کے درمیان گھسنا، جوں پھینکنا، اور اس طرح کی دیگر تجربہ شدہ چیزوں سے بچنا۔

نواں ادب: نیند کم کرے جبکہ بدن یا ذہن کو ضرر نہ ہو اور آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہ سوئے کہ یہ تہائی دن ہے اور اگر اپنی نیند اس سے بھی کم کر سکتا ہو تو کرے۔

جسم، دل، دماغ اور بصارت میں سے کوئی تھک جائے یا کمزور ہو جائے تو اُسے سیر و تفریح کے ذریعے راحت پہنچانے میں کوئی حرج نہیں تاکہ وہ اپنی اصل حالت پر لوٹ آئے اور مزید وقت ضائع نہ ہو، پیدل چلنے اور اس کے ذریعے جسمانی ورزش کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہا جاتا ہے کہ پیدل چلنا بدن کی حرارت بڑھاتا، فاضل مادوں کو ختم کرتا اور جسم میں چستی پیدا کرتا ہے۔

شادی شدہ کو بوقتِ حاجت ہمبستری کرنے میں کوئی حرج نہیں طبیبوں کا کہنا ہے کہ ہمبستری کرنا فضول مادوں کو کم کرتا، بدن کو چُست کرتا اور ذہن کو صاف کرتا ہے جبکہ بوقتِ حاجت اِعتدال کے ساتھ ہو اور اس کی کثرت سے ایسے پرہیز کرے جیسے دشمن سے بچتا ہے کہ کہا جاتا ہے: ہمبستری میں آبِ حیات رحموں میں بہایا جاتا ہے۔

یہ سماعت، بصارت، پٹھے، حرارت اور ہاضمے کو کمزور کرتی ہے اور اس کے علاوہ کئی ردی امراض کا سبب ہے محقق اَطباء ضرورت اور استشفاء کے علاوہ اس سے بچنا ہی بہتر سمجھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کے جب اکتاہٹ کا خوف ہو تو نفس کو راحت پہنچانے میں کوئی حرج نہیں بعض اکابر علمائے کرام سال میں کسی دن طلبہ کو جمع کر کے پُرفَزا

مقام پر لے جاتے تھے اور ان سے ایسا مزاح بھی فرماتے تھے جس میں ان کے دین و عزت کا نقصان نہ ہوتا۔

دسواں ادب: میل جول کو ترک کر دے کیونکہ طالبِ علم کے اہم ترین امور میں سے میل جول کو ترک کرنا بھی ہے خاص طور پر عورتوں سے اور بالخصوص ان سے جو کثرت سے کھیل کود کا شکار ہوں اور لاپرواہوں کیونکہ طبیعتیں ایک دوسرے سے بہت زیادہ اثر قبول کرتی ہیں۔

میل جول کی آفت: نااہل کی صحبت سے عمر کا بلا فائدہ ضیاع، اورمال و عزت کا نقصان ہوتا ہے اور بے دین کی صحبت سے تو دِین رخصت ہو جاتا ہے۔

طالبِ علم کو چاہیۓ کہ اسی سے میل جول رکھے جس سے اس کو علم حاصل ہو یا جس کو یہ علم سکھائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: صبح اس حال میں کرو کہ عالم ہو یا طالبِ علم تیسرے نہ ہونا ہلاک ہو جاؤ گے۔[24]

اگر کسی ایسے کی صحبت میں بیٹھنا شروع کر دیا ہے یا ارادہ ہے کہ جس کی صحبت میں عمر ضائع ہو گی اور اس سے کوئی فائدہ یا استفادہ نہیں ہو گا اور نہ ہی وہ اس کے مقصد پر اس کی مدد کرے گا تو تعلقات مضبوط ہونے سے پہلے ہی نرمی و شفقت سے میل جول ختم کر دے کیونکہ امور جب پختہ ہو جاتے ہیں تو ان کا ازالہ دشوار ہوتا ہے فقہاء کی زبانوں پر جاری قواعد میں سے یہ بھی ہے

---

[24] بعینہ ان الفاظ میں تو حدیث پاک نہیں مل سکی البتہ ان الفاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث پاک مروی ہے۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «اغْدُ عَالِمًا، أَوْ مُتَعَلِّمًا، أَوْ مُسْتَمِعًا، أَوْ مُحِبًّا، وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلَكَ» نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ ہے: اس حال میں صبح کرو کہ عالم ہو یا طالب علم ہو یا غور سے سننے والے ہو یا علم سے محبت کرنے والے ہو پانچویں نہ ہونا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ [المعجم الصغير للطبراني، ج2، ص63]

"الدفع اسهل من الرفع" کام کو شروع ہی نہ کرنا شروع کرنے کے بعد ختم کرنے سے آسان ہوتا ہے۔

اگر میل جول کی حاجت ہو تو اس کی صحبت اختیار کرے جو نیک، دین دار، متقی و پرہیزگار، ذہین، کثیرُ الخیر، قلیلُ الشر اور بااخلاق ہو، جھگڑالو نہ ہو، بھول چوک پر نصیحت کرنے والا، نیکی پر مددگار، ضرورت کے وقت معاون اور پریشانی پر صبر کی تلقین کرنے والا ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی اشعار میں ہے۔

فَلا تَصحَب أَخا الجَهلِ ... وَإِياكَ وَ إِياهُ

فَكَم مِن جاهِلٍ أَردى ... حَليماً حِينَ واخاهُ

يُقاسُ المَرءُ بِالمَرءِ ... إِذا ما هو ماشاهُ

جاہل کی صحبت سے بچو خود بھی اس سے دور رہو اور اسے بھی اپنے سے دور رکھو کتنے ہی جاہل جب عقلمند سے دوستی کرتے ہیں تو اسے ہلاک کر دیتے ہیں دوست کو دوست پر قیاس کیا جاتا ہے کہ جیسا اس کا دوست ہے یہ بھی ویسا ہی ہو گا۔

کسی شاعر نے کہا:

إنَّ أَخَاكَ الصِّدْقَ مَنْ كَانَ مَعَك　　وَمَنْ يَضُرُّ نَفْسَهُ لِيَنْفَعَك

وَمَنْ إِذَا رَيْبُ الزَّمَانِ صَدَّعَك　　شَتَّتْ فِيك شَمْلَهُ لِيَجْمَعَك

تمہارا سچا دوست وہ ہے جو تمہارا ساتھ دے تمہارے نفع کے لئے اپنا نقصان برداشت کر لے اور جب گردشِ زمانہ تمہیں بکھیر دے تو وہ تمہیں جمع کرنے کے لئے اپنے آپ کو بکھیر دے۔

دوسری فصل
استاد و پیشوا کے ساتھ آداب

اس فصل میں تیرہ (13) قسم کے آداب ہیں۔

پہلا ادب: نیک و ماہر استاد سے علم سیکھے

جس سے علم دین، اخلاق و آداب سیکھنا چاہے تو اس کے متعلق غور و فکر کرلے اور اللہ پاک سے استخارہ بھی کرے ممکن ہو تو استاد اسے بنائے جس کی اہلیت کامل، شفقت متحقق، مُروت ظاہر، عفت و پارسائی مشہور و معروف ہو اور اندازِ تعلیم و تفہیم بھی عمدہ و بہترین ہو۔

ایسا استاد بنانے میں رغبت نہ کرے جس کے پاس علم تو کثیر ہو مگر پرہیز گاری اور دینداری میں کمی ہو یا اچھے اخلاق کا مالک نہ ہو کہ اسلاف سے منقول ہے: یہ علمِ دین ہے تو تم غور کرلو کہ دین کس سے سیکھ رہے ہو۔

صرف مشہور علماء سے علم سیکھنے اور گمنام علماء سے علم حاصل نہ کرنے کو امام غزالی و دیگر بزرگوں رحمۃ اللہ علیہم نے علم پر تکبر کرنے میں شمار کیا ہے اور حماقت قرار دیا ہے کیونکہ حکمت مومن کا گمشدہ خزانہ ہے اور وہ اسے جہاں سے ملے لے لیتا ہے اور جہاں سے پانے میں کامیاب ہو جائے اسے غنیمت سمجھتا ہے اور اُس کا احسان مند ہو جاتا ہے جو اس تک اِسے پہنچاتا ہے کیونکہ وہ جہالت سے ایسے بھاگتا ہے جیسے شیر سے بھاگتا ہے اور شیر سے بھاگنے والا اس بات سے عار محسوس نہیں کرتا کہ کون اسے بچاؤ کا راستہ بتا رہا ہے۔

گمنام عالم دین اگر ایسے ہوں جن سے برکت کی امید ہو تو ان سے زیادہ فائدہ حاصل ہو گا اور ان سے علم سیکھنا زیادہ کامل ہو گا اگر تم سلف و خلف کے احوال میں غور فکر کرو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ غالباً نفع اسی کو ملا اور کامیابی اسی نے پائی ہے جس کے استاد کو تقوی سے وافر حصہ ملا ہو اور جس میں طلبہ کے لئے

شفقت و خیر خواہی ظاہر ہو اسی طرح اگر تم تصنیفات میں بھی غور کرو تو معلوم ہو گا کہ اُن کی تصنیف کا نفع بھی زیادہ ہوا ہے جو زیادہ متقی و زاہد تھے اور ان سے علم سیکھنے والے اکثر کامیاب ہوئے ہیں۔

کوشش کرو کہ استاد ایسا مل جائے جس کی علوم شرعیہ پر کامل دسترس ہو اور اس کے ساتھ اس کی ہم عصر معتمد مشائخ کے ساتھ علمی گفتگو و بیٹھک کثرت سے ہو **استاد ایسا نہ ہو کہ جس نے فقط اوراق گردانی سے علم سیکھا ہو اور ماہر اساتذہ کی صحبت سے فیضیاب نہ ہوا ہو۔**

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے فقط کتابوں سے فقہ حاصل کی وہ احکام کو ضائع کر دے گا۔ [المجموع شرح المهذب، باب آداب المعلم، ج 1، ص 38]

بعض علماء نے فرمایا: بغیر استاد کے فقط کتابیں پڑھ کر استاد بن جانا بہت بڑی آفت ہے۔

دوسرا ادب: استاد کی اطاعت کرے اور ان کی رائے و مشورے پر عمل کرے

تمام امور میں استاد کی اطاعت کرے اور ان کی رائے و تدبیر سے ہٹ کر نہ چلے اور استاد کے سامنے ایسے ہو جیسے ماہر طبیب کے سامنے مریض، جس شے کا بھی قصد کرے تو استاد سے مشورہ کر لے، اپنی رائے پر استاد کی رضا کو ترجیح دے، ان کی خوب تعظیم کرے، ان کی خدمت کر کے اللہ پاک کا قرب حاصل کرے، یقین جانے کہ ان کی فرمانبرداری میں عزت، ماتحت ہونے میں فخر، اور ان کے لئے عاجزی کرنے میں بلندی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ کسی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو علماء کرام کے لئے تواضع کرنے پر ملامت کی تو آپ نے فرمایا: میں اپنے آپ کو ان کے سامنے جھکاتا

ہوں تو وہ میری عزت کرتے ہیں اور جو اپنے آپ کو نہیں جھکاتا وہ عزت نہیں پاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی جلالت و مرتبے اور اہلِ بیت سے ہونے کے باوجود حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی سواری کی رکاب پکڑ کر فرمایا: ہمیں علماء کا ایسا ہی ادب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

[الشفا بتعریف حقوق المصطفی، فصل وَمِن تَوْقِيرِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَبِرِّهِ بر آلِہ۔۔۔ج 2، ص 50]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے خلف احمر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: میں آپ کے سامنے بیٹھوں گا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے تواضع کرو۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: علم تواضع اور غور سے سنے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور فرمایا: جب بھی استاد تعلیم کا کوئی طریقہ بتائے تو اس کی پیروی کرے اور اپنی رائے کو ترک کر دے کہ استاد کی بظاہر خطا حقیقت میں جسے یہ درست سمجھ رہا ہے اس سے زیادہ فائدہ مند ہو گی۔ اللہ پاک نے اس بات پر حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعے میں تنبیہ فرمائی ہے۔ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ (الکھف: 67) اسے سمجھو کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے رسالت و علم میں بلند رتبہ ہونے کے باوجود حضرت خضر علیہ السلام نے خاموش رہنے کی شرط رکھی تھی۔ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِىۡ عَنۡ شَىۡءٍ حَتّٰۤى اُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ (الکھف: 70)

[إحياء علوم الدين، كتاب العلم، الباب الخامس في آداب المتعلم والمعلم، ج 1، ص 50]

تیسرا ادب: استاد کو عزت و تعظیم کی نگاہ سے دیکھے اور ان کے بارے میں درجۂ کمال کا اعتقاد رکھے کہ یہ بات اسے استاد سے نفع حاصل کرنے کے زیادہ قریب کر دے گی۔

بعض بزرگ اپنے استاد کے پاس جانے سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرتے تھے اور دعا مانگا کرتے: اے اللہ میرے استاد کے عیب مجھ سے پوشیدہ رکھ اور ان کے علم کی برکت سے مجھے محروم نہ فرما۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ان کی تعظیم کی وجہ سے ورق بھی بڑی نرمی سے پلٹا کرتا تھا تاکہ ان کو اس کی آواز سنائی نہ دے۔ [المجموع شرح المھذب، باب آداب المعلم، ج1، ص36]

حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم کی وجہ سے ان کے سامنے مجھے کبھی پانی پینے کی ہمت بھی نہیں ہوئی۔ [ایضاً]

حضرت شریک رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں خلیفہ مہدی کا بیٹا حاضر تھا اس نے دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے حدیث پاک کے متعلق سوال کیا تو آپ نے توجہ نہ فرمائی اس نے دوبارہ سوال کیا تو پھر توجہ نہ فرمائی تو اس نے کہا آپ خلیفہ کی اولاد کو حقیر سمجھتے ہیں؟ فرمایا نہیں لیکن اللہ کی بارگاہ میں علم کا مقام اس سے بلند ہے کہ میں اسے ضائع کر دوں اور یہ بھی مروی ہے کہ علم اہلِ علم کے نزدیک اسے ضائع کرنے سے زیادہ مُزَیّن (آراستہ) ہے۔ [ایضاً]

طالبِ علم کو چاہیئے کہ استاد کو تائے خطاب (اَنْتَ) اور کاف خطاب (اِنَّکَ) (یعنی تو یا تم) سے مخاطب نہ کرے بلکہ "یَا سَیِّدِی" اور "یَا اُستاذُ" کے الفاظ سے مخاطب کرے اور دور سے بھی نہ پکارے۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَیُّھَا الْعَالِمُ اور ایّھا الحافظ (اے عالم صاحب، حافظ صاحب) جیسے الفاظ سے مخاطب کرکے پوچھے کہ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ یا اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ یا اسی طرح کے دیگر الفاظ سے سوال کرے۔

ان کی غیر موجودگی میں بھی ان کا نام نہ لے اور جب نام لے تو ساتھ کوئی ایسا لفظ بھی بولے جس سے تعظیم کا اظہار ہو مثلا شیخ یا استاد نے اس طرح فرمایا، ہمارے شیخ یا حجۃ الاسلام نے فرمایا یا اسی طرح کے دیگر القاب بولے۔

چوتھا ادب: استاد کا حق پہچانے، اور ان کی فضیلت نہ بھولے

امام شُعْبَہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جب میں کسی شخص سے حدیث سنتا ہوں تو سارے زندگی کے لئے اس کا غلام بن جاتا ہوں اور آپ ہی کا فرمان ہے: میں نے جب بھی کسی سے کچھ سُنا تو سننے سے زیادہ ان کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ [الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،الِاعْتِرَافُ بِحَقِّ الْمُحَدِّثِ،ج1،ص191]

استاد کے حقوق سے ہے کہ ان کی موجودگی میں ان تعظیم کرے اور غیر موجودگی میں اگر کوئی ان کی غیبت کرے تو اسے روکے اور ناراضی کا اظہار کرے اور اگر روک نہ سکتا ہو تو اس مجلس سے اُٹھ کر چلا جائے ساری زندگی ان کے لئے دعا کرتا رہے اور ان کے وصال کے بعد ان کی اولاد، رشتہ داروں اور دوست احباب کا خیال رکھے اوران کی قبر کی زیارت کرنے اور ان کے لئے استغفار و صدقہ کرنے کا خاص خیال رکھے پیروی و رہنمائی کرنے میں انہیں کے طریقے پر چلے علم و دین سکھانے میں ان کے طریقے کا لحاظ رکھے اپنی عادات وعبادات میں ان کی حرکات و سکنات کی پیروی کرے ان کے آداب اپنائے اور ان کی اقتداء نہ چھوڑے۔

پانچواں ادب: استاد کی جفاء اور سختی پر صبر کرے

اُستاد سے صادر ہونے والی سختی اور سوءِ خُلق پر صبر کرے اور اس وجہ سے نہ ان کی صحبت چھوڑے اور نہ حسنِ عقیدت میں کمی آنے دے اور ان کے جو افعال اسے بظاہر درست نہ لگ رہے ہوں ان کو اچھی تاویل پر محمول کرے اور استاد کی سختی پر بھی خود آگے بڑھ کر ان سے معافی مانگے اور توبہ استغفار کرے اور ان کی سختی کا سبب خود کو قرار دیتے ہوئے اپنے آپ کو ہی ملامت کرے کیونکہ اس کا ایسا کرنا استاد کی اس سے محبت کو زیادہ باقی رکھے گا اور ان کے دل میں اس کے لئے مزید جگہ بنائے گا اور اس کے لئے دنیا و آخرت میں نفع مند ہو گا۔

بعض اسلاف سے منقول ہے: جو دورانِ تعلیم تواضع پر صبر نہیں کرتا اس کی باقی عمر جہالت کے اندھیرے میں گزر جاتی ہے جو اس پر صبر کرتا ہے اسے دنیا و آخرت میں عزت ملتی ہے۔ [المجموع شرح المهذب، باب آداب المعلم، ج1، ص37]

کسی شاعر نے کہا:

أَصْبِرْ لِدَائِكَ إِنْ جَفَوْت طَبِيبَهُ ... وَاصْبِرْ لِجَهْلِكَ إِنْ جَفَوْت مُعَلِّمَا

اگر تو نے طبیب سے جفا کی تو اپنی بیماری برداشت کرتا رہ اور اگر تو نے استاد سے جفا کی تو اپنی جہالت پر صبر کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میں نے دورانِ طالبِ علمی عاجزی کی تو مطلوب بن کر عزت پائی۔ [المجموع شرح المهذب، باب آداب المعلم، ج1، ص37]

حضرت معاذ بن عمران رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: جس نے عالمِ دین پر غصہ کیا تو وہ ایسا ہے گویا جامع مسجد کے ستونوں پر غصہ کیا (یعنی اس کے غصے سے خود اسے ہی نقصان ہو گا)۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،الرِّفْقُ بِالْمُحَدِّثِ، وَاحْتِمَالُهُ عِنْدَ الْغَضَبِ، ج1، ص223]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کسی نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی لوگ آپ کے پاس دُور دَراز علاقوں سے آتے ہیں اور آپ ان پر اظہارِ غضب فرماتے ہیں عنقریب وہ آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے تو آپ نے فرمایا: اگر وہ اپنے فائدے کی چیز (علم) میری بد اخلاقی کی وجہ سے چھوڑ دیں گے تب تو وہ تمہاری طرح بے وقوف ہیں۔

[مناقب الشافعي للبيهقي، ما يؤثر عن الشافعي، رحمه الله، في فضل العلم والترغيب، ج2، ص146]

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: پانچ بندوں کی تعظیم و توقیر لوگوں پر واجب ہے اور ان میں عالم دین کا بھی ذکر فرمایا تاکہ اس کے علم سے استفادہ کیا جاسکے۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،الرِّفْقُ بِالْمُحَدِّثِ، وَاحْتِمَالُهُ عِنْدَ الْغَضَبِ، ج1، ص222]

چھٹا ادب: استاد سختی سے بھی اصلاح کرے تو بُرا نہ منائے

استاد طالبِ علم میں موجود خوبی پر اسے مُطَّلع کرے یا کسی عیب، سستی یا کوتاہی پر ڈانٹ دے یا اس کے علاوہ کسی ایسی بات پر مطلع کرے یا ڈانٹ دے جس میں اس کی رہنمائی اور اصلاح کا پہلو ہو تو استاد کا شکریہ ادا کرے اور اسے استاد کے صدقے اللہ پاک کی نعمتوں سے ملنے والی ایک نعمت شمار کرے کہ استاد کی اس پر خصوصی توجہ و نظر ہے شاگرد کا ایسا کرنا استاد کے قلب کو اس کی طرف زیادہ مائل کرے گا اور اس کے مصالح پر خصوصی توجہ کا باعث ہو گا۔

اگر استاد اسے ادب کا کوئی نکتہ بتائے یا اس سے صادر ہونے والی کوتاہی پر آگاہ کرے تو اگرچہ وہ اسے پہلے سے جانتا ہو پھر بھی اس بات کا اظہار نہ کرے کہ وہ اسے جانتے ہوئے اس سے غافل تھا بلکہ استاد کے بتانے اور توجہ دلانے پر شکریہ ادا کرے اور اگر اس نے ایسا کسی عذر کی وجہ سے کیا ہو اور وہ

عذر استاد کو بتا دینے میں فائدہ ہو تو بتا دے ورنہ رہنے دے اور اگر نہ بتانے سے کوئی خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو لازمی بتا دے۔

ساتواں ادب: استاد کی بارگاہ میں اجازت لے کر حاضر ہو

مجلسِ عام کے علاوہ جب بھی استاذ کے پاس حاضر ہونا چاہے تو اجازت طلب کرے اگرچہ استاد اکیلے ہوں یا کوئی اور بھی ان کے ساتھ موجود ہو اور اگر اس نے اجازت طلب کی اور استاذ نے اسے پہچانتے ہوئے بھی اجازت نہ دی تو واپس لوٹ جائے اور دوبارہ اجازت طلب نہ کرے اگر اسے شک ہو کہ استاد نے پہچانا ہے یا نہیں تو تین مرتبہ سے زیادہ اجازت طلب کرنے، دروازہ یا کنڈی کھٹکھٹانے سے بچے، بادب نرمی کے ساتھ پہلے انگلیوں کے ناخنوں سے پھر انگلیوں سے پھر کُنڈی کے ذریعے تھوڑا تھوڑا دروازہ کھٹکھٹائے اگر استاذ دروازے سے دُور تشریف فرما ہوں تو اتنا اونچا کھٹکھٹائے کہ وہ سن لیں اس سے زیادہ اونچا نہ کھٹکھٹائے اگر پوری کلاس نے اجازت طلب کی تو اجازت ملنے پر پہلے افضل اور زیادہ عمر والا داخل ہو اور استاذ کو سلام کرے اور پھر بقیہ بھی بترتیبِ افضلیت داخل ہوتے جائیں۔

جب استاد و شیخِ کامل کی بارگاہ میں حاضری ہو اور ناخن و بال کاٹنے کی حاجت ہو تو کاٹ کر اور ناپسندیدہ بو دور کرکے بہترین انداز میں، پاک اور صاف ستھرے بدن اور لباس میں حاضر ہو بالخصوص جب علم کی مجلس میں جانا ہو کیونکہ وہ ذکر و عبادت کی مجلس ہے۔

مجلسِ عام کے علاوہ جب استاد کی بارگاہ میں حاضر ہو اور وہ کسی سے محوِ گفتگو ہوں اور اس کے آنے کی وجہ سے گفتگو موقوف کردیں یا استاذ تنہا نماز ذکر، تحریر یا مطالعے میں مصروف ہوں اور جب نماز مکمل کرکے یا دیگر کام موقوف کرکے اس سے کلام کی ابتداء نہ کریں یا طویل گفتگو نہ کرنا چاہیں

توشاگرد سلام کر کے فوراً لوٹ آئے مگر جبکہ استاد خود ٹھرنے کا کہیں تو رک جائے مگر زیادہ دیر نہ ٹھرے مگر جبکہ استاد خود فرمادیں۔

اسے چاہیئے کہ جب استاد کی بارگاہ میں حاضر ہو اور ان کے پاس بیٹھے تو دل دیگر مشاغل سے فارغ اور دماغ حاضر رکھے۔ اونگھ ،غصے یا شدید بھوک پیاس وغیرہا کی کیفیت میں حاضر نہ ہو تاکہ جو پڑھایا جائے اس سے اِنشراحِ صدر نصیب ہو اور جو سنے اسے یاد کر سکے اگر سبق کے لئے استاد کے گھر حاضر ہو اور انہیں وہاں بیٹھا ہوا نہ پائے تو انتظار کرلے تاکہ اس کا سبق رہ نہ جائے کیونکہ جو سبق رہ جائے اس کا کوئی شے عوض نہیں ہو سکتی اور ان کو باہر بلانے کے لئے دروازہ نہ کھٹکھٹائے اور اگر وہ آرام فرماہوں تو ان کے جاگنے تک وہیں رک کر انتظار کرلے یا اس وقت واپس لوٹ آئے اور پھر حاضر ہو جائے مگر وہاں رک کر انتظار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کی طلب میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے کے باہر ہی بیٹھ جاتے یہاں تک کے وہ بیدار ہو کر خود باہر تشریف لاتے آپ سے کہا جاتا ہم آپ کے لئے انہیں جگادیں تو آپ فرماتے: "نہیں"۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،بَابُ أَدَبِ الِاسْتِئْذَانِ عَلَى الْمُحَدِّثِ،ج1،ص159]

کبھی آپ کافی دیر باہر ہی ٹھرے رہتے اور سورج کی تپش برداشت کرتے تھے۔ بزرگوں کا اندازِ ادب ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔

استاد سے اپنے لئے مخصوص ٹائم نہ مانگے

استاد سے ایسے وقت میں پڑھانے کی درخواست نہ کرے جس میں انہیں دشواری ہو یا وہ اس وقت پڑھانے کے عادی نہ ہوں اور نہ ہی صرف اپنی پڑھائی کے لیے کوئی وقت مخصوص کروائے اگرچہ رئیس یا بڑا آدمی ہو کہ یہ

حماقت اور استاد، طلبہ اور علم پر ایک قسم کی بڑائی چاہنا ہے اور بسا اوقات استاذ حیا کے سبب اپنا اہم کام چھوڑ کر اس کے لئے وقت تو مخصوص کر دے گا مگر طالبِ علم فلاح نہیں پا سکے گا اور اگر استاد خود اس کو کلاس میں حاضری سے مانع عذر یا استاد کے پیشِ نظر کسی مصلحت کے سبب مخصوص وقت عطا کر دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

آٹھواں ادب: استاد کے سامنے باادب بیٹھے

استاد کے سامنے اس طرح باادب بیٹھے جیسے چھوٹا بچہ قاری صاحب کے سامنے (دوزانو) باادب بیٹھتا ہے یا چار زانو عاجزی وانکساری اور سکون ووقار سے بیٹھے نظر استاد کی طرف رکھے اور غور سے سُنے اور پوری توجہ سے ان کی بات سمجھے تاکہ ان کو بات دہرانے کی زحمت نہ دے بلا ضرورت کسی اور طرف متوجہ نہ ہو اور بغیر حاجت دائیں بائیں اوپر یا سامنے نہ دیکھے بالخصوص جب استاد اسی کے لیے کسی مسئلے کو دُوہرا رہے ہوں یا اس کے ساتھ گفتگو کر رہے ہوں تو استاد کے علاوہ کسی اور کی طرف نظر نہ اُٹھائے اور کوئی شور وغل سنے تو مضطرب نہ ہو اور نہ ہی اس کی طرف متوجہ ہو بالخصوص جب استاذ اسی کے لیے کسی مسئلے پر گفتگو کر رہے ہوں۔

نہ آستین جھاڑے اور نہ ہی چڑھائے، ہاتھ، پاؤں یا دیگر اعضاء سے نہ کھیلے، ہاتھ داڑھی یا منہ پر نہ رکھے، نہ ناک میں انگلی ڈالے اور نہ ہی ناک سے کچھ نکالے، منہ کھولنے، دانت بجانے، اور ہتھیلی زمین پر مارنے، یا انگلیوں سے زمین پر لکیریں کھینچنے، ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے، ازار سے کھیلنے، استاذ کی موجودگی میں دیوار، تکیہ یا ستون سے ٹیک لگانے یا ان پر ہاتھ رکھنے سے بچے۔

استاد کی طرف کروٹ یا پیٹھ نہ کرے اور اپنے ہاتھ سے پیچھے یا کروٹ کی جانب ٹیک نہ لگائے بلاضرورت زیادہ کلام نہ کرے، کوئی ایسی حکایت بیان نہ کرے جس سے ہنسی آئے یا جس میں فحش ہو یا بد کلامی یا بد اخلاقی پر مشتمل ہو استاذ کے سامنے عجیب یا غیر عجیب کسی بات پر نہ ہنسے اور اگر ہنسی آئے تو بھی بغیر آواز کے فقط مُسکرا دے۔

بلاحاجت زیادہ نہ کھنکھارے، تھوکنے، بلغم نکالنے سے جہاں تک ممکن ہو بچے اور بلغم نہ تھوکے بلکہ رومال یا کپڑے کے کنارے کے ذریعے منہ صاف کرلے، استاذ سے کسی مسئلہ پر گفتگو یا مذاکرہ کرتے وقت قدموں کے ڈھانپنے، کپڑے سے دیگر اعضاء ڈھانپ کر رکھنے اور پُر سکون رہنے کا خاص خیال رکھے، چھینکتے وقت آواز پست رکھے، اور منہ رومال وغیرہ سے چُھپالے، حتی الامکان جماہی روکے اور منہ ڈھانپ لے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: عالم کا تجھ پر حق ہے کہ قوم کو سلام کرو تو عالم کو بالخصوص الگ سے سلام کرو اور اس کے سامنے بیٹھو، اس کے ہوتے ہوئے ہرگز کسی طرف ہاتھ سے اشارہ نہ کرو، اور ہرگز اپنی نگاہ کسی اور کی طرف نہ پھیرو، اس کے سامنے یہ مت کہو کہ فلاں کا قول آپ کے خلاف ہے اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو، ہرگز اس کی لغزش نہ چاہو، اور اگر وہ لغزش کر جائے تو اس کی معذرت قبول کرو، تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کی تعظیم کرو، اگر اسے کوئی حاجت درپیش ہو تو پوری قوم اس کی خدمت کرنے میں سبقت کرے، اس کی مجلس میں سرگوشی نہ کرو، (جب عالم جانے لگے تو) اس کے کپڑے نہ پکڑو، تھک جائے تو اسے مجبور نہ کرو، اس کی طویل صحبت سے سیر نہ ہو، وہ کھجور کے اس درخت کی مانند ہے جس سے کھجور گرنے کے تم منتظر ہو۔ [المجموع شرح المہذب، باب آداب المعلم، ج1، ص36]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نصیحت میں جو باتیں جمع فرما دی ہیں وہ کافی ہیں۔

بعض علماء نے فرمایا: استاذ کی تعظیم سے ہے کہ ان کی جگہ نہ بیٹھے ان کی جائے نماز اور تکیے پر بھی نہ بیٹھے اور اگر استاد اس بات کا حکم دیں تو بھی ایسا نہ کرے اور اگر اسے یقین ہو کہ استاذ کا حکم نہ ماننا ان پر شاق ہو گا تو ایسی کیفیت میں حکم کی پیروی کرے اور پھر ادب کے تقاضے کی طرف لوٹ آئے۔ اس میں کلام ہے کے حکم ماننے اور ادب کرنے میں کون سی بات بہتر ہے؟ راجح وہی تفصیل ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں یعنی اگر استاذ اس طرح پُر عزم حکم دیں جس کی مخالفت انہیں ناگوار ہو تو حکم ماننا بہتر ہے ورنہ ادب کی راہ اختیار کرنا بہتر ہے کیونکہ ممکن ہے استاذ کے حکم میں اس کی بھلائی، اس کے احترام کا اِظہاراوراسے اہمیت دینا مقصود ہو تو شاگرد استاذ کے حکم کا تعظیم و ادب کے ساتھ موازنہ کرلے۔

نواں ادب: استاذ سے گفتگو کا انداز انتہائی مؤدبانہ ہو

استاذ سے جتنا ہو سکے اتنے ہی بہترین انداز میں گفتگو کرے ان سے یہ الفاظ نہ کہے "کیوں"؟ "ہم نہیں مانتے" "یہ بات کس نے نقل کی؟ یہ کہاں لکھا ہے؟ وغیرہا اور اگر کسی بات کا حوالہ دریافت کرنے میں استفادہ مقصود ہو تو انتہائی لجاجت کے ساتھ دریافت کرے اور بہتر یہ ہے کہ دوسری مجلس میں پوچھ لے بعض اسلاف سے منقول ہے جس نے اپنے استاد سے "کیوں" کہا وہ کبھی کامیاب نہ ہو گا۔

اگر استاد کوئی بات بتائے تو شاگرد یوں نہ کہے میں بھی یہی کہتا ہوں میرے دل میں بھی یہی بات آئی ہے، یہ بات میں نے سنی ہوئی ہے یا فلاں کا بھی یہی قول ہے اِلّا یہ کہ استاذ کی طرف سے اس کی اجازت ہو۔

اسی طرح یہ الفاظ بھی نہ کہے فلاں تو اس کے خلاف کہتا ہے، فلاں نے اس کے خلاف روایت کی ہے، یہ صحیح نہیں ہے وغیرہا۔

جب استاد کسی ایسے قول یا دلیل کو اختیار کر لیں جس کا درست ہونا شاگرد پر ظاہر نہ ہو، یا استاد سے درست مسئلہ بیان کرنے میں سہو ہو جائے تو شاگرد اپنے چہرے یا آنکھوں کو متغیر نہ کرے یا کسی اور کی طرف اس طرح اشارہ نہ کرے جیسے یہ ان کی بات کا مُنکر ہے بلکہ ظاہری طور پر ان کی بات کو قبول کر لے اگرچہ اس وقت استاد توجہ نہ ہونے یا بُھولنے یا غور و فکر کی کمی کے سبب درستگی پر نہ ہوں کیونکہ انسانوں میں فقط انبیائے کرام صلی اللہ علیہم وسلم ہی معصوم ہیں۔

استاد سے مخاطب ہونے میں ان الفاظ سے بچے جن کے بعض لوگ اپنی گفتگو میں عادی ہیں مگر ان الفاظ کے ساتھ استاذ سے گفتگو مناسب نہیں جیسے تمہیں کیا ہے؟ تم سمجھ گئے؟ تم نے سن لیا؟ تم جانتے ہو؟ اے انسان! وغیرہا

استاد کے سامنے وہ الفاظ حکایتاً بھی ذکر نہ کرے جو ان کی شان کے لائق نہیں اگرچہ یہ حکایت ہی کر رہا ہو جیسے فلاں نے فلاں سے کہا: تم کم بھلائی والے ہو، تمہارے پاس کوئی خیر نہیں اور اس طرح کے دیگر الفاظ، بلکہ جب حکایت کرنا چاہئے تو وہ کنایہ الفاظ بولے جو عادۃً حکایت کے لئے بولے جاتے ہیں جیسے فلاں نے فلاں سے کہا اَبُعَد کم بھلائی والا ہے، بعید کے پاس کوئی خیر نہیں ہے وغیرہا۔

استاذ کو بصورتِ رد فوراً جواب دینے سے بچے کہ جو لوگ اچھی طرح ادب کرنا نہیں سیکھے ہوتے ان سے اس طرح کی باتیں بہت واقع ہو جاتی ہیں مثلاً استاذ نے شاگرد سے کہا: تم نے اس طرح کہا تھا تو وہ فوراً کہہ دے: میں نے تو

ایسا نہیں کہا، یا استاذ نے کہا: تمہارے سوال کی مراد یہ ہے یا تمہارے خیال میں ایسا ہے تو شاگرد فوراً کہہ دے نہیں یا میری مراد یہ نہیں، یا میرے خیال میں ایسا نہیں ہے یا اسی طرح کی اور مثالیں، بلکہ استاذ کی بات کو رد کرنے کی بجائے نرم لہجے میں جواب دے۔

اسی طرح استاذ اگر استفہامِ تقریری کے انداز میں سوال کرے جیسے کیا تم نے ایسا نہیں کہا؟ یا کیا تمہاری مراد یہی نہیں ہے؟ تو فوراً استاد کی بات کو رد کرتے ہوئے اس طرح نہ کہے "نہیں" یا "میری مراد یہ نہیں" بلکہ خاموش ہو جائے یا ایسے نفیس کلام سے توریہ کرے کہ استاد اس کی مراد سمجھ جائے۔ اور اگر اپنی بات اور مراد کو واضح بیان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو اس طرح کہتے ہوئے جواب دے کہ اب میں اس طرح کہتا ہوں یا اب میں اس مراد کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اپنی مراد دوہرا دے اور یہ الفاظ نہ کہے کہ "جو میں نے کہا تھا" یا "جو میری مراد تھی" (اس سے رجوع کرتا ہوں) کیونکہ یہ الفاظ استاذ کی بات کے رد کو متضمن ہیں۔

اسی طرح "کیوں" اور "ہم نہیں مانتے" کہنے کی جگہ یہ الفاظ کہے "اگر ہمیں اس طرح کہا گیا تو؟ یا ہم پر یہ اعتراض کیا جائے تو؟ اگر ہم سے اس طرح سوال کیا گیا تو؟ (اس کا کیا جواب ہو گا) وغیرہا تاکہ حسنِ ادب اور عمدہ عبارت کے ساتھ سوال کرتے ہوئے جواب پوچھ لے۔

دسواں ادب: استاد کی گفتگو غور اور شوق سے سننے

استاذ سے کوئی ایسا مسئلہ یا نادر فائدہ، حکایت یا شعر سنے جو اسے پہلے سے یاد ہو تو اسے بھی اس شخص کی طرح غور سے سُنے جو فی الحال اس سے مستفید ہو رہا ہو اور اپنی علمی پیاس بجھا کر خوش ہو رہا ہو اور ایسے سُنے جیسے اس نے یہ بات پہلی کبھی نہیں سنی تھی۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: جب میں کسی شخص سے حدیث سنتا ہوں حالانکہ میں اس سے زیادہ اس حدیث کو جاننے والا ہوتا ہوں تو میں اسے یہ ظاہر کرتا ہوں گویا میں اس میں سے کچھ جانتا ہی نہیں۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،وَلْيَتَّقِ إِعَادَةَ الِاسْتِفْهَامِ لِمَا قَدْ فَهِمَهُ۔۔،ج1،ص200]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی فرمان ہے: جب کوئی نوجوان حدیث بیان کرتا ہے تو میں اتنے غور سے سنتا ہوں گویا میں نے وہ حدیث پہلے سُنی ہی نہ ہو حالانکہ میں نے وہ حدیث پاک اس کی پیدائش سے بھی پہلے سُنی ہوتی ہے۔[ایضاً]

اور اگر استاذ حدیث شروع کرتے وقت سوال کرلے کہ تمہیں یہ حدیث یاد ہے ؟تو جواب میں "جی "نہ کہے کیونکہ اس جواب میں استاد سے استغناء پایا جاتا ہے اور "نہ " بھی نہ کہے کیونکہ یہ جھوٹ ہے بلکہ اس طرح جواب دے کہ میں آپ سے مستفید ہونا یا سننا پسند کرتا ہوں یا کافی پہلے سنی تھی یا آپ کی سند اَصَح ہے۔

اگر استاذ کی کیفیت سے معلوم ہو رہا ہو کہ "ہاں" کہنے سے استاذ اس کے حافظے سے خوش ہو کر مزید علم سکھائیں گے یا اس کے ضبط و حفظ کا امتحان لینے یا اس کے تحصیلِ علم کے اِظہار کے لئے مکمل حدیث پڑھنے کا فرمائیں تو استاد کی رضامندی اور مزید توجہ حاصل کرنے کے لئے ان کے مقصد کی اتباع کرنے میں کوئی حرج نہیں طالبِ علم کو چاہیئے کہ جو بات معلوم ہو اس کے متعلق بار بار سوال نہ کرے اور جو بات سمجھ گیا ہے اس کے متعلق بھی نہ پوچھے کہ اس طرح وقت ضائع کرے گا اور بسا اوقات استاذ کو قلق میں ڈال دے گا۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: حدیث کو دُہرانا(نفس پر) چٹان کو اپنی جگہ سے ہٹانے سے بھی زیادہ دشوار ہے۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،وَلْيَتَّقِ إِعَادَةَ الِاسْتِفْهَامِ لِمَا قَدْ فَهِمَهُ۔۔،ج1،ص197]

طالبِ علم کو چاہیئے کہ اولاً ہی غور سے سننے اور سمجھنے میں کوتاہی نہ کرے یا ذہن کو کسی اور سوچ یا بات میں مشغول نہ کرے کہ استاد سے سبق دہرانے کا سوال کرنا پڑے کیونکہ یہ بے ادبی ہے بلکہ پہلی بار ہی ذہن کو حاضر رکھ کر غور سے استاذ کے کلام کو سُنے بعض مشائخِ کرام اس طرح کے طالبِ علم کے سوال پر سبق دُہرایا نہیں کرتے تھے اور آئیندہ نصیحت کے لئے اسے ڈانٹ دیا کرتے تھے۔

اگر دُوری کی وجہ سے استاذ کا کلام سن نہ سکے یا مکمل توجہ و غور سے سننے کے باوجود سمجھ نہ سکا ہو تو اپنا عذر بیان کرکے سبق دوبارہ دُہرانے یا سمجھانے کی اچھے انداز میں التجاء کر سکتا ہے۔

گیارہواں ادب: استاد سے پہلے کسی مسئلے کی شرح بیان نہ کرے اور استاذ یا کسی اور سے سوال کیا گیا ہو تو جواب دینے میں ان سے پہل نہ کرے اور ان سے مقابلہ بازی و فخر نہ کرے اور استاد کے بتانے سے پہلے یہ ظاہر نہ کرے کہ مجھے معلوم ہے اور اگر استاذ خود ابتداءً ہی مسئلہ اس پر پیش کردیں اور جواب دینے کا کہیں تو اب جواب دینے میں حرج نہیں۔

استاذ کی کوئی بات نہ کاٹے اور نہ کلام کرنے میں پہل کرے اور نہ استاد سے مقابلہ کرے بلکہ ان کی بات ختم ہونے تک صبر کرے اس کے بعد اپنی بات کرے اور جب استاذ خاص اس سے یا پوری کلاس سے مخاطب ہوں تو کسی اور سے بات چیت نہ کرے۔

اپنا ذہن استاذ کی طرف اس طرح متوجہ رکھے کہ جب وہ اسے کسی بات کا حکم دیں یا کچھ پوچھیں یا کسی بات کی طرف اشارہ کریں تو استاد کو دُہرانے کی زحمت نہ دے بلکہ اسے پُورا کرنے میں جلدی کرے اور دُوبارہ نہ پوچھے نہ ہی یہ اعتراض کرے کہ اگر ایسا حکم نہ دیتے (تو اچھا تھا)؟

بارہواں ادب: استاد سے کوئی شے لینے دینے کے آداب

استاذ کوئی چیز عطا کریں تو سیدھے ہاتھ سے لے اور اگر استاذ کو کچھ پیش کرے تو بھی سیدھے ہاتھ سے اگر ایسا صفحہ، فتوی، مکتوب وغیرہ پیش کرے جو استاذ نے پڑھنا ہو تو اسے کھول کر پیش کرے نہ کہ بند حالت میں مگر جبکہ استاد کی طرف سے اس بات کی اجازت کا یقین یا غالب گمان ہو۔

اگر استاذ سے کوئی ورق لینا ہو تو استاد کے لپیٹنے یا بند کرنے سے قبل کھلی حالت میں جلدی سے پکڑ لے اور اگر استاذ کو کتاب پیش کرے تو کھولنے اور پڑھنے کے لئے تیار حالت میں (یعنی سیدھی) پکڑائے کہ استاد کو گھما کر سیدھی نہ کرنی پڑے اور اگر استاذ نے کتاب کسی خاص مقام سے دیکھنے کے لئے مانگی ہو تو وہ مقام کھول کر کتاب پیش کرے اور وہ مقام بھی معین کر دے (مثلاً اس جگہ انگلی رکھ کر کتاب پیش کرے)۔

استاد سے کوئی شے کتاب، صفحہ وغیرہ آگے بڑھا کر پیچھے نہ کھینچے اور اگر دُور ہو تو ہاتھ لمبا نہ کرے اور استاذ کو بھی کوئی شے لینے یا عطا کرنے کے لئے ہاتھ بڑھانے کی زحمت نہ دے بلکہ خود اُٹھ کر استاذ کے پاس چلا جائے اور استاذ سے کوئی شے کھینچے نہیں (بلکہ نرمی سے پکڑے)۔

جب استاد کے قریب بیٹھے تو اتنا قریب نہ ہو جسے بے ادبی شمار کیا جائے اپنا ہاتھ پاؤں، بدن کا کوئی حصہ یا کپڑا استاد کے کپڑے، تکیے یا نشست پر نہ رکھے ہاتھ سے ان کی طرف اشارہ نہ کرے، اپنا ہاتھ ان کے چہرے اور سینے کے قریب یا بدن کے کسی حصے سے مس نہ کرے۔

جب استاد کو لکھنے کے لئے قلم پیش کرے تو اس میں پہلے روشنائی بھر لے اور ان کے سامنے دوات رکھنی ہو تو ڈھکن کھول کر لکھنے کے لئے تیار حالت میں رکھے۔

جب استاد کو چھری پیش کرنی ہو تو لمبائی میں دھار والی طرف ان کی طرف نہ کرے اور نہ دَستہ ان کی طرف اس طرح کرے کہ لمبائی میں دھار والی طرف اس کے اپنے ہاتھ میں ہو بلکہ چھری چوڑائی میں اس طرح پکڑائے کے دھار ان کی طرف ہو اور قبضہ والی جگہ سے قریب لوہے والی جگہ سے پکڑے ہوئے ہو اور اس کا دستہ استاذ کے دائیں طرف ہو۔

استاذ کو نماز پڑھنے کے لئے جائے نماز پیش کرے تو پہلے اسے کھول لے اور ادب تو یہ ہے کہ بچھا بھی دے اور جب بچھادے تو صوفیہ کی عادت کے مطابق اس کا پچھلا بائیں طرف کا کنارا موڑ دے اور اگر وہ تہہ کی ہوئی ہو تو اس کا کنارہ نمازی کے بائیں طرف کر دے اگر اس میں محراب کی تصویر بنی ہو تو ممکنہ صورت میں اسے قبلہ رخ رکھے۔

استاد کی موجودگی میں جائے نماز پر نہ بیٹھے اور اگر پاک جگہ میسر ہو تو اس پر نماز بھی نہ پڑھے جب استاذ نماز پڑھ کر کھڑے ہوں تو جائے نماز اُٹھانے اور بشرطِ حاجت ان کا ہاتھ یا بازو تھامنے اور اگر استاذ کو ناگوار نہ گزرے تو ان کے جوتے ان کے سامنے رکھنے میں دوسرے لوگوں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرے اور ان کاموں میں تقرب اِلی اللہ اور استاذ کا دل خوش کرنے کی نیت کرے۔

کہا جاتا ہے کہ چار چیزوں سے شریف انسان عار محسوس نہیں کرتا اگرچہ حکمران بن جائے۔(1) والد کے لئے تعظیماً کھڑا ہونا(2) استاذ کی خدمت کرنا(3) جو بات نہیں جانتا اس کے متعلق پوچھنا(4) مہمان کی خدمت کرنا۔

تیرہواں ادب: استاد کے ساتھ چلنے کے آداب

جب استاذ کے ساتھ چلے تو رات کے وقت ان سے آگے اور دن کے وقت پیچھے چلے مگر جب کے حالت اس کے خلاف کا تقاضا کرے جیسے ہجوم وغیرہ، مجہول الحال جیسے کیچڑ یا اُترائی اور خطرے والے مقامات میں آگے چلے اور ان کے کپڑوں پر چھینٹے ڈالنے سے بچے ہجوم والی جگہ اپنے بدن سے ان کو آگے یا پیچھے سے دھکا لگنے سے بچائے۔

جب آگے چلے تو تھوڑی تھوڑی دیر بعد پیچھے مُڑ کر بھی دیکھتا رہے اگر یہ استاد کے ساتھ اکیلا ہو اور چلنے کے دوران استاذ اس سے گفتگو بھی کر رہے ہوں تو دونوں سائے میں ہوں تو دائیں طرف تھوڑا سا آگے ہو کر رُخ استاذ کی طرف کر کے چلے (تا کہ استاد کو گردن موڑ کر دیکھنے کی زحمت نہ ہو) اور بائیں طرف چلنے کا بھی قول ہے۔

جو استاد کے قریب ہو یا ہونا چاہئے تو اگر استاذ اسے نہ جانتے ہوں تو انہیں اس کا تعارف کروائے حاجت یا استاذ کے کہے بغیر اُن کے ساتھ ساتھ نہ چلے اور اپنا کندھا یا دونوں کے سوار ہونے کی صورت میں اپنی سواری کی رکاب ان کو ٹکرانے اور کپڑے ان سے چمٹنے سے بچائے، گرمیوں میں سائے اور سردیوں میں دھوپ والی جانب، اور وہ جانب کہ جب وہ اس کی طرف متوجہ ہوں تو دھوپ کی تپش ان کے چہرے پر نہ پڑے ان کے لئے ایثار کر دے استاد جس سے محوِ گفتگو ہوں اس کے اور استاذ کے درمیان نہ چلے بلکہ جب وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہو تو یہ آگے یا پیچھے ہو کر چلے ان کے قریب بھی نہ ہو، نہ ان

کی باتیں سنے اور نہ ان کی طرف متوجہ ہو اگر وہ دونوں اسے اپنی گفتگو میں شریک کریں تو استاذ کی دوسری طرف ہو کر چلے دونوں کے بیچ میں داخل نہ ہو اگر استاذ کے ساتھ دو طلبہ ہوں اور استاد دونوں کو ساتھ چلائیں تو بعض نے اس کو ترجیح دی کہ دائیں طرف بڑا چلے اور اگر دونوں ساتھ نہ چلیں تو بڑا چھوٹے سے آگے چلے۔

راہ چلتے ہوئے استاد سامنے سے آجائیں تو سلام میں پہل کرے اور اگر استاد دُور ہوں تو قریب جاکر سلام کرے دُور سے نہ پُکارے نہ سلام کرے پیچھے سے بھی سلام نہ کرے بلکہ قریب آکر معمولی سا آگے ہو کر سلام کرے۔

راستہ اختیار کرنے میں جب تک استاذ خود اس سے مشورہ نہ لیں یہ مشورہ دینے میں پہل نہ کرے مشورہ طلب بھی کریں تو مشورہ دیتے وقت استاذ کو اپنی رائے کی طرف مائل کرنے میں ادب کالحاظ رکھے استاد کی رائے خطا پر بھی مبنی ہو تو جواباً یہ الفاظ نہ کہے یہ خطا ہے، میری رائے یہ نہیں ہے، بلکہ استاذ کو درست بات کا قائل کرنے میں بھی اچھے انداز سے گفتگو کرے جیسے "مجھے لگتا ہے کہ ایسا کر لینے میں فائدہ ہو گا" اس طرح کے الفاظ بھی نہ کہے کہ "میری رائے اس طرح ہے"۔

تیسری فصل

سبق اور حلقۂ درس کے آداب اور اس میں استاذ اور رفقاء کے ساتھ آداب

اس فصل میں تیرہ (13) قسم کے آداب ہیں۔

1: **علم کی ابتداء قرآنِ کریم سے کرے** اور اسے مضبوط حفظ کرلے پھر تفسیر اور قرآنِ کریم سے متعلق دیگر علوم میں مہارت حاصل کرے کیونکہ قرآن تمام علوم کی اصل ہے اور سب سے اہم ہے اس کے بعد ہر فن یعنی

حدیث، اصولِ حدیث، اصولِ فقہ، عقائد، صَرف، نحو وغیرہ کی ایک ایک مختصر کتاب اول تا آخر حفظ کر لے۔

ان علوم میں ایسا مشغول نہ ہو کہ تلاوتِ قرآن وحفظِ قرآن اور یومیہ یا چند ایام یا ہفتہ وار تلاوت کے معمول سے جو پہلے بیان ہو چکا اس سے غافل ہو جائے۔

قرآنِ کریم حفظ کرنے کے بعد بھلائے جانے سے بچے کہ احادیثِ مبارکہ میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

جو مختصرات حفظ کی ہیں ان کی شرح اساتذہ سے پڑھے اور اولاً خود ہی شروحات پڑھنے پر اعتماد نہ کرلے بلکہ ہر فن اس استاد سے پڑھے جو اس فن کا سب سے اچھا پڑھانے والا، اور اس میں سب سے زیادہ تحقیق کرنے والا، سب سے زیادہ اس علم کو جاننے والا، اور جو کتاب یہ پڑھ رہا ہے اس کی باریکیوں کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو مگر استاذ میں دین، تقوی، شفقت وغیرہ مقدم صفات کو مدِ نظر رکھنے کہ بعد ان باتوں کا لحاظ رکھے اور اگر اس کتاب اور اس کی شرح کسی اور سے بھی پڑھنا چاہے اور استاذ کو ناگوار نہ گزرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ورنہ اگر استاذ سے زیادہ فائدے کی امید ہو تو پھر ان کے قلب کی رعایت کرتے ہوئے صرف انہی سے پڑھے کیونکہ یہ طالبِ علم کے لئے زیادہ نفع بخش ہے اور استاد کے زیادہ دل جمعی سے پڑھانے کا سبب ہے۔

حفظ کرنے یا شرح پڑھنے میں حسبِ استطاعت سبق پڑھے، نہ اتنا زیادہ لے کہ اکتا جائے اور اتنا کم بھی نہ ہو جو اس کی صلاحیت کی بہتری میں مُخل ہو۔

2: ابتداءً مسائل میں اختلافات نہ پڑھے

ابتداءً عقلی یا نقلی علوم میں علماء کرام یا لوگوں میں پائے جانے والے اختلافی مسائل نہ پڑھے کیونکہ اس سے اس کا ذہن حیران اور عقل پریشان ہو جائے گی بلکہ اولاً ایک فن کی ایک کتاب اچھی طرح پڑھ و سمجھ لے یا اگر صلاحیت ہو تو مختلف فنون کی کتب استاذ کے پسندیدہ طریقے کے مطابق اچھی طرح پڑھ و سمجھ لے۔

اگر استاذ کے پڑھانے کا طریقہ ایسا ہو کہ وہ اختلافِ اقوال و مذاہب تو نقل کر دیں مگر ان کی اپنی کوئی مستقل رائے نہ ہو تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسے استاذ سے بچے کیونکہ اس سے نقصان زیادہ اور فائدہ کم ہو گا۔

اسی طرح طالبِ علم اپنے ابتدائی دور میں متفرق تصنیفات پڑھنے سے بچے کہ اس طرح اپنا وقت ضائع اور ذہن منتشر کر ڈالے گا بلکہ جو کتاب یا فن پڑھ رہا ہے اپنا سارا وقت اسی میں صرف کرے یہاں تک کہ اس علم میں پختہ ہو جائے بلاوجہ ایک کتاب کو چھوڑ کر دوسری کتاب پڑھنا شروع نہ کرے کہ یہ تنگ دلی اور فلاح نہ پانے کی علامت ہے۔

بہر حال جب اس کی اہلیت ثابت اور معرفت پختہ ہو جائے تو علومِ شرعیہ کا کوئی فن بھی ایسا نہ چھوڑے جس پر اس کی نظر نہ ہو اور اگر مُقدر اور زندگی ساتھ دے تو ان میں سے ہر فن میں مہارت حاصل کرے ورنہ کم از کم ہر فن کا اتنا علم تو ضرور حاصل کرے کہ جس کے سبب اس فن سے بلکل جاہل نہ کہلائے۔

ہر علم سیکھنے میں "اَلْاَهَمُّ فَالْاَهَمُّ" کا اہتمام کرے اور علم پر عمل جو کے علم کا مقصد ہے اس سے ہر گز غافل نہ ہو۔

3: سبق یاد کرنے سے قبل تصحیح (چیک) کروالے

جو کچھ پڑھ رہا ہے اسے حفظ کرنے سے قبل استاذ یا جس کو استاد مقرر کر دیں اس سے عبارت کی اچھے طریقے سے تصحیح (چیک و پروف ریڈنگ) کروا لے اس کے بعد اسے مضبوط یاد کر لے اور یاد کرنے کے بعد اچھے طریقے سے اس کی دوہرائی کرے پھر اس کی دوہرائی کے جو اوقات مقرر کرے ان کی خاص طور پر پابندی کرے۔

تصحیح کروانے سے قبل کچھ بھی یاد نہ کرے کہ تحریف و تصحیف (حروف، اِعراب یا نقطوں) کی غلطی میں پڑ جائے گا پہلے بیان ہو چکا کہ علم فقط کتابوں سے حاصل نہ کرے کہ یہ اس کے لئے سخت نقصان دے ہے۔

تصحیح کے لئے اپنے پاس (لکھنے کے لئے) قلم دوات اور (قط وغیرہ لگانے کے لئے) چاقو (آج کل Sharpener) لازمی رکھے لغت اور اعراب کی جو غلطی نکلے اسے لکھ لے۔

استاد اس کی کسی لفظ میں غلطی نکالیں اور اسے ظنِ غالب یا یقین ہو کہ استاد غلطی نکالنے میں خطا پر ہیں تو اس لفظ کو ما قبل لفظ سے ملا کر استاد کے سامنے دُوہرا دے تا کہ استاذ اپنی خطا پر مُتنبہ ہو جائے یا پھر درست لفظ کو سوالیہ انداز میں بیان کرے کہ کبھی استاد سے سہواً یا عدمِ توجہ کے سبب سبقتِ لسانی سے ایسا ہو جاتا ہے استاذ سے اس طرح نہ کہے "بلکہ یہ یوں ہے" بلکہ استاد کی توجہ دلانے میں انداز نرم رکھے اگر وہ متنبہ نہ ہوں تو یوں عرض کرے "کیا اس کو یوں پڑھ سکتے ہیں؟" اگر استاد درستی کی طرف لوٹ آئیں تو ٹھیک ورنہ نرمی سے اس بات کو دوسری مجلس پر موقوف کر دے کیونکہ ہو سکتا ہے استاذ ہی درست ہوں۔

اسی طرح جب استاذ سے کسی مسئلہ کے جواب میں خطا ہو جائے جس کی تحقیق بعد میں کی جاسکتی ہو اور اس خطا کا اِزالہ دُشوار نہ ہو تو بھی شاگرد مذکورہ طریقہ اختیار کرے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی بعد میں اس خطا کا تدارک دشوار ہو جیسے فتوی کے اوراق میں کتابت کی خطا یا سائل اجنبی ہو یا دُور سے آیا ہو یا خطا پر طعن و تشنیع کرنے والا ہو تو فوراً اشارۃً یا صراحتاً استاد کی توجہ دِلانا ضروری ہے کہ اب فوراً توجہ نہ دِلانا استاذ سے خیانت ہو گی لہذا استاذ کی جس طرح نرمی وغیرہ سے ممکن ہو توجہ دِلا کر خیر خواہی کرنا واجب ہے۔

تصحیح جس عبارت پر پہنچ کر موقوف کرے اس کے سامنے لکھ دے "بَلَغَ الْعَرْضُ اَوِ التَّصْحِيْحُ"یعنی یہاں تک عبارت کی تصحیح ہو چکی ہے۔

4: علمِ حدیث سیکھنے میں پہل کرے

حدیث کی سماعت میں پہل کرے حدیث اور اس سے متعلقہ علوم سیکھنے اور اس کی اسناد وراویوں کے حالات، معانی، احکام، فوائد، لغت اور تواریخ میں غور و فکر کرنے میں غفلت و تاخیر نہ کرے سب سے پہلے صحیح بخاری و صحیح مسلم پڑھنے کا اہتمام کرے پھر بقیہ مشہور اور اسی شان کی اصولِ معتمدہ کتب پڑھے جیسے موَطا امام مالک، سنن ابی داود و نسائی و ابن ماجہ، جامع ترمذی، مسند شافعی اوران کتب سے کم پر تواِکتفی نہیں کرنا چاہیئے فقیہ کے لئے امام ابو بکر بیہقی کی "السنن الکبیر" بہت اچھی و معاون کتاب ہے اور انہی کُتُب میں مُسند امام احمد بن حنبل، مُسند ابن حُمَید اور مُسند بَزار بھی ہیں بالخصوص صحیح، حسن، ضعیف، مسند، مرسل اور حدیث کی بقیہ اقسام کی معرفت حاصل کرے حدیث کا علم عالمِ دین کے دو پَروں میں سے ایک ایسا پَر ہے جو دوسرے پَر کی اکثر باتوں کی تشریح کرتا ہے اور دوسرا پَر قرآنِ پاک کا علم ہے۔

فقط حدیث کی سماعت پر قناعت نہ کرے جیسے اس زمانے کے اکثر محدثین کا حال ہے بلکہ رِوایت (فقط یاد کرنے اور پڑھنے) سے زیادہ دِرایت (معانی مفاہیم سمجھنے) کو اہمیت دے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: "جس نے حدیثِ پاک میں غور و فکر کیا اس کی دلیل مضبوط ہو گی"۔

[جامع بیان العلم وفضلہ، بَابٌ جَامِعٌ فِي آدَابِ الْعَالِمِ وَالْمُتَعَلِّمِ، ج 1، ص 511]

کیونکہ حدیث نقل کرنے اور آگے پہنچانے کا مقصد ہی اس کے معنیٰ کو سمجھنا ہے۔

5: مختصرات یاد کرنے اور ان کی شروحات اچھی طرح سمجھنے کے بعد ہی اس علم کی بڑی کتابوں کا مطالعہ کرے

جب حفظ شُدہ مختصر متون کی شرح پڑھ لے اور ان میں موجود اہم اِشکالات و فوائد کو یاد کر کے لکھ بھی لے تو اب علوم کی تمام اقسام کی مبسوط (بڑی) کتابوں کی دائمی مطالعے کے ذریعے چھان بین کرنے اور جو عمدہ فوائد و دقیق مسائل اور غریب فروع نظر سے گزریں یا سُنے ان کو لکھنے، مشکل مسائل کے حل اور متشابہ احکام میں فرق کرنے کی طرف متوجہ ہو جائے۔

جو فائدہ سُنے اسے معمولی نہ سمجھے اور جو قاعدہ لکھے اس سے لاپرواہی نہ برتے بلکہ سُنے ہوئے کو لکھنے اور لکھے ہوئے کو یاد کرنے میں جلدی کرے اور علم کی طلب میں حوصلہ بلند رکھے علم کی کثرت ممکن ہو تو قلت پر اِکتفیٰ نہ کرے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی وراثت سے تھوڑے پر قناعت نہ کرے جتنا علمی فائدہ حاصل کرنے پر قدرت ہو اس میں تاخیر نہ کرے اور لمبی امید یا عنقریب کر لوں گا کی سوچ اسے اس فائدے سے غفلت میں نہ ڈالے کیونکہ تاخیر میں آفات ہیں اور اگر اس وقت فائدہ حاصل کر لے گا تو اگلے وقت میں کچھ اور

حاصل کر سکتا ہے فراغت ونشاط کے وقت، عافیت کے زمانے، جوانی کی ابتداء، ذہانت، مصروفیات کی کمی کو لاچاری کے عوارض اور منصب کی رکاوٹیں آنے سے قبل غنیمت جانے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سر دار بننے سے قبل فقہ سیکھ لو۔

[صحيح البخاري، كِتَابُ العِلْمِ، بَابُ الِاغْتِبَاطِ فِي العِلْمِ وَالحِكْمَةِ، ج 1، ص 25]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سرداری ملنے سے پہلے فقہ حاصل کر لو کیونکہ جب سردار بن گئے تو فقہ حاصل کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

[مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما يؤثر عن الشافعي، رحمه الله، في فضل العلم، ج 2، ص 142]

اپنے آپ کو کامل اور اساتذہ سے بے نیاز نہ سمجھے کہ یہ عین جہالت اور معرفت کی کمی ہے کہ جو علم اس نے ابھی تک نہیں سیکھا وہ سیکھے ہوئے سے بہت زیادہ ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول پہلے بیان ہو چکا کہ عالم اس وقت تک عالم رہتا ہے جب تک سیکھتا رہے جب سیکھنا چھوڑ دیتا ہے اور اپنے آپ کو سیکھنے سے مُسْتَغْنِی سمجھتا ہے تو جاہل ہو جاتا ہے۔

[الفقيه والمتفقه، بَابُ ذِكْرِ شُرُوطِ مَنْ يَصْلُحُ لِلْفَتْوَى۔۔۔، ج 2، ص 337]

جب اس کی اہلیت کامل اور فضیلت ظاہر ہو جائے اور فنون کی اکثر یا مشہور کتابوں کی چھان بین، مُراجَعَت اور مطالعہ کر لے تو اب تصنیف اور مذاہبِ علماء میں غور و فکر کرنے میں مشغول ہو اور کسی سے اختلاف کرے تو انصاف کا دامن تھامے رکھے جیسا کہ عالم کے آداب میں گزر چکا ہے۔

6: استاذ کے درس وتدریس کے حلقہ میں لازمی شرکت کرتا رہے بلکہ ممکن ہو تو ان کی تمام علمی مجالس میں شرکت کرے کہ استاذ کی صحبت اس کی بھلائی، علم، ادب اور فضیلت میں مزید اضافہ کرے گی۔

جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بیان ہو چُکا عالم کی طویل صحبت سے سیر نہ ہو کہ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے جس سے تم منتظر رہتے ہو کہ تمہارے لئے اس سے کب کوئی کھجور گرے گی۔

استاذ کی خدمت پر ہمیشگی اور دوسروں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرے کہ یہ اسے مزید شرف وعزت دلائے گی۔

ممکن ہوتو استاذ کے حلقۂ درس میں فقط اپنے سبق کے درس(لیکچرLecture) میں شرکت پر ہی اکتفا نہ کرے کہ یہ کم ہمتی، عدمِ فلاح اور ذہنی سُستی کی علامت ہے بلکہ ذہنی صلاحیت متحمل ہو تو استاذ کے بقیہ اسباق کے دروس میں بھی شرکت کرے اور انہیں یاد کرنے، لکھنے اور نقل کرنے کا اہتمام کرے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُن کے اسباق کے درس میں بھی ایسے شرکت کرے جیسے ہر درس اسی کے لئے ہو رہا ہے۔ اگر سب دروس کو لکھنے اور یاد کرنے سے عاجز ہو تو ان میں سے اہم اہم دروس میں شرکت کا اہتمام کرلے۔

طلبہ کے آپس میں سبق کی تکرار کرنے کے فوائد

استاذ کی مجلس میں حاضر ہونے والے طلبہ سبق میں بیان ہونے والے فوائد، قواعد وضوابط، وغیرہ اور استاذ کی گفتگو کو آپس میں سنائیں اور دوہرائیں کہ اس مذاکرے کا بہت فائدہ ہے اور یہ مذاکرہ استاذ کی مجلس سے اٹھنے کے بعد اَذہان کے منتشر ہونے، سوچوں کے بکھرنے، اور جو کچھ سُنا ہے اس میں سے کچھ ذہن سے نکل جانے سے قبل ہونا چاہیئے اور اس کے علاوہ بھی دیگر اوقات میں اس کی باہم دوہرائی کریں۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **افضل مذاکرہ رات کے وقت ہونے والا مذاکرہ ہے۔**

اسلاف کی ایک جماعت عشاء کے وقت سے **علمی مذاکرہ** شروع فرماتی اور صبح کی اذان تک وہیں بیٹھے مذاکرہ فرماتی رہتی۔

[المجموع شرح المھذب، باب آداب المعلم، ج1، ص38]

اگر مذاکرے کے لئے کوئی اور طالبِ علم میسر نہ ہو تو اپنے آپ سے مذاکرہ کرلے جو الفاظ اور معانی درس میں سُنے ہیں انہیں اپنے دل میں دوہرائے تاکہ ذہن میں بیٹھ جائیں کہ دل میں معنی کی دوہرائی بالکل ایسی ہی ہے جیسے زبان سے الفاظ کی دہرائی، جو استاد کی موجودگی میں ہی سبق سمجھے اور غور و فکر کرے اور بعد میں سبق کو ایسے ہی چھوڑ دے اور دہرائی نہ کرے تو ایسا طالبِ علم کم ہی کامیاب ہوتا ہے۔

7: استاذ کی مجلس میں حاضر ہو تو حاضرین کو اتنی آواز سے سلام کرے کہ سب سُن لیں اور استاد کو مزید عزت و احترام سے الگ بھی سلام کرے اور جاتے وقت بھی اسی طرح سلام کرے بعض علماء نے علم کی مجالس کو جب طالبِ علم علم حاصل کر رہے ہوں ان مقامات میں شمار کیا ہے جہاں سلام نہیں کرنا چاہیئے لیکن یہ قول لوگوں کے عمل اور عرف کے برخلاف ہے ہاں اگر اکیلا شخص اپنا سبق یاد کرنے یا تکرار کرنے میں مصروف ہو تو اس کے متعلق اس قول پر عمل کی توجیہ ممکن ہے استاد کو سلام کرنے کے بعد ان کے قریب جانے کے لیے حاضرین کی گردنیں نہ پھلانگے جبکہ اس کا ایسا مقام و مرتبہ نہ ہو بلکہ آخر میں ہی بیٹھ جائے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے لیکن اگر استاذ یا حاضرین اسے آگے آنے کی صراحتاً اجازت دیں یا اس کا مقام و مرتبہ ایسا بلند ہو یا وہ یقینی طور پر جانتا ہو کہ استاذ و حاضرین کی طرف سے اسے

اجازت ہے تو پھر آگے جانے میں حرج نہیں، کسی کو اُٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے اور نہ ہی بیٹھنے میں قصداً کسی کے لئے جگہ تنگ کرے اور اگر کوئی اس کے لئے اپنی جگہ ایثار کرے تو قبول نہ کرے مگر جبکہ اس میں کوئی ایسی مصلحت ہو جسے حاضرین جانتے ہوں اور ان کے استاذ سے قریب بیٹھ کر مسائل میں گفتگو کرنے سے حاضرین فائدہ اٹھائیں یا ان کی عمر یا فضیلت و نیکوکاری زیادہ ہونے کی وجہ سے جگہ ایثار کرے تو قبول کرلیں۔

اور جس طالبِ علم کو استاد کا قرب ملا ہو تو اسے کسی کے لئے ایثار نہ کرے سوائے اس کے جو عمر، عمل یا نیک ہونے کی بنا پر اس سے زیادہ حق دار ہو طالبِ علم کو استاد کے قریب بیٹھنے کا حریص ہونا چاہیئے جبکہ اپنے سے بہتر سے آگے بیٹھنا نہ پایا جائے استاد اگر بلند مقام پر تشریف فرما ہوں تو مجلس میں سے افضل افراد ان کے دائیں بائیں بلند جگہ بیٹھنے کے زیادہ حق دار ہیں اور اگر استاد مَسند وغیرہ پر (ٹیک لگائے) تشریف فرما ہوں تو معظّم افراد دیوار کے ساتھ اور ان کے سامنے والی دیوار کے ساتھ بیٹھنے کے زیادہ حق دار ہیں۔

ایک یا زیادہ اسباق کے رفقاء استاذ کی طرف رخ کر کے ایک ہی سمت میں بیٹھیں تا کہ پڑھاتے وقت استاد کی نظر سب پر رہے اور استاذ دیکھنے میں بھی کسی کو دوسروں پر ترجیح نہ دے تدریس کی مجالس میں عرف یہ ہے کہ زیادہ سمجھدار طلبہ استاذ کے سامنے بیٹھتے ہیں اور معظم افراد جیسے طلبہ کی دہرائی کروانے والا یا زیارت کو آنے والا دائیں یا بائیں بیٹھتے ہیں۔

8: طالبِ علم استاد کی مجلس کے حاضرین کا ادب کرے کہ یہ استاذ ہی کا ادب اور اُنہی کی مجلس کا احترام ہے چونکہ وہ حاضرین اس کے رُفقَاء بھی ہیں لہذا اپنے رفقاء کی توقیر کرے اور ہم عمر اور بڑوں سب کا احترام کرے حلقہ لگا ہو تو حلقے کے درمیان یا بلا ضرورت کسی کے آگے نہ بیٹھے جیسا کہ حدیث

کی مجلس میں ضرورتاً ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہو کر بیٹھا جاتا ہے دو رُفقاء اور مِل کر بیٹھنے والوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے اور اپنے سے بہتر شخص سے بلند مقام پر بھی نہ بیٹھے اور حاضرین کو چاہیئے کہ جب کوئی مجلس میں آئے تو اسے خوش آمدید کہیں اور اس کے لیے جگہ کُشادہ کریں اس کی شخصیت کے مطابق اس کا اکرام کریں۔

اور اِس کے لئے جب جگہ کشادہ کی جائے مگر جگہ تنگ ہو تو وہ پھیل کر نہیں بلکہ سمیٹ کر بیٹھے کسی کے (چہرے کی طرف) اپنی پیٹھ یا کروٹ نہ کرے اور استاذ سے مخاطب ہوتے وقت بھی ان باتوں کا خاص خیال رکھے اور اپنے ساتھ والے پر جُھک کر وزن نہ ڈالے اور نہ ہی اپنی کہنی اس کے پہلو میں چبھوئے اور مجلس ختم ہونے سے پہلے اُٹھ کر آگے یا پیچھے کی طرف سے نکل کر نہ جائے۔

اپنے یا کسی اور کے سبق کے دوران غیر متعلقہ بات نہ کرے یا ایسی بات نہ کرے جو اس کے کلام کو منقطع کر دے، جب کوئی دوسرا اپنا سبق شروع کرے تو اس دوران گزشتہ یا کسی اور سبق کی بات نہ کرے تاکہ اس کے سبق کے فوائد رہ نہ جائیں مگر جب کہ استاد یا سبق پڑھنے والے کی اجازت ہو۔

دورانِ درس اگر کوئی طالبِ علم کسی دوسرے سے خلافِ ادب حرکت کرے تو استاذ کے علاوہ کوئی دوسرا اُسے زبان سے نہ جھڑکے ہاں اشارے یا چُپکے سے اس کی خیر خواہی کے لئے منع کر دے اگر کوئی استاد کی بے ادبی کرے تو سب پر ضروری ہے کہ اس کو جھڑکیں اور رُوکیں اور استاد کے حق کو ادا کرنے کے لئے استاد کی بقدر استطاعت مدد کریں کلاس میں کوئی بھی دوسرے کی گفتگو میں دخل اندازی نہ کرے اور بالخصوص استاذ کی گفتگو میں تو ہرگز دخل انداز نہ

ہو۔ بعض حکماء نے کہا: یہ بھی ادب سے ہے کہ آدمی کسی کی گفتگو میں دخل اندازی نہ کرے اگرچہ اس بارے میں اس سے زیادہ علم رکھتا ہو۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں شعر نقل کیا ہے:

وَلَا تُشَارِكْ فِي الْحَدِيثِ أَهْلَهُ　　　وَإِنْ عَرَفْتَ فَرْعَهُ وَأَصْلَهُ

جب کوئی اہل شخص حدیث پڑھ رہا ہو تو بیچ میں نہ بول اگرچہ تو اس حدیث کی فرع اور اصل کو جانتا ہو۔ البتہ اگر یہ جانتا ہو کہ استاد یا متکلم اس کے بولنے سے ناراض نہ ہوں گے تو اب حرج نہیں اور اس کی تفصیل اس سے پہلی فصل میں گزر چکی ہے۔

9: سبق سمجھ نہ آئے تو پوچھنے میں شرم محسوس نہ کرے

سبق کے متعلق کوئی اشکال ہو یا سمجھ نہ آیا ہو تو نرم لہجے، حسنِ خطاب اور ادب سے سوالیہ انداز میں پوچھے اور دوبارہ سمجھنے میں شرم محسوس نہ کرے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو سوال کرنے میں شرم محسوس کرے گا وہ علمی لحاظ سے کمزور ہو گا۔

[المدخل إلى السنن الكبرى، بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ، ص280، رقم:408]

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: سوال کرنے میں شرم محسوس کرنے والا اور متکبر علم نہیں سیکھ سکتے۔ [صحيح البخاري، بَابُ الحَيَاءِ فِي العِلْمِ، ج1، ص38]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ پاک انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے کہ ان کی شرم وحیا انہیں دین سیکھنے سے مانع نہیں ہوتی۔

(ایضاً، مگر بخاری میں رَحِمَ اللهُ کی جگہ نِعْمَ النِّسَاءُ (یعنی کتنی اچھی ہیں انصار کی عورتیں) کے الفاظ ہیں)

حضرت اُمّ سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی "بے شک اللہ تعالیٰ حق بیان فرمانے سے حیا نہیں فرماتا" جب عورت کو احتلام ہو جائے تو کیا اس پر غسل کرنا ضروری ہے؟ (ایضاً)

کسی عربی شاعر نے کہا:

لیس العَمَی طُوْلُ السُّؤَالِ وَإِنَّمَا　تَمَامُ العَمَی طُوْلُ السُّكُوتِ عَلَى الجهْلِ

سوال کا طویل ہونا جہالت نہیں بلکہ جہالت کی انتہاء تو جہالت پر طویل خاموشی ہے۔

کہا جاتا ہے: جو سوال کرنے سے شرمائے گا تو جب وہ علماء کے ساتھ بیٹھے گا اس وقت اس کی کم علمی ظاہر ہو جائے گی۔

کسی شے کے متعلق بے موقع سوال نہ کرے مگر جب کوئی حاجت درپیش ہو یا معلوم ہو کہ استاذ کو ناگوار نہ گزرے گا۔

اگر استاذ سوال کا جواب نہ دیں اور خاموش ہو جائیں تو اصرار نہ کرے اور اگر ان سے جواب میں خطا ہو جائے تو فوراً ان کا رد نہ کرے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔

جس طرح طالبِ علم کو سوال کرنے میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہیئے اسی طرح استاذ کے پوچھنے پر یہ کہنے میں بھی شرمانا نہیں چاہیئے کہ "مجھے سمجھ نہیں آئی" کیونکہ (سوال کرنے اور "سمجھ نہیں آئی" کہنے میں شرمانے) سے وہ فوری اور بعد میں ملنے والے دونوں فائدوں سے محروم ہو جائے گا۔

فوری فائدہ تو یہ ہو گا کہ اسے وہ مسئلہ معلوم اور یاد ہو جائے گا اور استاد کو اس کے متعلق یقین ہو جائے گا کہ یہ سچا، پرہیزگار اور علم میں رغبت رکھنے

والا ہے اور بعد کا فائدہ یہ ہے کہ وہ جھوٹ اور نفاق سے بچا رہے گا اور تحقیق کا عادی بنے گا۔

امام خلیل فرماتے ہیں: جہالت حیا اور تکبر کے مابین ہے۔

[جامع بيان العلم وفضله، بَابُ حَمْدِ السُّؤَالِ وَالْإِلْحَاحِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ وَذَمِّ مَا مَنَعَ مِنْهُ، ج1، ص384]

عالم کے آداب میں بیان ہو چکا کے وہ شرمانے والے طالبِ علم سے یہ سوال نہ کرے کہ "تم سبق سمجھ گئے ہو؟" بلکہ یہ جاننے کے لئے کہ اسے سمجھ آئی ہے یا نہیں سبق سے اِستخراج ہونے والے مسائل کا جواب پوچھے۔

اگر استاذ اس طالبِ علم سے یہ سوال کر ہی لے کہ تمھیں سمجھ آگئی ہے؟ تو وہ اس وقت تک "جی" نہ کہے جب تک اسے مسئلہ بلکل واضح طور پر سمجھ نہ آیا ہو تا کہ ایسا نہ ہو کہ سمجھ بھی نہ آئے اور "جی" کہہ کر جھوٹ کے گناہ میں بھی پڑ جائے۔

10: **اپنی باری پر سبق پڑھے** اور بلا اجازت دوسرے کی باری سے آگے نہ بڑھے کہ مروی ہے ایک انصاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سوال کیا اور ثقیف کا ایک فرد بھی حاضر ہو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ثقیف والے! انصاری نے تم سے پہلے مسئلہ پوچھا ہے لہذا تم بیٹھ جاؤ تا کہ ہم تمہاری حاجت سے پہلے انصاری کی حاجت پوری کر دیں۔ [الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،وُجُوبُ اسْتِعْمَالِ الْحَقِّ فِي تَقْدِيمِ أُولِي السَّبْقِ--،ج1، ص303]

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: پہلے آنے والے کو چاہیئے کہ وہ غریبُ الوطن کو مقدم کر دے کہ اس کے احترام کی تاکید ہے اور اس کا حق ادا کرنا ضروری ہے اس بارے میں حضرت ابنِ عباس اور ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دو احادیث مروی ہیں۔(ایضاً)

اسی طرح بعد میں آنے والے کو اگر کوئی حاجت ہو اور پہلے آنے والے کو اس کی حاجت معلوم ہو جائے یا استاد اس کو آگے آنے کا اشارہ کریں تو اپنی باری ایثار کرنا مستحب ہے۔

اگر اس طرح کی وجوہات میں سے کوئی وجہ نہ پائی جائے تو علماء نے اپنی باری ایثار کرنا مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ علم پڑھنا اور اس میں دوسروں سے سبقت لے جانا نیکی کا کام ہے اور نیکی کا ایثار مکروہ ہے۔

باری کا مقدم ہونا استاذ کی مجلس یا مکان میں پہلے آنے کے اعتبار سے ہو گا اور حقِ تقدم کسی ایسے کام کے لیے جانے سے ساقط نہ ہو گا جس کی طرف آدمی مجبور ہوتا ہے جیسے قضائے حاجت یا وضو کرنا جبکہ واپس آجائے اگر دو اشخاص میں پہلے آنے کے متعلق اختلاف ہو جائے تو ان میں قرعہ اندازی کر لی جائے یا استاذ فی سبیل اللہ پڑھاتے ہیں تو کسی ایک کو اپنی مرضی سے مقدم کر دیں اور اگر فی سبیل اللہ نہیں پڑھاتے تو پھر قرعہ اندازی کریں مُعیدُ المدرسہ (استاذ کے اسباق پڑھانے کے بعد طلبہ کو اسباق کی دوہرائی کروانے والا) کے متعلق اگر واقف کی شرط ہو کہ وہ اپنے وقت میں صرف رہائشی طلباء کو پڑھائے گا تو اب ان طلبہ پر کسی غریبُ الوطن شخص کو ان کی رضامندی کے بغیر مقدم نہ کرے۔

11: استاد سے سبق پڑھنے اور سُنانے کے آداب

استاد کے سامنے ایسے باادب انداز میں بیٹھے جیسے پہلے بیان ہو چکا اور جو کتاب پڑھنی ہے وہ ساتھ لے کر آئے اور اسے خود اُٹھائے اور پڑھنے کے دوران کھول کر زمین پر نہ رکھے بلکہ ہاتھ میں اُٹھا کر پڑھے اور استاذ سے اجازت لیے بغیر سبق پڑھنا شروع نہ کرے۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلاف کی ایک جماعت سے نقل کیا
:استاد کی اجازت سے قبل سبق پڑھنا شروع نہ کرے۔

استاذ کی توجہ نہ ہو یا ملال، غم، غصہ، پیاس، نیند، تھکاوٹ، یا جلدی کی حالت میں ہوں تو اس وقت سبق نہ پڑھے اسی طرح جب استاد پر اس بات کے آثار دیکھے کہ اب وہ سبق موقوف کرنا چاہتے ہیں تو خود ہی پڑھنا بس کر دے اور انہیں "بس کرو" کہنے کی زحمت نہ دے اور اگر ایسے آثار ظاہر نہ ہوں تو جب استاد بس کرنے کا کہیں تو وہیں پر بس کر دے مزید نہ پڑھے اور اگر استاد نے اس کے سبق کی کوئی مقدار مُعیّن کی ہو تو اس مقدار سے زیادہ نہ پڑھے کوئی دوسرا طالبِ علم سبق پڑھ رہا ہو تو اسے "بس کرو" نہ کہے مگر جبکہ استاد اشارہ کریں یا استاد پر بس کرنے کے آثار ظاہر ہوں۔

12:طالبِ علم اپنی باری آنے پر استاد سے سبق پڑھنے کی اجازت طلب کرے جیسے ہم بیان کر چکے ہیں اور جب استاذ اجازت عطا فرما دیں تو تعوّذ و تسمیہ پڑھ کر اللہ پاک کی حمد کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب پر درود پڑھے پھر استاد اور ان کے والدین و مشائخ اور اپنے و تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے استاد کی موجودگی یا غیر موجودگی میں جب بھی سبق پڑھے، تکرار کرے، مطالعہ کرے یا اصل نسخے سے کتاب کا تقابل کرے تو بھی اسی طرح کرے اور استاذ کی موجودگی میں ان کے لئے بالخصوص دعا کرے اور کتاب پڑھتے وقت مُصنّف کے لئے بھی دعائے رحمت کرے (یعنی رحمۃ اللہ علیہ کہے) استاذ کے لئے اس طرح دعا کرے رَضِیَ اللہُ عَنکُم اَو شَیخَنَا اَو اِمَامَنَا یعنی اللہ آپ سے یا ہمارے شیخ سے یا ہمارے امام سے راضی ہو یا اس طرح کے دیگر الفاظ کہے اور ان الفاظ سے استاد مراد لے۔

سبق کے اختتام پر بھی استاد کے لیے دعا کرے اور جب جب طالبِ علم استاد کے لیے دعا کرے تو استاذ بھی اس کو دعا دے اور اگر طالبِ علم انجانے میں یا بھولے سے ہمارے اس بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سبق کا آغاز نہ کرے تو اس پر استاذ اسے تنبیہ کرے اور نہ جاننے والے کو سکھائے اور بھولے کو یاد دلائے کیونکہ یہ اہم ترین ادب ہے اور اہم کاموں کی ابتداء اللہ کی حمد سے کرنے کے متعلق حدیثِ پاک وارد ہے[25] اور سبق پڑھنا بھی اہم کاموں میں سے ایک اہم کام ہے۔

13:بقیہ طلباء کو بھی علم حاصل کرنے کی ترغیب دلائے اور ان کی علم حاصل ہونے والے مقامات کی طرف رہنمائی کرے علمِ دین سے دُور کر دینے والی پریشانیاں وغم ان سے دور کرنے کی کوشش کرے ان کے ضروری اخرجات میں مالی تعاون کرکے ان کا بوجھ ہلکا کرے اور جو فوائد، قواعد اور غرائب اس نے سیکھے اُن کی اِن سے تکرار کرے اور دینی معاملات میں ان کی خیر خواہی کرے ایسا کرنے سے اس کا دل روشن ہو گا اور علم مزید بڑھے گا اور جو ان باتوں میں بخل کرے گا اس کے علم میں اضافہ نہ ہو گا اور اگر بالفرض اضافہ ہو بھی گیا تو وہ علم اسے نفع نہ دے گا یہ بزرگوں کی ایک جماعت کی تجربہ شدہ بات ہے، اپنی ذہانت کے سبب طلبہ پر فخر نہ کرے اور نہ ہی خود پسندی کا شکار ہو بلکہ اُس پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتا رہے اور شکر پر ہمیشگی اختیار کرتے ہوئے اللہ پاک سے علم میں اضافے کی دعا کرتا رہے۔

---

[25]:"كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يبدأ فيه بحمد الله فهو أقطع" ہر اہم کام جو اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع نہ کیا جائے وہ ناقص ہوتا ہے۔

[صحيح ابن حبان،بَابُ مَا جَاءَ فِي الِابْتِدَاءِ بِحَمْدِ اللَّهِ تَعَالَى،ج 1،ص 173]

چوتھا باب

کتابیں جو علم کا آلہ ہیں ان کے اور ان کی تصحیح کرنے،لکھنے،اٹھانے،رکھنے،خریدنے،عاریت لینے،اور نقل کرنے وغیرہ کے آداب

اس باب میں گیارہ قسم کے آداب بیان ہوں گے۔

1:اپنی ضرورت کی کتابیں حاصل کرے

طالبِ علم کو چاہئے کہ وہ اپنی ضرورت کی کتابیں خرید کر،اجرت پر،یا عاریۃً جیسے میسر ہو حاصل کرے کیونکہ علم حاصل کرنے کا آلہ یہی کتابیں ہیں علم میں اپنا حصہ فقط کتابوں کا حصول اور ان کی کثرت نہ ٹھرا لے اور نہ ہی صرف کتابیں جمع کرنے کو اپنی فہم کا حصہ سمجھے جیسے بہت سارے فقہ اور حدیث جاننے کے دعویدار سمجھ رہے ہیں۔

کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا:

إِذَا لَمْ تَكُنْ حَافِظًا وَاعِيًا　　　　فَجَمْعُكَ لِلْكُتُبِ لَا يَنْفَعُ

اگر تو کتابوں کا حافظ و عالم نہیں ہے تو تیرا فقط کتابیں جمع کر لینا تجھے فائدہ نہ دے گا۔

کتاب خریدنا ممکن ہو تو اسے لکھ کر اپنے پاس نقل کرنے میں مشغول نہ ہو اور ہمیشہ لکھ کر نقل کرنے میں مصروف نہیں رہنا چاہیئے بلکہ جب کتاب خریدنا یا اجرت پر لکھوانا ممکن نہ ہو تو پھر خود لکھ کر نقل کرے اور لکھنے کی

صورت میں خوشخطی میں بہت مبالغہ نہ کرے بلکہ صرف صحیح لکھنے اور تصحیح پر ہی توجہ دے کتاب خریدنا یا اجرت[26] پر لینا ممکن ہو تو عاریت نہ لے۔

2: کتاب عاریت لینے دینے کے آداب

کتاب عاریت دینا مستحب ہے جبکہ جو لے رہا ہے اس کے لئے وہ کتاب باعثِ ضرر نہ ہو اور نہ ہی وہ کتاب کے لئے باعثِ ضرر ہو علماء کی ایک جماعت کتابیں عاریت دینے کو ناپسند کرتی ہے لیکن پہلی بات زیادہ بہتر ہے کیونکہ عاریت دینے میں علم پر مدد کرنا پایا جاتا ہے اور ویسے بھی مطلقاً کوئی چیز عاریت دینا باعثِ فضلیت و ثواب ہے۔

ابو العَتَاہِیَہ سے ایک شخص نے کتاب عاریت مانگی تو انہوں نے کہا: میں کتاب عاریت دینا پسند نہیں کرتا اُس نے کہا: کیا آپ نہیں جانتے کہ اعلیٰ اخلاق نفس کی ناپسندیدہ چیزوں سے ملے ہوئے ہیں؟ اس پر آپ نے اُسے کتاب عاریت دے دی۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کو لکھا:

اے وہ ہستی جس آنکھ نے بھی آپ کو دیکھا اس نے آپ جیسا نہ دیکھا اہلِ علم علم کو علم کے اہل سے روکنے کا انکار کرتے ہیں۔

کتاب عاریت لینے والے کو چاہئے کہ وہ دینے والے کا شکریہ ادا کرے اور اس کا اچھا بدلہ دے بلا ضرورت زیادہ دیر کتاب اپنے پاس نہ رکھے بلکہ جب ضرورت پوری ہو جائے تو واپس لوٹا دے جب کتاب کا مالک کتاب واپس طلب

---

[26] : احناف کے نزدیک کتاب اجرت پر لینا جائز نہیں جیسا کے بہارِ شریعت میں ہے: مسئلہ ۳۲: مُصحف شریف کو تلاوت یا پڑھنے کے لیے اُجرت پر لیا یہ اجارہ ناجائز ہے اُس میں پڑھنے سے اُجرت واجب نہیں ہو گی اسی طرح تفسیر و حدیث و فقہ کی کتابوں کا اُجرت پر لینا بھی ناجائز ہے ان میں بھی اُجرت واجب نہیں ہو گی۔

(بہارِ شریعت، اجارہ فاسدہ کا بیان، حصہ 14، ص149)

کرے یا اِس کو حاجت نہ رہے تو اب اپنے پاس نہ رکھے بلکہ واپس کر دے مالک کی اجازت کے بغیر کتاب کی اِصلاح کرنا جائز نہیں کتاب پر حاشیہ نہ لکھے اور نہ ہی کتاب کے شروع اور آخر میں موجود خالی صفحات پر کچھ تحریر کرے مگر جبکہ مالک کی رضامندی کا یقین ہو جیسے مُحَدِّث جب کوئی جزء(کتاب) سنتا یا لکھتا ہے تو اس پر کچھ لکھ دیتا ہے کسی جگہ حروف کی لکھائی مدہم ہو تو اس پر قلم پھیر کر واضح نہ کرے اور آگے کسی اور کو عاریت نہ دے بلا ضرورت جب تک شرعاً جائز نہ ہو جائے کسی کے پاس امانت بھی نہ رکھے اور مالک کی اجازت کے بغیر اس میں سے کچھ نقل نہ کرے اور اگر کتاب کسی معین شخص پر وقف نہ ہو بلکہ مطلقاً علمی استفادہ کے لئے وقف ہو تو پھر احتیاط کے ساتھ اس سے عبارت نقل کر لے اور جو اصلاح کرنے کا اہل ہو وہ کتابت وغیرہ کی غلطی کی اصلاح کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں مگر متولی سے اجازت لے لینا بہتر ہے مالک یا متولی کی اجازت سے نقل کرے تو کتاب میں یا کتاب کی تحریر پر صفحہ رکھ کر نہ لکھے اور دوات کتاب پر نہ رکھے اور روشنائی لگا ہوا قلم کتاب کی تحریر کے اوپر سے بھی نہ گزارے۔

کسی نے کہا:

أَيُّهَا الْمُسْتَعِيرُ مِنِّي كِتَابًا اِرْضَ لِي فِيهِ مَا لِنَفْسِكَ تَرْضَى

اے مجھ سے کتاب عاریت لینے والے! اس کے متعلق میرے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

کتاب عاریت دینے اور نہ دینے کے متعلق علماء نے بہت سارے اشعار کہے ہیں جن کو اس مختصر کتاب میں نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔

3: کتاب رکھنے اور پڑھنے کے آداب

کتاب نقل یا مطالعہ کرتے وقت کھول کر زمین پر نہ رکھے بلکہ دو کتابوں یا دو چیزوں یا کتابوں کے معروف ڈیسک پر کتاب رکھے (مطلب یہ کہ کتاب دونوں طرف سے تھوڑی اُٹھی ہو مکمل کھلی نہ ہو) تاکہ جِلد کی سلائی جلدی نہ اُکھڑے اور کتابیں بالترتیب کھڑی رکھے تو الماری وغیرہ میں رکھے اور بہتر یہ ہے کہ کتاب اور زمین کے درمیان فاصلہ ہو زمین پر کتاب نہ رکھے کہ نمی پہنچنے اور گُھل جانے کا اندیشہ ہے لکڑی وغیرہ پر بھی کتابیں رکھے تو ان کے اوپر یا نیچے ایسی چیز رکھ دے جو جِلد کو خراب ہونے سے بچائے رکھے جس شے مثلاً دیوار وغیرہ سے ملا کر یا اس کے سہارے کتابیں رکھے تو بھی ایسے ہی رکھے کتابیں اوپر نیچے رکھنے میں ان کے علوم، فضیلت، مصنفین اور ان کی شان کا لحاظ رکھے سب سے زیادہ فضیلت والی کتاب سب سے اوپر رکھے پھر بتدریج رکھتا جائے اگر ان میں قرآنِ کریم ہو تو سب سے اوپر رکھے بہتر یہ ہے کہ قرآنِ کریم کسی صندوق میں رکھے جس کے اوپر پکڑنے کی جگہ بنی ہو اور اسے پاک صاف دیوار کے ساتھ کیل وغیرہ سے اونچی جگہ لگا کر رکھے قرآن پاک کے بعد وہ کتابیں رکھے جس میں صرف احادیث ہوں جیسے صحیح مسلم پھر تفاسیر پھر شروحاتِ حدیث، پھر کتبِ عقائد، پھر اصولِ فقہ، پھر فقہ، پھر صرف و نحو پھر عرب کے اشعار پھر عروض کی کتابیں رکھے اگر دو کتابیں ایک ہی فن کی ہوں تو جس میں زیادہ قرآن یا احادیث ہوں اسے اوپر رکھے اور دونوں اس میں برابر ہوں تو جس کے مصنف کی شان زیادہ ہو اور اس میں بھی برابر ہوں تو جو پہلے لکھی گئی ہو یا جو علماء و صالحین کے ہاتھوں میں زیادہ رہتی ہو اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جو زیادہ مستند ہو اسے اوپر رکھے۔

کتاب کا نام کتاب کے آخری صفحے کے بالکل نیچے اس طرح لکھے کے حروف کے سِرے غاشیہ کی اس طرف رکھے جدھر بسم اللہ لکھی ہو۔ اس طرح لکھنے کا فائدہ کتاب کو پہچاننے اور کتابوں کے درمیان کتاب کو ڈھونڈھنے میں آسانی ہے اور جب کتاب زمین یا تخت پر رکھے تو غلاف جو بسم اللہ کی طرف ہے اور کتاب کا شروع والا حصہ اوپر کی طرف ہو، غلاف کا زائد حصہ کتاب کے درمیان نہ رکھے تاکہ وہ جلدی پھٹ نہ جائے، بڑے سائز والی کتابیں چھوٹی کتابوں کے اوپر نہ رکھے تاکہ گر نہ جائیں کتاب کو کاپیوں وغیرہ کی الماری نہ بنائے یعنی کتاب کے اندر کچھ نہ رکھے اور سرہانا، پنکھا، رگڑنے و دبانے کا آلہ نہ بنائے اور نہ اس سے ٹیک لگائے نہ تکیہ بنائے کتاب اور بالخصوص صفحے پر ہی کٹمل وغیرہ نہ مارے اور نشانی کے طور پر ورق کا کنارہ یا کُونا نہ موڑے اور نہ ہی لکڑی یا کوئی سخت شے بطورِ نشانی کتاب میں رکھے بلکہ صفحہ یا اس طرح کی کوئی نرم شے رکھے، جب ناخن سے کتاب میں کچھ کھرچنے کی حاجت ہو تو بہت زور سے نہ کھرچے۔

4: کتاب خریدتے وقت کی احتیاطیں

جب کوئی کتاب عاریت لے تو لیتے اور لوٹاتے وقت اس کو اچھی طرح دیکھ لے اور کتاب خریدتے وقت اس کو اول آخر اور درمیان سے دیکھ لے اور ابواب و دَستوں کی ترتیب اور اوراق کو پلٹ کر دیکھ لے اور اس کے صحیح ہونے کو بھی چیک کرے جب کتاب کے صحیح ہونے کی تفتیش کرنے کا وقت نہ ہو تو جن باتوں سے اس کے صحیح ہونے کا غالب گمان ہوتا ہے انہی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: جب تم کتاب میں اغلاط کی درستگی اور الحاق (یعنی حواشی وغیرہ لکھے) دیکھو تو اس کے صحیح ہونے کی گواہی دے دو۔

[مناقب الشافعي للبيهقي، باب ما يستدل به على إتقان الشافعي رحمه الله في الرواية...، ج2، ص36]

بعض علماء کا قول ہے: کتاب اس وقت تک روشن نہیں ہوتی جب تک اس میں اندھیرا نہ کیا جائے اندھیرا کرنے سے مراد اصلاح کرنا ہے (یعنی جب تک اس پر حواشی وغیرہ لکھ کر اس کی غلطیوں کی اصلاح نہ کی جائے اس وقت تک اس کا صحیح ہونا واضح نہیں ہوتا)

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،بَابُ وُجُوبِ الْمُعَارَضَةِ بِالْكِتَابِ لِتَصْحِيحِهِ وَإِزَالَةِ الشَّكِّ۔۔،ج 1،ص 277]

5: کتاب نقل کرنے اور لکھنے کے آداب

علومِ شرعیہ کی کتب سے کچھ نقل کرتے وقت باطہارت، قبلہ رو ہو، لباس و بدن پاک صاف ہو اور پاک روشنائی سے لکھے ہر کتاب نقل کرتے وقت شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھے جس کتاب کو نقل کر رہا ہے اگر وہ اصل کتاب ایسے خطبے سے شروع ہو رہی ہے جس میں اللہ پاک کی حمد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود موجود ہے تو اسے بسم اللہ کے بعد لکھے ورنہ بسم اللہ کے بعد خود حمد و صلوۃ لکھ دے اس کے بعد اصل کتاب نقل کرنا شروع کرے۔

کتاب یا ہر جزء کے اختتام پر مثلاً آخر الجزء الاول او الثانی لکھنے کے بعد یتلوہ کذا و کذا لکھ دے بشرطیکہ کتاب مکمل نہ ہوئی ہو، اور اگر کتاب مکمل ہو جائے تو یوں لکھے "تَمَّ الْكِتَابُ "کتاب مکمل ہو گئی ہے یہ لکھنے کہ بہت فوائد ہیں۔

جب بھی اللہ پاک کا نام لکھے تو اس کے بعد کوئی کلمۂ تعظیم جیسے تعالیٰ، سبحانہ، عَزَّوَجَلَّ، تَقَدَّسَ یا اس طرح کے دیگر کلماتِ تعظیم لکھے اور جب بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک لکھے تو اس کے بعد درود وسلام لکھے اور زبان سے بھی پڑھے سلف و خلف کی عادتِ جاریہ ہے وہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ہیں شاید قرآنِ کریم کے اس حکم صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً ان پر درود اور

خوب سلام بھیجو[الأحزاب:56] کی موافقت کرنے کے لئے وہ یہی درود پاک لکھتے ہیں اور اس میں (یعنی صرف درود یا صرف سلام لکھنے کے متعلق) کلام ہے جس کا ذکر یہاں طوالت کا باعث ہو جائے گا۔

ایک سطر میں کئی بار بھی نامِ پاک آئے تو درود پاک لکھنے میں اختصار نہ کرے جیسے بعد میں آنے والے بعض محروم کرتے ہیں کہ صلع، صلم یا صلسلم وغیرہ لکھ دیتے ہیں اور یہ سب الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے لائق نہیں ہیں مکمل درود پاک لکھنے اور اختصار کو ترک کرنے کے متعلق کثیر آثار مروی ہیں۔

جب کسی صحابی کا ذکر آئے خاص طور پر اکابر صحابہ کا تو رضی اللہ عنہ لکھے اور انبیائے کرام و فرشتوں کے علاوہ کسی کے ساتھ درود و سلام نہ لکھے مگر ان کے بِالتّبع، اسلاف اور بالخصوص بڑے بڑے ائمہ کرام و بزرگانِ دین میں سے کسی کا ذکر آئے تو اسی طرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا رحمہ اللہ لکھے۔

6:کتاب نقل کرنے میں بہت چھوٹا و باریک لکھنے سے بچنا چاہیئے کیونکہ تحریر ایک علامت ہے اور علامت جتنی واضح ہو اتنی ہی اچھی لگتی ہے۔

بعض اسلاف جب چھوٹا و باریک لکھا دیکھتے تو فرماتے: یہ ایسے شخص کی تحریر ہے جسے اللہ پاک سے اِس کا اجر ملنے کا یقینِ کامل نہیں۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،اسْتِحْبَابُ الْخَطِّ الْغَلِيظِ وَكَرَاهَةُ الدَّقِيقِ مِنْهُ،ج 1،ص 261]

بعض نے فرمایا: ایسا لکھو جو حاجت کے وقت تمھیں فائدہ دے اور ایسا نہ لکھو جو وقتِ حاجت تمھیں فائدہ نہ دے وقتِ حاجت سے مراد بڑھاپا اور نظر کمزور ہونے کا وقت ہے۔

اکثر سفر میں رہنے والے بعض حضرات چھوٹا چھوٹا اس نیت سے لکھا کرتے تاکہ سفر میں کتابوں کا وزن کم ہو اگرچہ یہ نیت اچھی ہے مگر بڑھاپے میں اس کا نقصان ابھی حاصل ہونے والے فائدے یعنی وزن کم ہونے سے زیادہ ہے۔

گاڑھی روشنائی(جیسے ink pen) سے لکھنا پتلی روشنائی(جیسے ball point) سے لکھنے سے بہتر ہے کیونکہ وہ زیادہ ٹھہرنے اور باقی رہنے والی ہے۔

علماء فرماتے ہیں: قلم بہت سخت نہ ہو کہ ایسا قلم تیز لکھنے میں رکاوٹ پیدا کرے گا اور بہت نرم بھی نہ ہو کہ جلد گِھس جائے گا۔ اور بعض نے فرمایا: جب تو خوشخط لکھنا چاہے تو قلم کی نوک(NIB) لمبی اور مضبوط بنا اور سیدھی طرف ترِچھا قط(کَٹ) لگا۔

[الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ،الْقَلَمُ يَنْبَغِي أَلَّا يَكُونَ قَلَمُ صَاحِبِ الْحَدِيثِ أَصَمَّ صَلْبًا۔۔۔،ج 1،ص 255]

قلم تراشنے اور صفحہ ملائم کرنے کے لئے ایک مخصوص و تیز چھری ہونی چاہیئے جو کسی اور کام میں استعمال نہ کی جائے جس لکڑی پر قلم رکھ کر قط لگایا جائے وہ خوب سخت ہو کاتب حضرات خشک بانس اور سخت و ملائم ابنوس کے قلم کی تعریف کرتے ہیں۔ (یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے دور کی بات ہے جب لکھنے کے لئے لکڑی کا قلم استعمال ہوتا تھا، اور فوٹو کاپی کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے کسی سے کتاب لے کر خود لکھی جاتی یا کسی سے لکھوائی جاتی تھی جسے "نقل کرنا" کہا جاتا تھا۔ عمران)

7: مشکل الفاظ وعبارت پر اعراب لگادے

جب نقل کردہ کتاب کی اصل صحیح کتاب کے ذریعے یا استاد پر پیش کرکے تصحیح و تقابل کرلے تو اسے چاہیئے مشکل الفاظ پر اعراب اور نقطے والے حروف پر نقطے لگائے، ملتبس الفاظ(یعنی جو قیاس نہیں کئے جاسکتے بلکہ سماع پر موقوف ہوتے ہیں جیسے راویوں وغیرہ کے نام) پر بھی اعراب و نقطے لگا کر

وضاحت کر دے اور جن الفاظ میں تصحیف کا اندیشہ ہو ان کو خاص طور پر دیکھ لے متن کی کوئی بات حاشیہ میں لکھنے اور وضاحت کرنے کی حاجت ہو تو اسے حاشیہ میں لکھ کر بیان کر دے اسی طرح اگر کسی بات کو کھول کر اور تفصیل سے بیان کرنے کی حاجت ہو تو بھی حاشیہ میں بیان کر دے جیسے متن میں لفظ (حریز) لکھا ہے تو حاشیہ میں اس طرح بیان کر دے یہ لفظ حاء مہملہ سے ہے اس کے بعد راہے اس کے بعد یاء خاتمہ اور اس کے بعد زا ہے یا لفظ (جریر) ہے تو یوں بیان کرے کہ یہ جیم اور ایسی یاء خاتمہ کے ساتھ ہے جو دو مہمل راءوں کے درمیان ہے۔

نقطے والے حروف پر نقطے لگانا عادتِ جاریہ ہے لیکن بغیر نقطے والے حروف میں بعض نے نقطے نہ لگانا ہی ان کی علامت قرار دیا ہے اور بعض نے ان کی علامات مقرر کی ہیں جیسے اُلٹی طرف نقطے لگانا (جیسے سین کے نیچے تین نقطے لگا دینا تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ "شین" نہیں "سین" ہی ہے) یا اس حرف کے نیچے چھوٹا سا وہی حرف لکھ دینا یا چھوٹا سا ہلال بنا دینا وغیرہ اور جو لفظ کتاب میں تو درست لکھا ہے مگر مطالعہ کرنے والے کو اس کے غلط ہونے کا شبہ یا احتمال ہو سکتا ہو تو اس کے اوپر چھوٹا سا (صَحَّ) لکھ دے (تاکہ مطالعہ کرنے والے کو یقین ہو جائے کہ یہ لفظ درست ہی لکھا ہے) اور اصل کتاب میں کوئی لفظ غلط لکھا ہو اور اس کا غلط ہونا اسے یقینی طور پر معلوم ہو تو نقل کرتے وقت اس کو ایسے ہی لکھ کر اوپر چھوٹا سا (كَذَا) لکھ دے (تاکہ معلوم ہو جائے کہ لفظ ہے تو غلط مگر اصل کتاب میں یوں ہی لکھا ہے) اور حاشیے میں درست لفظ لکھنے کے بعد لکھ دے صَوَابُہ کذا یعنی درست لفظ اس طرح ہے اور اگر اس لفظ کے غلط ہونے کا یقین نہ ہو بلکہ گمان ہو تو اس پر "ص" کے سر کی طرح کی علامت لکھ دے (تاکہ اگر بعد میں معلوم ہو جائے کہ یہ تو درست لکھا ہوا ہے تو اس کو

"ح" ساتھ جوڑ کر (صَحَّ) کر دے)اور یہ الفاظ کتاب کے الفاظ کے اوپر اس طرح لکھے کہ ان سے نہ ملیں اور اگر نقل کرتے وقت ایک لفظ زائد لکھا جائے تو اس کے اوپر لکیر کھینچ دے اور "لا" لکھ دے اور اگر کچھ الفاظ یا ایک سطر یا زیادہ سطریں زائد لکھی جائیں تو چاہے پہلے لفظ پر "مِن" یا "لا" لکھ دے اور آخری لفظ پر "اِلی" لکھ دے جس کا مطلب ہے یہاں سے یہاں تک عبارت زائد ہے اور چاہے ساری زائد عبارت کے اوپر باریک لکیر لگا دے جس سے مقصد حاصل ہو جائے اور ورق کالا نہ کرے (یعنی زور سے نہ مٹائے یا عبارت کو کاٹے نہیں) بعض علماء لکیر کی جگہ مسلسل نقطوں والی لکیر (...........) لگا دیتے ہیں۔

اگر کاتب سے کوئی لفظ بھولے سے ڈبل لکھا جائے تو دوسرے لفظ کے اوپر لکیر کھینچ دے (دوسرے پر خط اس لئے کھینچے) کیونکہ پہلا اپنی جگہ پر درست واقع ہوا ہے لیکن اگر پہلا لفظ صفحے کی آخری سطر کا آخری لفظ ہے تو اب اگلے صفحے کی پہلی سطر کو غلطی سے بچانے کے لئے پہلے لفظ پر لکیر کھینچنا بہتر ہے مگر جب یہ لفظ مضاف الیہ ہو تو اب اگلے صفحے والے لفظ پر لکیر کھینچنا بہتر ہے کیونکہ پہلا مضاف سے متصل ہے (اور مضاف اور مضاف الیہ میں فاصلہ نہیں ہوتا)

8: لَحَق اور بین السطور لکھنے کا طریقہ

اگر (کتاب نقل کرتے وقت کچھ لکھنے سے رہ جائے) اور اسے حاشیہ میں تخریج کرنا (لکھنا) چاہے جسے "لَحق" کہتے ہیں تو اس جگہ بطورِ علامت ایک چھوٹی لکیر کھینچ دے جو تخریج کی طرف تھوڑی سی مُڑی ہو تخریج کا دائیں طرف ہونا بہتر ہے اور تخریج اس علامت کے سامنے لکھتے ہوئے صفحے کے اوپر کی طرف جائے نہ کے نیچے کی طرف کیونکہ ممکن ہے اس کے بعد مزید تخریج کی حاجت پڑے اور نیچے جگہ ہی نہ بچے تخریج دائیں طرف لکھے یا بائیں طرف

حروف کے سر دائیں طرف ہی ہونی چاہئیں اسے چاہیئے کہ تخریج زیادہ ہو تو لکھنے سے پہلے اندازہ لگالے کہ ساقط عبارت کتنی سطروں میں آئے گی تو اگر دو یا دو سے زیادہ سطریں ہوں تو (اوپر سے نیچے کی طرف) اس طرح لکھے کہ حاشیے کی آخری سطر اصل کتاب کی لکھائی کی طرف ہو اور اگر بائیں طرف لکھے تو تخریج کی پہلی سطر صفحے کی اصل لکھائی سے ملی ہو اصل کتاب یا تخریج کی لکھائی صفحے کے بلکل کنارے سے نہ ملائے بلکہ کناروں پر اتنی جگہ خالی چھوڑ دے جو کئی بار کتاب کی جلد کرنے کی صورت میں کام آسکے پھر تخریج کے آخر میں (صَحَّ) لکھ دے اور بعض علماء صَحَّ لکھنے کے بعد ساتھ ہی متن کا وہ لفظ بھی لکھ دیتے ہیں جہاں سے تخریج کا آخری لفظ متن سے مل رہا ہوتا ہے تاکہ یہ اس بات کی علامت ہو کہ تخریج آگے اس عبارت سے متصل ہے۔

9: **اپنی ذاتی کتاب پر اہم حواشی، فوائد اور تنبیہات لکھنے** میں کوئی حرج نہیں مگر ان کے آخر میں صَحَّ نہ لکھے تاکہ اس حاشیہ اور تخریج میں فرق ہو جائے بعض علماء اس کے اوپر اور بعض آخر میں لفظ "حاشیہ" یا "فائدہ" لکھ دیتے ہیں یہ حاشیہ صرف اسی کتاب کے متعلق اہم فوائد جیسے کسی اشکال، احتراز، رمز، خطاوغیرہ پر تنبیہ کرنے کے لئے ہی لکھنا چاہیئے نادر مسائل وفروعات حاشیہ میں لکھ کر ورق کالانہ کرے اور اتنے زیادہ حاشیے بھی نہ لکھے کہ اصل کتاب ہی چھپادیں یا فوائد کے متلاشی کو فوائد کے مقامات ہی نہ مل سکیں دو سطروں کے درمیان کچھ نہ لکھے بعض لوگ سطروں کے درمیان سرخ یا کسی اور روشنائی سے لکھ دیتے ہیں مگر اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔

10: **ابواب، فصول اور تراجم** کو سرخ روشنائی سے لکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ رنگ وضاحت کرنے اور کلام کو جُدا کرنے میں زیادہ واضح ہوتا ہے اسی طرح ناموں، مذاہب، اقوال، طرق، اقسامِ حدیث، لغات، اعداد

وغیرہ کے رموز(یعنی اختصار کے پیشِ نظر کچھ حروف کے ذریعے کتاب یا مصنف وغیرہ کی طرف اشارہ کرنا جیسے بخاری کی جگہ "بخ"لکھنا وغیرہ)لکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں اور جب رموز لکھے تو کتاب کے شروع میں ان کی وضاحت بھی کردے تاکہ ان میں غور وخوض کرنے والا ان کا مطلب سمجھ سکے محدثین فقہاء اور اصولیوں وغیرہا کی ایک جماعت نے اختصار کے پیش نظر سرخ رنگ کی روشنائی سے رموز کا استعمال کیا ہے۔

اگر ابواب و فصول تراجم وغیرہ سرخ روشنائی سے نہ لکھے تو پھر اس انداز سے لکھے کہ جو ان کو بقیہ تحریر سے ممتاز کردے جیسے موٹے قلم سے لکھ دے یا حروف لمبے لکھے اور وہ پوری سطر ہی لمبے حروف سے لکھ دے تاکہ ان ابواب وغیرہ کو تلاش کرتے وقت آسانی ہو،دو کلاموں کے درمیان فاصلہ کرنے کے لئے دائرہ لگادے یا ترجمہ (باب، فصل،وغیرہ)لکھ دے یا ہر نئے کلام کی ابتداء موٹے قلم سے کرے اور ساری تحریر ایک ہی انداز میں نہ لکھ ڈالے کیونکہ اس سے مقصودی بات تلاش کرنا دشوار ہوتا اور کافی وقت ضائع ہو جاتا ہے ساری تحریر ایک ہی انداز میں انتہائی کم عقل شخص ہی لکھتا ہے۔

11:زائد الفاظ یا عبارت کاٹنے اور مٹانے کے آداب

علماء کرام فرماتے ہیں کہ ضرب (یعنی کوئی کلمہ یا کلام زائد لکھا گیا ہو تو اس پر لکیر کھینچ دینا)اسے مٹانے سے بہتر ہے بالخصوص حدیث کی کتابوں میں الفاظ مٹانے سے جو مٹایا گیا اور جو لکھا گیا اس میں تہمت و جہالت کا اندیشہ ہے ضرب اسلئے بھی بہتر ہے کہ مٹانے میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے تو اس میں وقت ضائع ہوگا اور مٹانا خطرناک بھی ہے کہ بسا اوقات مٹانے کی رگڑ سے صفحے میں سوراخ ہو جاتا اور جہاں رگڑ کر مٹایا جائے وہاں سے صفحہ کمزور ہو جاتا ہے البتہ اگر کوئی نقطہ یا اِعراب یا ان جیسی کوئی شے زائد لکھی جائے تو اسے مٹا دینا

بہتر ہے جب کسی کتاب کی تصحیح استاذ کو سُنا کر یا اصل نسخے سے تقابل کے ذریعے کر رہا ہو تو جہاں تصحیح موقوف کرے وہاں بَلَغَ یابَلَغتُ یابَلَغَ الْعَرْضُ وغیرہا کوئی ایسا لفظ لکھ دے جس سے سمجھ آجائے (کہ اس کتاب کی تصحیح یعنی پروف ریڈنگ یہاں تک ہو چکی ہے) اور اگر مجلس میں احادیث سماعت کر رہا ہے تو جہاں تک سماعت کرلے وہاں بلغ فی المیعاد الاول او الثانی یعنی پہلی مرتبہ یا دوسری مرتبہ یہاں تک سنا ہے لکھ دے یوں ہی کتاب کے آخر تک لکھتا رہے اور تاریخ بھی لکھ دے۔

خطیبِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب کسی لفظ کی اصلاح کرے تو اس پر ساج یا کسی اور لکڑی کا بُرادہ چھڑک دے اور مٹی چھڑکنے سے اجتناب کرے۔ [الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع، بَابُ وُجُوبِ الْمُعَارَضَةِ بِالْكِتَابِ لِتَصْحِيحِهِ۔۔، ج1، ص277]

پانچواں باب

استاذ اور طالب علم کی مدارس میں رہائش کے آداب کہ اکثر ان کی رہائش مدارس میں ہی ہوتی ہے

یہ باب گیارہ قسم کے آداب پر مشتمل ہیں۔

1: انتظامی معاملات کے اعتبار سے مدرسے کا انتخاب

حتی الامکان اپنے لئے وہ مدرسہ منتخب کرے جس کا واقف تقوی سے قریب اور بدعت سے دُور ہو اور اسے غالبِ گمان ہو کہ مدرسہ اور اس کے متعلق وقف اشیاء اور اگر وظیفہ ملتا ہے تو وہ بھی حلال وطیب مال سے ہے کیونکہ رہائش میں حرام سے بچنا بھی اسی طرح ضروری ہے جیسے کھانے پینے اور پہنے وغیرہ میں اور جہاں تک ہو سکے ایسے مدارس سے بچنا بہتر ہے جن کو ایسے بادشاہوں نے بنایا جن کے وقف کرنے اور عمارت بنانے کا حال معلوم نہ ہو (کہ حلال سے بنایا یا حرام سے) اور اگر اس کا حال معلوم ہو جائے (کہ حلال سے بنایا

ہے) تو انسان اس معاملے میں دلیل پر عمل پیرا ہے اگرچہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کے مدرسے کے ساتھ تعاون کرنے والے سب کے سب ظلم وزیادتی سے پاک ہوں۔

2: اساتذہ کے اعتبار سے مدرسے کا انتخاب

وہ مدرسہ منتخب کرے جس میں موجود استاذ صاحبِ فضل وکمال اور باہمت، امین، ذہین، بارعب و باوقار، عادل و پارسا، صاحبِ فضلیت افراد سے محبت کرنے والا، ضعیفوں پر مہربان مستفید ہونے والوں کو قریب کرنے والا، علم میں مشغول طلبہ کو مزید رغبت دلانے والا، کھیل گود میں مشغول افراد سے دور رہنے والا، علمی بحث کرنے والوں سے انصاف کرنے والا، منصف مزاج، اخروی نفع کا حریص اور ہمیشہ نفع پہنچانے والا ہو اور مدرس کے بقیہ آداب پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

اگر مدرسہ میں کوئی مُعِید (اسباق کی دوہرائی کروانے والا) ہو تو وہ بھی صُلَحاء اور فُضَلاء میں سے ہونا چاہیئے، طلباء کے اخلاق پر صبر کرنے والا، طلبہ کو نفع پہنچانے اور اس بات کا حریص ہو کہ طلبہ اس سے علمی فائدہ حاصل کریں اور طلبہ کو علم میں مصروف رکھنے کی ذمہ داری نبھانے والا ہو۔

مدرسہ میں مقیم اُستاد کو چاہیئے کہ وہ زیادہ ظاہر نہ ہو اور نہ باہر نکلے کہ اس سے لوگوں کی نظر میں اہمیت کم ہو جاتی ہے نمازِ باجماعت پر ہیشگی اختیار کرے تاکہ مدرسے میں مقیم طلبہ و دیگر افراد اس کی پیروی کریں اور باجماعت نماز کے عادی ہوں اور مقیم استاد کو چاہیئے کہ روزانہ ایک معین وقت ان طلبہ کو دے جو اپنی کتابوں سے اسباق کا مطالعہ و تصحیح کرتے، مشکل عبارات ولغات کی وضاحت لکھتے اور ایک کتاب کے مختلف نسخوں میں اختلاف اور صحیح ترین نسخے کی عبارت تحریر کرتے ہیں تاکہ وہ یہ تمام باتیں استاذ کو چیک کرواسکیں اور انہیں

اپنے مطالعے کے درست ہونے کا یقین ہو جائے اور ان کا غور و فکر کرنا ضائع نہ جائے اور مطالعے کے درست ہونے میں شک کے سبب باطنی طور پر تھکاوٹ میں مبتلاء نہ رہیں۔

مُعِید المدرسہ (مدرسے میں اسباق کی دوہرائی کروانے والا) اگر ایک مقررہ وظیفہ لیتا ہے تو دوہرائی کے معروف یا مشروط اوقات میں ان مقیم طلبہ کو ہی وقت دے انہیں علم میں مصروف رکھے اور اس وقت میں ان پر کسی کو مقدم نہ کرے کیونکہ جب تک وہ اس کام پر مقرر ہے تو اس پر یہ وقت ان طلبہ کو ہی دینا ضروری ہے جبکہ کسی اور کو علم سکھانا نفل یا فرضِ کفایہ ہے۔

اسے چاہیئے کہ مدرس یا متولی کو اُس طالبِ علم کے متعلق آگاہ کرے جس کے متعلق کامیابی کی امید ہو تاکہ اس طالبِ علم کے وظیفے میں اضافہ کیا جائے اور اس کا سینہ علمِ دین کے لئے مزید کشادہ ہو۔

مُعید کو چاہیئے کہ طلبہ نے جو اسباق (لکھ کر یا یاد کر کے) محفوظ کئے ہیں وہ انہیں سنانے اور چیک کروانے کا کہے جب کہ یہ کام کسی اور کے ذمہ نہ ہو اور مدرس کے اسباق میں سے جو بات طلبہ کو سمجھ نہیں آئی وہ انہیں دوبارہ سمجھا دے اسی وجہ سے اسے مُعید (دوہرائی کروانے والا) کہتے ہیں۔

اگر واقف نے یہ شرط لگائی ہو کہ تمام طلبہ ماہانہ یا ہر چار ماہ بعد محفوظ اسباق سُنا کر دوہرائی کرنے کے پابند ہوں گے تو جس طالبِ علم میں تلاش، غور فکر، مطالعہ و مناظرہ کرنے کی صالحیت ہو مُعید اس کی دوہرائی میں تخفیف کر دے کیونکہ یاد شُدہ علم پر ہی رُکے رہنا مزید علم سیکھنے اور سمجھنے میں رکاوٹ ہے۔

البتہ ابتدائی اور منتہی طلباء سے ان کی ذہنی صلاحیت وحال کے مطابق ہی سنا اور دوہرائی کروایا جائے عالم کے طلبہ کے ساتھ بقیہ آداب پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

3: **مدرسے میں رہنے والے کو واقف کی شرائط معلوم ہونی چاہئیں** تاکہ وہ ان پر عمل کر سکے جہاں تک ممکن ہو مدارس سے وظیفہ لینے سے بچنا ہی بہتر ہے خاص طور پر جن مدارس میں وظیفے کے متعلق واقف کی شرائط کڑی و شدید ہوں (مثلا اس مدرسے میں استاد اسے رکھا جائے جو شہر کا سب سے بڑا عالم ہو وغیرہ) جیسا کہ فی زمانہ اکثر فقہاء اس آزمائش میں مبتلاء ہیں اللہ پاک ہمیں اپنے فضل و کرم سے خیر و عافیت کے ساتھ وظیفہ لینے سے بے نیاز ہی رکھے۔

اگر بقدرِ ضرورت مال کمانے میں سارا وقت صرف ہو جاتا ہو اور تمام علمی مشاغل ختم ہو جاتے ہوں یا اس کے پاس مال کمانے کا کوئی اور ایسا ذریعے نہ ہو جس سے اپنی اور اہل و عیال کی ضروریاتِ زندگی جتنا مال کما سکے تو اب علمِ دین کے حصول کے لئے فارغ ہونے اور سیکھ کر لوگوں کو نفع پہنچانے کی نیت سے وظیفہ لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن واقف کی تمام شرائط کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور اس پر اپنا محاسبہ بھی کرتا رہے۔

وظیفہ لینے کی شرائط میں کوتائی پر اگر اس کا وظیفہ بند کر دیا جائے یا سختی سے سمجھایا جائے تو بُرا نہ منائے بلکہ اسے اللہ پاک کی طرف سے نعمت سمجھے اور شکر ادا کرے کہ اسے ایسا شخص میسر ہے جو اِس پر اُس شے کی ادائیگی میں سختی کر رہا ہے جو اسے حرام و گناہ کے پھندے سے نجات دلائے گی اور عقلمند تو وہ ہے جو بلند ہمت اور شریف النفس ہو۔

4: مدرسے میں رہائش رکھنے کی احتیاطیں وآداب

اگر واقف نے مدرسے کی رہائش صرف منتظمینِ مدرسہ کے لئے خاص کی ہو اور ان کے علاوہ کو منع کیا ہو تو اب ان مخصوص افراد کے سوا کوئی بھی مدرسے میں رہائش نہ رکھے ورنہ ظالم و گنہگار ٹھرے گا اور اگر واقف نے صرف منتظمین کی شرط نہ لگائی تو اب مدرسے میں رہنے میں کوئی حرج نہیں جب کے وہ رہائش کا اہل بھی ہو۔

اگر مدرسے میں منتظم کے علاوہ کوئی رہائش رکھے تو اسے چاہیئے کہ اہلِ مدرسہ کا احترام کرے اور انہیں مدرسے کی جس چیز کی حاجت ہو اس میں اپنے اوپر ترجیح دے۔

مدرسے میں پڑھائے جانے والے اسباق میں شرکت کرے کہ (تعلیم و تعلُّم)ہی مدرسے کی عمارت و وقف کا سب سے بڑا مقصد ہے کیونکہ ان اسباق میں واقف کے لئے قرآن پڑھا جاتا اور دعا کی جاتی ہے اور ذکر اور علمی مذاکرے کی مجلس کا اجتماع ہوتا ہے تو اگر مدرسے میں رہائش رکھنے والا اسباق میں شرکت نہ کرے تو اس نے اس عمارت کا مقصد ہی فوت کر دیا جس میں رہ رہا ہے اور یہ واقف کے مقصد کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

اگر مدرسے میں حاضر نہ ہو تو کلاس کے وقت مدرسے سے غائب ہی رہے کیونکہ وہاں موجود ہو کر بلا عذر سبق میں نہ بیٹھنے میں بے ادبی، دوسرے طلبہ سے خود کو بڑا سمجھنا، سبق کے فوائد سے لاپرواہی اور ہم درجہ طلبہ کو حقیر سمجھنا پایا جاتا ہے

اگر مدرسہ میں حاضر ہو جائے اور کلاس میں نہ آئے تو کلاس ٹائم میں بلا ضرورت مدرسے کے رہائشی کمرے سے باہر نہ نکلے اور بار بار کمرے سے اندر باہر نہ ہو اور نہ کسی کو کمرے میں بلائے اور نہ کسی کو کمرے سے نکالے، مدرسہ میں ٹہلے

نہیں، بہت بلند آواز سے تلاوت، سبق کی تکرار و بحث نہ کرے، زور سے دروازہ کھولے نہ بند کرے کیونکہ ان سب باتوں میں حاضرین کی بے ادبی اور ان پر حماقت کرنا پایا جاتا ہے۔

میں نے بعض بڑے نیک قاضی علماء کو اس فقیہ شخص پر سختی کرتے دیکھا ہے جو سبق کے وقت مدرسہ سے گزرا حالانکہ وہ مدرس کے کسی قریبی مریض کی دیکھ بھال اور اس کی حاجت پوری کرنے میں مصروف تھا۔

5: مدرسے میں رہائشی ہونے کا اصل مقصد

مدرسہ میں میل جول و یاری دوستی لگانے میں مشغول نہ ہو اور مدرسے کی رہائش سے صرف اپنا مَفاد حاصل کرنے اور پیٹ بھرنے پر ہی خوش نہ ہو بلکہ اپنے مقصد (علم) اور اس کے حصول اور جس مقصد کے لئے مدرسہ بنایا گیا ہے اسی پر توجہ دے اور میل جول مکمل ترک کر دے کیونکہ یہ موجودہ حال تباہ اور مستقبل برباد کر دیتا ہے جیساکے پہلے گزر چکا، عقلمند طالبِ علم وہ ہے جو مدرسہ میں فقط اپنا مقصد (علم) حاصل کرنے کے لئے مدرسے میں رہائش رکھتا ہے اور جب علم حاصل کرلیتا ہے تو وہاں سے کوچ کر جاتا ہے۔

اگر کسی ایسے کو دوست بنایا جو دینداری، امانتداری اور حسنِ اخلاق میں قابلِ بھروسہ ہو اور علمی مقاصد کے حصول پر مددگار ہو، فوائد کی تکمیل پر معاون ہو، زیادہ علم حاصل کرنے میں چُستی دِلا کر سرگرم رکھتا ہو اور پڑھائی سے اکتاہٹ و تھکاوٹ کو دور کرتا ہو تو ایسے کو دوست بنانے میں حرج نہیں بلکہ ایسی دوستی تو بہت اچھی ہے جبکہ یہ دوست اللہ کی رضا کے لئے اس کا خیر خواہ ہو اور کھیلنے کودنے والا لاپرواہ نہ ہو۔

طویل عرصہ مدارس میں قیام کرنے، علماء کی صحبت میں رہنے، کئی بار اسباق پڑھائے جانے کے باوجود اپنے اندر علمی کمال ظاہر نہ ہونے اور دوسروں کے کثیر علم حاصل کرکے اس سے آگے بڑھ جانے پر اسے غیرت آنی چاہیئے۔

اپنے نفس سے ہر روز نئی علمی بات سیکھنے اور روزانہ کیا حاصل کیا؟ اس کا مطالبہ و محاسبہ کرے تاکہ مدرسے کا کھانا اس کے لئے حلال ہو کیونکہ مدارس اور ان کے اوقاف فقط رہائش رکھنے کے لئے نہیں ہوتے اور نہ خانقاہوں کی طرح فقط نماز روزے کے لئے ہوتے ہیں بلکہ مدارس میں طلبہ کو رہائش اس لئے دی جاتی ہے تاکہ تحصیلِ علم میں ان کی معاونت ہو، اور وہ اہل و اقارب کے کام کاج کی مصروفیات سے الگ و فارغ ہوکر علم حاصل کرسکیں، عقلمند جانتا ہے کہ اس کا سب سے بابرکت دن وہ ہوتا ہے جس دن اس کے علم و کمال میں اضافہ ہو اور اس کا دشمن انسان ہو یا شیطان (اس کی ترقی سے) غم و کرب میں مبتلاء ہو۔

6: **جس مدرسہ میں رہائش رکھے وہاں کے طلبہ و منتظمین کا اِکرام کرے** ان کو سلام کرے مَوَدَّت و اِحترام کا اِظہار کرے ان کے حقِ پڑوس و حقِ صحبت اور دینی بھائی چارے و ہم پیشہ ہونے کے حقوق کا لحاظ کرے کیونکہ وہ سب اہلِ علم یعنی علماء اور طلبہ ہیں ان کی کوتاہیوں سے چشم پوشی اور لغزشوں سے دَرگُزر کرے، ان کے پوشیدہ اُمُور کی سَتر پوشی کرے، اپنے مُحسن کا شکریہ ادا کرے اور بد سلوکی کرنے والے کو معاف کردے اور اگر اپنے ساتھ والوں کی بد سلوکی اور بُری صفات یا کسی اور وجہ سے اس کا دل مطمئن نہ ہو تو پڑھائی میں دل جمعی اور قلبی اطمینان حاصل کرنے کے ارادے سے اس مدرسے سے چلا جائے، جہاں پڑھائی میں دل لگ جائے تو بلا حاجت اسے چھوڑ کر کسی اور مدرسے میں نہ جائے کہ یہ ابتدائی طلبہ کے لئے انتہائی ناپسندیدہ ہے اور ایک کتاب کو چھوڑ کر دوسری پڑھنے لگ جانا اس سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہے

جیسا کہ پیچھے گزر چکا کیونکہ یہ اکتاہٹ و کھیل کود اور کامیابی نہ پانے کی علامت ہے۔

7: نیک و پڑھنے والے طلبہ کے ساتھ رہے

ممکن ہو تو ایسے طالبِ علم کا ساتھ اختیار کرے جو سب سے نیک، سب سے زیادہ پڑھائی میں مگن، طبعیت کے لحاظ سے بہترین اور سب سے پارسا ہو تاکہ اس کے مقصد پر مُعاوِن و مددگار ثابت ہو صحبت کے متعلق یہ مثالیں مشہور ہیں "اَلْجَارُ قَبْلَ الدَّارِ" گھر سے پہلے پڑوس دیکھو، "اَلرَّفِیْقُ قَبْلَ الطَّرِیْقِ"، سفر سے پہلے ہم سفر دیکھ لو "اَلطِّبَاعُ سَرَّاقَۃ"، طبعتیں ایک دوسرے سے بہت زیادہ اثر قبول کرتی ہیں "مِنْ دَأْبِ الْجِنْسِ اَلتَّشَبُّہُ بِجِنْسِہ" جنس کی عادت ہے کہ وہ اپنی جنس کی مشابہت اختیار کرتی ہے۔ وہ طلبہ جن کو اوپر چڑھنے میں کمزوری نہ ہو ان کی رہائش کے لئے اوپر والی منزلیں بہترین اور دل جمعی سے پڑھنے کا باعث ہیں جبکہ نیک طلبہ کا ساتھ میسر ہو۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پہلے بیان ہو چکا ہے کہ "حفظ کے لئے بالاخانے بہتر ہیں"۔

مدرسے میں کس کو کہاں رہائش دی جائے؟

بہر حال جو جسمانی طور پر کمزور ہو یا جس کا کردار مشکوک ہو یا مفتی ہو اور فتوی دینے کی تربیت کرتا ہو ان سب کے لئے نچلی منزل میں رہنا بہتر ہے وہ سیڑھیاں جو مدرسے کے دروازے یا دہلیز کے قریب ہوں وہ قابلِ اعتماد طلبہ کے اوپر جانے کے لئے بہتر ہیں اور مدرسے کی اندرونی سیڑھیاں جن تک جانے کے لئے مدرسے کے اندر سے گزر کر باہر جانا پڑے مشکوک و مجہول الحال طلبہ کے لئے بہتر ہیں۔

امرد اور چھوٹا بچہ جس کا مدرسے میں کوئی باشعور ولی مقیم نہ ہو ان کو مدرسے میں رہائش نہ رکھنا بہتر ہے اور عورتوں کی رہائش بھی ایسی جگہ نہ ہو جس کے دروازوں کے سامنے سے مردوں کا گزر ہو اور اُس جگہ کوئی ایسی کھڑکی نہ ہو جہاں سے مدرسے کے صحن میں جھانک سکیں۔

فقیہ کو چاہیئے کہ مشکوک، شریر یا بے دین فرد کو اپنے پاس نہ آنے دے اور نہ ہی ان کے پاس جائے اور جس کا ان کے پاس آنا اہلِ مدرسہ کو ناپسند ہو یا وہ مدرسے کے رہائشیوں کی برائیاں بیان کرے یا ان کی چغلی لگائے یا ان میں دشمنی ڈلوائے یا ان کے تحصیلِ علم میں رکاوٹ بنے اسے بھی اپنے پاس نہ آنے دے۔

8:رہائش والی جگہ کے آداب

اگر مدرسے کی مسجد یا اجتماعی جگہ رہنا ہو اور اس کا گزر مسجد کی چٹائی یا قالین پر ہو تو اس پر چڑھتے وقت احتیاط کرے کہ اس کے جوتوں سے کوئی گندگی اس پر نہ گرے، جوتے رکھتے وقت ان کا تلوا قبلہ رخ اور لوگوں کے چہرے کی طرف نہ رکھے اور اسی طرح کپڑے بھی لوگوں کے سامنے نہ رکھے بلکہ جوتے جھاڑنے کے بعد دونوں جوتوں کے تلوے آپس میں ملا کر رکھے اور زور سے زمین پر نہ پھینکے، جس جگہ لوگوں کے بیٹھنے یا گزرنے کا غالب گمان ہو وہاں بھی جوتے نہ اتارے جیسے چبوترے کے دونوں طرف نہ اتارے بلکہ دونوں کناروں کے درمیان نیچے والی جگہ اتارے، مسجد کی کھجور وغیرہ کی چٹائیوں کے نیچے جوتے نہ رکھے کہ اس سے چٹائی کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہے۔

جب اوپر والی منزل میں رہائش رکھے تو آرام سے چلے اور لیٹے اور کوئی بھاری شے رکھنی ہو تو آہستہ سے رکھے تاکہ نیچے والوں کو تکلیف نہ ہو اور جب اوپر رہنے والے یا کوئی سے دو افراد (بانس وغیرہ کی ایسی سیڑھی جو اٹھا کر مختلف

جگہ لے جائی جا سکتی ہے) سے اُترنے لگیں تو چھوٹا بڑے سے پہلے اُترے (تاکہ اترتے وقت چھوٹا اوپر اور بڑا نیچے نہ ہو جائے) اور اگر ایک سیڑھی اُتر رہا ہو تو بعد میں آنے والے کے لئے ادب یہ ہے کہ یہ ٹھر جائے اور جب تک پہلا سیڑھی سے اتر نہ جائے یہ اترنے کی جلدی نہ کرے اور اگر پہلے اترنے والا بڑا ہے تو پھر یہ ادب زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے اور اگر دو افراد سیڑھی چڑھتے وقت جمع ہو جائیں تو چھوٹا پیچھے ہٹ جائے تاکہ پہلے بڑا چڑھ جائے۔

9: مدرسہ کے دروازے پر بیٹھنے کی عادت نہ بنائے

بلکہ حتی الامکان وہاں نہ بیٹھے مگر جب کوئی حاجت ہو یا کبھی کبھار جب اندر گھٹن یا تنگ دِلی محسوس ہو، مدرسے کے ایسے دَالان میں بھی نہ بیٹھے جو بیرونی راستے کی طرف کھلا ہو کیونکہ گزر گاہ میں بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے[27] اور یہاں بیٹھنا بھی راستے میں بیٹھنا ہی ہے یا اسی حکم میں داخل ہے خاص طور پر اس شخص کو تو یہاں نہیں بیٹھنا چاہیئے جس سے لوگ حیا کرتے ہوں یا وہ متہم یا مسخرہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کسی فقیہ نے وہاں سے کھانا یا ضرورت کی چیز لے کر گزرنا ہو تو ممکن ہے وہ بیٹھنے والے سے شرم محسوس کرے یا اس کے سلام کرنے سے تکلف میں پڑ جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہاں سے مدرسے کے متعلقین میں سے کسی کی خواتین نے گزرنا ہو تو اُسے اِس کا وہاں بیٹھنا ناگوار اور باعثِ اذیت ہو گا اور اس میں بے کاری اور اپنی تحقیر بھی پائی جاتی ہے۔

---

27 : حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا راستوں پر بیٹھنے سے بچو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو وہاں بیٹھنے کے سوا چارہ نہیں ہم وہاں بات چیت کرتے ہیں فرمایا اگر بغیر بیٹھے نہ مانو تو راستہ کو اس کا حق دو انہوں نے عرض کیا کہ راستہ کا کیا حق ہے یا رسول اللہ، فرمایا نگاہ نیچے رکھنا، تکلیف دہ چیز ہٹانا اور سلام کا جواب دینا اور اچھائیوں کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا۔

[صحيح البخاري، بَابُ أَفْنِيَةِ الدُّورِ وَالجُلُوسِ فِيهَا، وَالجُلُوسِ عَلَى الصُّعُدَاتِ، ج 3، ص 132، رقم: 2465]

مدرسے کے صحن میں راحت، ورزش یا کسی کے انتظار کی حاجت کے بغیر بکثرت فضول چہل قدمی نہ کرے اور جہاں تک ہو سکے اپنے کمرے سے بار بار اندر باہر ہونے کو کم کرے اور جب گزرے تو جو دروازے پر موجود ہو اسے سلام کرے بلا ضرورت ہجوم کے وقت عوامی وضو خانے میں نہ جائے بلکہ ہجوم کم ہونے کا انتظار کر لے کیونکہ اس میں اپنا وقار کھونا پایا جاتا ہے اگر استنجاء خانے کا دروازہ بند ہو (اور اندر کسی کے ہونے نہ ہونے کا شک ہو) تو آہستہ سے تین بار کھٹکھٹائے اس کے بعد (جب اندر کسی کہ نہ ہونے کا یقین ہو جائے تو) آہستگی سے دروازہ کھولے، دیوار سے استنجاء نہ کرے اور نہ ہی نجس ہاتھ اس سے پونچھے

10: کمروں میں نہ جھانکے

گزرتے ہوئے کسی کے کمرے میں دروازے وغیرہ کے سوراخ سے اندر نہ جھانکے اور اگر دروازہ کھلا ہو تو ادھر متوجہ نہ ہو اور گزرتے وقت کھلے ہوئے دروازے پر موجود کوئی شخص اسے سلام کرے تو اس کی طرف رخ کئے بغیر سلام کا جواب دے۔ (تاکہ کمرے کے اندر نظر نہ پڑے)

کھڑکیوں کی طرف اشارے نہ کرے خاص طور پر جب وہاں خواتین رہتی ہوں کسی کو بلانے، سبق کی تکرار یا بحث کے دوران آواز زیادہ بلند کر کے کسی کو تشویش میں نہ ڈالے بلکہ مطلقاً ہر حال میں جہاں تک ممکن ہو آواز پست رکھے خاص طور پر جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں یا طلبہ سبق پڑھ رہے ہوں اور اس بات کا خیال رکھے کہ چلتے ہوئے قدم زور زور سے زمین پر نہ مارے جس سے جوتوں کی شدید آواز پیدا ہو اور دروازہ زور سے بند کرنے، آنے جانے اور سیڑھی چڑھنے اترنے میں جلد بازی سے تیز چلنے، مدرسے کا دروازہ حاجت سے زیادہ زور سے کھٹکھٹانے، اور نیچے کھڑے ہو کر اوپر والی منزل پر موجود شخص کو پکارنے سے بچے مگر حاجت ہو تو درمیانی آواز میں بُلا سکتا ہے اور مدرسے کا

دروازہ یا کھڑکی عمومی راستے کی طرف کھلے ہوں تو کپڑے اُتارنے اور بلا حاجت زیادہ دیر ننگے سر رہنے میں احتیاط کرے اور معیوب کاموں سے اجتناب کرے جیسے چلتے چلتے کھانا، اکثر اوقات غیر سنجیدہ گفتگو کرنا، خواہ مخواہ کسی کام کو طُول دینا، اکڑ کر یا جھومتے ہوئے ایک طرف جھک کر یا گردن ایک طرف جھکا کر چلنا، بلند آواز سے ہنسنا، بلا حاجت وضرورت مدرسے کی چھت پر چڑھنا۔

11: کلاس میں استاذ کے آنے سے پہلے حاضر ہو استاذ اور طلبہ کے کلاس میں بیٹھ جانے کے بعد تاخیر سے نہ آئے کہ طلبہ کو معتاد قیام و سلام کی مشقت میں ڈالے گا اور کبھی وہ معذور ہوں گے تو یہ ان کا عذر نہ جاننے کی وجہ سے دل میں محسوس کرے گا۔

بزرگوں نے فرمایا: استاذ کا ادب یہ ہے کہ طلبہ اس کا انتظار کریں نہ کہ وہ طلبہ کا انتظار کرے۔

کلاس میں سبق کے دوران کامل طہارت اور بادب طریقے سے بیٹھے۔

شیخ ابو عمرو (ابنِ صَلَاح) رحمۃ اللہ علیہ اس طالبِ علم کو کلاس میں نہیں بیٹھنے دیتے تھے جس کے سر پر عمامہ نہ ہو یا اس کی آستین کے بٹن کھلے ہوں۔

کلاس میں بیٹھنے، سبق سننے، کوئی اشکال وارد کرنے، استاذ کے کسی سوال کا جواب دینے، بات کرنے، کسی کو مخاطب کرنے میں انداز بہترین ہونا چاہیئے استاذ کی اجازت سے پہلے تعوذ اور سبق نہ پڑھے جب استاذ سبق کے آغاز میں حسبِ عادت دعا کریں تو طلبہ بھی استاذ کے لئے دعا کریں میرے اساتذہ کے بعض بڑے زاہد اکابر استاد کے لئے دعا نہ کرنے والے کو جھڑکتے اور ڈانتے تھے۔

سبق کے دوران اونگھنے، سونے، بات چیت کرنے، ہنسنے وغیرہ اور ان باتوں سے بچے جن کا ذکر طالبِ علم کے آداب میں گزر چکا ہے۔

جب استاذ ایک سبق پڑھا کر ختم کر دے اور واللہ اعلم کہہ دے اور دوسرا سبق شروع کرنے لگے تو بیچ میں بغیر اجازت نہ بولے اور جب استاذ دوسرے مسئلے کے متعلق گفتگو شروع کر دے تو اب پہلے مسئلے کے متعلق سوال نہ کرے اور کسی بات کے فائدے اور موقع محل کے متعلق غور و فکر کئے بغیر کوئی بات نہ کرے۔

علمی بحث میں جھگڑا نہ کرے: علمی بحث کرنے میں خواہ مخواہ جھگڑنے اور غالب آنے کی کوشش نہ کرے اور اگر نفس اس پر اُبھارے تو اسے خاموشی و صبر و فرمانبر داری کی لگام ڈالے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہ کیا اللہ پاک جنت کے اعلیٰ درجے میں اس کے لئے گھر بنائے گا۔

[سنن الترمذي، بَابُ مَا جَاءَ فِي المِرَاءِ، بالمعنٰی، ج4، ص358، رقم:1993]

یہ فضیلت اس لئے ہے کہ جھگڑا ترک کرنا غصے کے جوش کو ختم کرتا اور دلوں کو نفرت سے دُور رکھتا ہے۔

ہر طالبِ علم دوسرے کے لئے اپنا دل صاف اور کینے سے خالی رکھنے کی بھرپور کوشش کرے اور مجلس سے اس حال میں کھڑا نہ ہو کہ اس کے دل میں کسی کا کینہ ہو جب درس (کلاس) ختم ہو تو حدیثِ پاک میں وارد یہ دعا پڑھ لے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ

پاک ہے تو اے اللہ ! اور میں تیری حمد کرتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

[سنن أبي داود، أول كتاب الأدب، باب في كفَّارةِ المجلس، 223/7، رقم:4857]

فَاغْفِرْ لِيْ ذَنبِيْ إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ

میرے گناہ بخش دے کہ تیرے سوا گناہ کوئی نہیں بخش سکتا۔

[المعجم الكبير للطبراني، ج 5، ص 157، رقم:4932]

مآخذومراجع

قرآنِ کریم	کلام اللہ	
نام کتاب	**مصنف**	**ناشر**
صحيح البخاري	أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة ابن بردزبه البخاري الجعفي(١٩٤ ، ٢٥٦ هـ)	السلطانية، بالمطبعة الكبرى الأميرية، ببولاق مصر
صحيح مسلم	أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري (٢٠٦ ، ٢٦١ هـ)	مطبعة عيسى البابي الحلبي، القاهرة
سنن أبي داود	أبو داود سليمان بن الأشعث الأزدي السجستاني (٢٠٢ ، ٢٧٥ هـ)	دار الرسالة العالمية
سنن الترمذي	محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى(ت ٢٧٩هـ)	شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر
سنن ابن ماجه	أبو عبد الله محمد بن يزيد (ماجة)القزويني(ت٢٧٣هـ)	دار الرسالة العالمية
صحيح ابن حبان	محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (ت ٣٥٤هـ)	مؤسسة الرسالة، بيروت
المعجم الصغير للطبراني	سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (ت ٣٦٠هـ)	المكتب الإسلامي دار عمار، بيروت، عمان
المعجم الكبير للطبراني	سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (ت ٣٦٠هـ)	مكتبة ابن تيمية القاهرة
تنبيه الغافلين	أبو الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمرقندي(ت ٣٧٣هـ)	دار ابن كثير، دمشق ، بيروت
الحث على طلب العلم والاجتهاد في جمعه	أبو هلال الحسن بن عبد الله بن سهل بن سعيد بن يحيى بن مهران العسكري (ت نحو ٣٩٥هـ)	المكتب الإسلامي بيروت
الجامع لمسائل المدونة	أبو بكر محمد بن عبد الله بن يونس التميمي الصقلي (ت ٤٥١ هـ)	دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع
مناقب الشافعي للبيهقي	أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (٣٨٤ ، ٤٥٨ هـ)	مكتبة دار التراث القاهرة
المدخل إلى السنن الكبرى	أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (٣٨٤ ، ٤٥٨ هـ)	دار الخلفاء للكتاب الإسلامي – الكويت

السنن الكبرى للبيهقي	أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (٣٨٤ ، ٤٥٨ هـ)	دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان
التعليقة (على مختصر المزني)	القاضي أبو محمد (وأبو علي) الحسين بن محمد بن أحمد المَرْوَرُّوْذِيّ(٤٦٢ هـ)	مكتبة نزار مصطفى الباز ، مكة المكرمة
الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء	أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (ت ٤٦٣هـ)	دار الكتب العلمية ، بيروت
جامع بيان العلم وفضله	أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (ت ٤٦٣هـ)	دار ابن الجوزي، المملكة العربية السعودية
الفقيه و المتفقه	أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي(ت ٤٦٣هـ)	دار ابن الجوزي – السعودية
الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع	أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (ت ٤٦٣هـ)	مكتبة المعارف – الرياض
إحياء علوم الدين	أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (ت ٥٠٥هـ)	دار المعرفة – بيروت
الفردوس بمأثور الخطاب	شيرويه بن شهردار بن شيرو يه بن فناخسرو، أبو شجاع الديلميّ الهمذاني (ت ٥٠٩هـ)	دار الكتب العلمية ، بيروت
التهذيب في فقه الإمام الشافعي	محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي (ت ٥١٦ هـ)	دار الكتب العلمية
الشفا بتعريف حقوق المصطفى	أبو الفضل القاضي عياض بن موسى اليحصبي (ت ٥٤٤هـ)	دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع
عقد الجواهر الثمينة في مذهب عالم المدينة	أبو محمد جلال الدين عبد الله بن نجم بن شاس بن نزار الجذامي السعدي المالكي (ت ٦١٦هـ)	دار الغرب الإسلامي، بيروت ، لبنان
تفسير القرطبي	أبو عبد الله، محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي(٦٠٠، ٦٧١هـ)	دار الكتب المصرية ، القاهرة
المجموع شرح المهذب	أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (ت ٦٧٦هـ)	دار الفكر
لتقريب والتيسير للنووي	أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (ت ٦٧٦هـ)	دار الكتاب العربي، بيروت

بستان العارفين	أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (ت ٦٧٦هـ)	دار الريان للتراث
تفسير النسفي مدارك	أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي (ت ٧١٠هـ)	دار الكلم الطيب، بيروت
مشكاة المصابيح	محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين، التبريزي (ت ٧٤١هـ)	المكتب الإسلامي ، بيروت
معجم الشيوخ الكبير للذهبي	شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد الذهبي (ت ٧٤٨هـ)	مكتبةالصديق الطائف المملكة العربية السعودية
سير أعلام النبلاء	شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد الذهبي (ت ٧٤٨هـ)	دار الحديث، القاهرة
أعيان العصر وأعوان النصر	صلاح الدين خليل بن أيبك الصفدي (ت ٧٦٤هـ)	دار الفكر المعاصر، بيروت ، لبنان
طبقات الشافعية الكبرى	تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي (ت ٧٧١هـ)	هجر للطباعة والنشر والتوزيع
التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير	أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني(ت ٨٥٢هـ)	دار الكتب العلمية
البناية شرح الهداية	أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (ت ٨٥٥هـ)	دار الكتب العلمية ، بيروت، لبنان
النكت الوفية بما في شرح الألفية	برهان الدين إبراهيم بن عمر البقاعي (٨٠٩ ، ٨٨٥ هـ)	مكتبة الرشد ناشرون
التيسير بشرح الجامع الصغير	زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي بن زين العابدين الحدادي ثم المناوي القاهري (ت ١٠٣١هـ)	مكتبة الإمام الشافعي الرياض
بہارِ شریعت	مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ(1367ھ)	مکتبۃالمدینہ کراچی
مرأۃالمناجیح	مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	